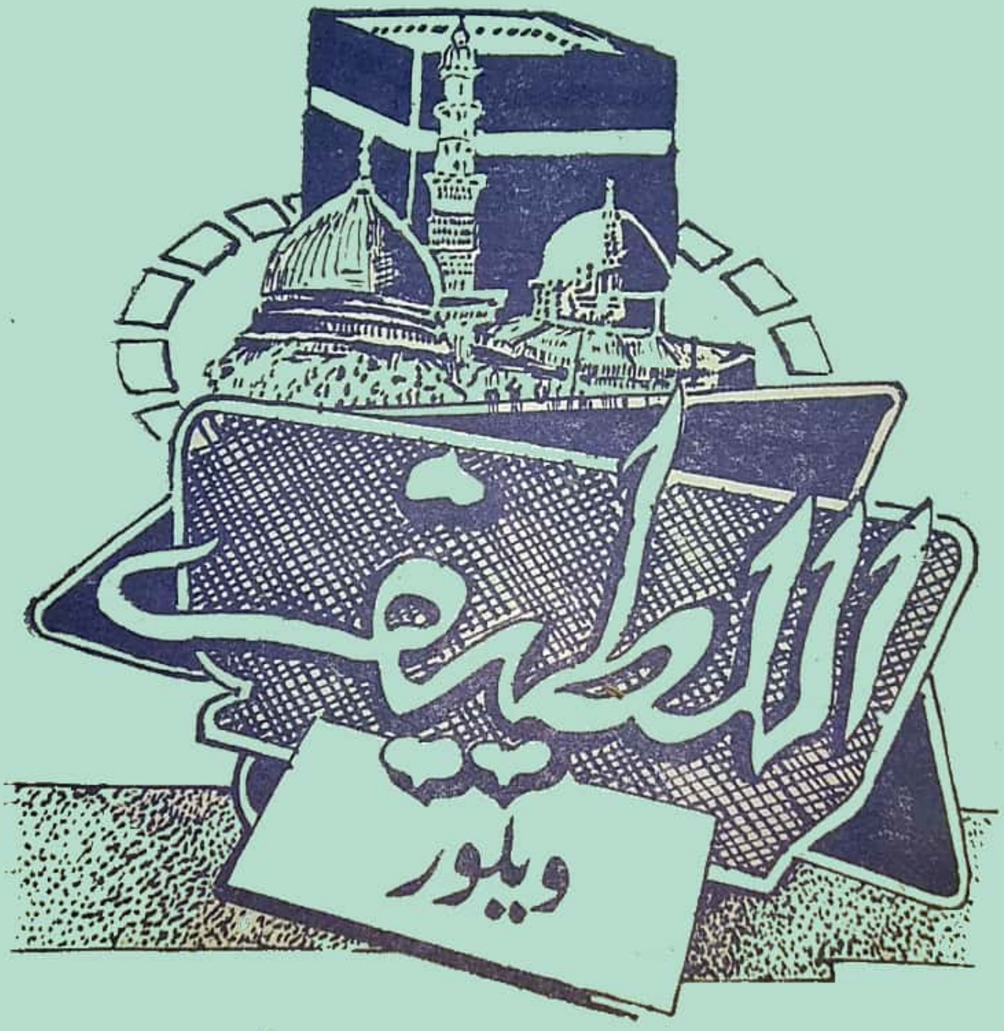
ان اللہ لطیف خبیر

علمی، دینی، اصلاحی اور معلوماتی



دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور

اللطیف

زیر ظلِ حمایت و سرپرستی

تقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین
سیّد شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی
سجادہ نشینِ خانقاہ حضرت قطب ویلور

مُدیرِ اعلیٰ

فضیلت مآب حضرت مولانا ابوالحسن صدر الدین
سیّد شاہ محمد طاہر صاحب قادری
دامت برکاتہم العالیہ بی اے۔
ناظم دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور۔

مُدیرانِ مسئول:

- جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب ایم۔ اے
  استاد دار العلوم لطیفیہ
- جناب مولانا مولوی محمد ابوبکر صاحب لطیفی
  مدرس دار العلوم لطیفیہ
- جناب مولوی حافظ ابوالنعمان بشیر الحق قریشی ادھونی
  استاد دار العلوم لطیفیہ

نمائندگانِ طلبا:-

منیر احمد رازی، بی۔ ٹی۔ ایم (آندھرا) متعلم زمرۂ مولوی عالم
سکریٹری انجمن دائرۃ المعارف، دار العلوم لطیفیہ

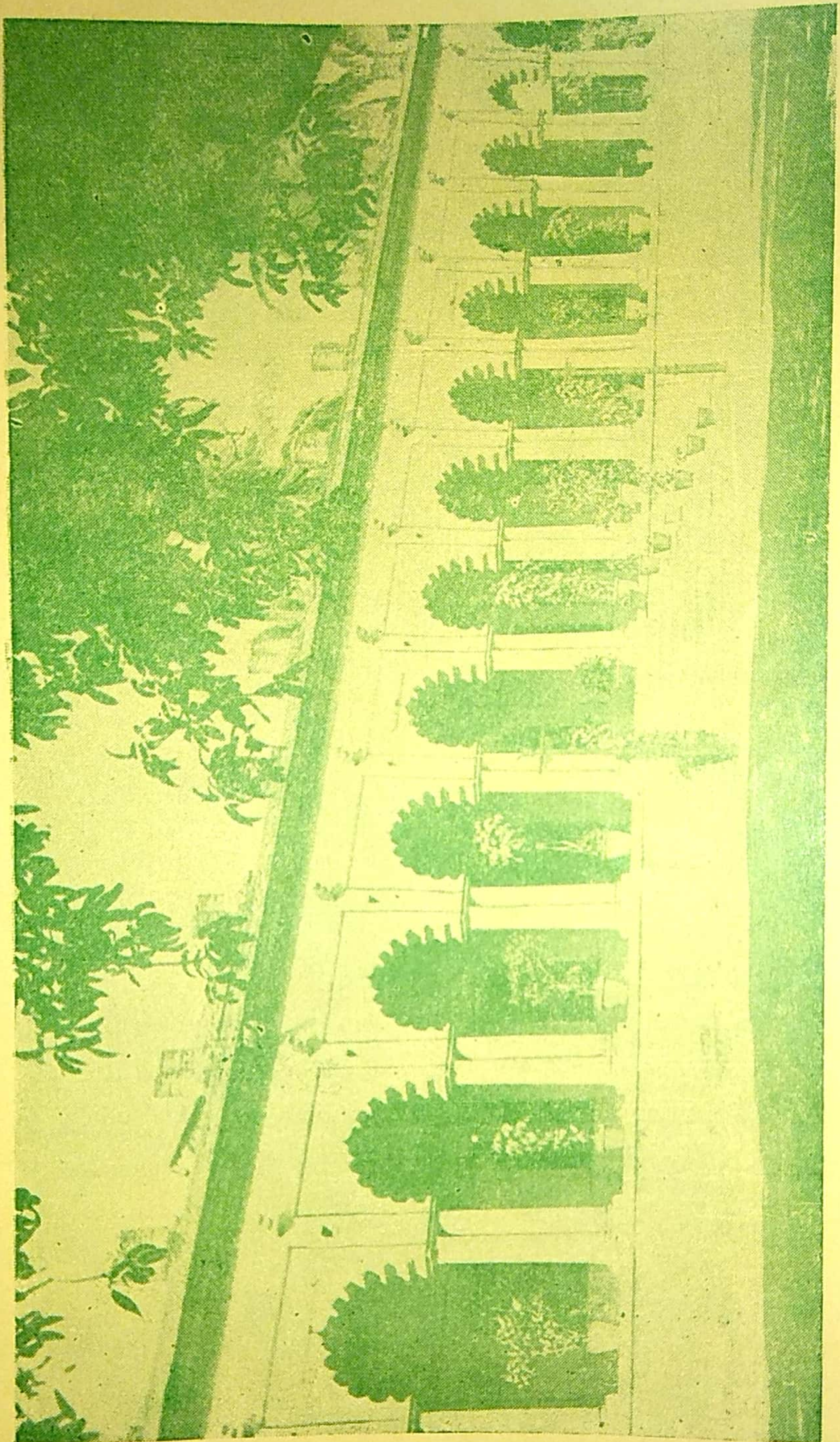
سیّد وجیہہ النقی سقاف کلّے (تمل ناڈو) متعلم زمرۂ ششم
جنرل مانیٹر۔ دار العلوم لطیفیہ۔

سیّد قدیر حسینی ترپاتور متعلم زمرۂ سابعہ دار العلوم لطیفیہ

تاریخ اجراء: ۱۰ ماہ شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ مطابق یکم مئی ۱۹۸۵ء روز چہارشنبہ
بر موقعہ سالانہ جلسۂ دستار بندی
و تقسیم اسناد دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطبؒ ویلور

مطبوعہ بنگلور ٹوکی پریس بنگلور ۱

فہرست مضامین سالنامۂ اللطیف ۱۴۰۵ھ



رباعی

خود اپنی ہی دریافت سے مایوس ہوں میں
حیرت ہے کہ خود سے غیر مانوس ہوں میں
ہر چند جو اس نے بہت سر مارا
محسوس ہوا کہ غیر محسوس ہوں میں

حضرت امجد حیدرآبادی

ہر دم رہیں ذکرِ حضرتِ باری میں
دن رات گزاریں گریہ و زاری میں
مقصود یہی ہے زندگی کا امجد
مصروف رہیں موت کی تیاری میں

نظم

اشرف السالکین سراج العارفین
قدوۃ السالکین محمد
حضرت مولانا رکن الدین
شاہ ابوالحسن قادری قربیؔ ویلوری رحمۃ اللہ علیہ

اب شوق ہے کنکر کوں ہم بحر و بر کریں گے
ذرّے کو مہر تاباں کر مشتہر کریں گے

وحدت کا ذوق پاکر جس پہ نظر کریں گے
اکسیر اسے کریں گے اعظم نہ زر کریں گے

ہر چرخ بریں کو یاراں پل میں زمیں کریں گے
اندھا اچھے اگر کوئی اس تیز بیں کریں گے

ہر روسیہ کو پل میں روشن جبیں کریں گے
اس بات سوں عزیزاں ہم کیا گذر کریں گے

ظلمت کو یک نگہ سوں نورِ مبیں کریں گے
خائن اچھے اگر کوئی اس کو امیں کریں گے

رب کو نبی نبی کوں ذاتِ ربی کریں گے
مجلس میں عاشقاں کے یو نکتہ سر کریں گے

ہر بلندی کوں لاکر اب منتہی کریں گے
ہر بے خبر کو پل میں حق کی خبر کریں گے

دانش سوں ناروا کوں ہم اب روا کریں گے
میں پن کے ہر مرض کوں لایق دوا کریں گے

مئے قرب کا پلا کر قربیؔ کو حق کریں گے
کہنے کے تئیں انا الحق نت مستحق کریں گے

مستان میں خدا کے مستِ احق کریں گے
بے ہوش پن میں اس کوں با ہوش تر کریں گے

پیشکش
شاہ عثمان قادری
نائب ناظم دار العلوم لطیفیہ
حضرت مکان - ویلور

افتتاحیہ

اداریہ

عہدِ نبویؐ کے بعد امّت میں پیدا ہونے والے نئے اعمال و افعال کی شرعی حیثیت کتاب و سنّت ہی سے متعین ہوگی۔ اور وہ سارے اعمال متروک و مردود سمجھے جائیں گے جو قرآن و حدیث سے موافقت نہیں کرتے۔ البتہ جو اعمال شریعتِ مطہرہ کی روح سے مناسبت رکھتے ہیں اور امت کی فلاح و بہبودی اور بھلائی میں معاون و مددگار رہیں اور دین میں اصلاح معاش و معاد کے لئے ضروری ہیں تو ان کے قبول کرنے میں کوئی شرعی قباحت لازم نہیں آتی کیونکہ ہر شئی اپنی اصلیت کے لحاظ سے اباحت کا درجہ رکھتی ہے۔ جبتک کہ اس میں کوئی فساد اور برائی شامل نہ ہو۔ اس اصول و ضابطہ کے تحت بدعت کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہی نیا عمل اور فعل ناقابلِ قبول' اور مردود ہوگا جو گمراہی و ضلالت کا سبب بن رہا ہو' نہ کہ ہر کوئی نیا عمل و فعل۔ اور کسی نئے فعل و عمل کا معرضِ وجود میں آنا کسی خاص زمانہ یا عہد کے ساتھ مخصوص نہیں' بلکہ وہ تو قیامت تک غیر محدود ہے۔

ایسی صورت میں ہر نئے فعل و عمل سے متعلق جمہور کا موقف اختیار کرنا چاہئے' جن کے نزدیک ہر وہ عمل یا فعل اخذ و قبول کے لائق ہے جس میں حسنات کا پہلو موجود ہے اور ہر وہ عمل رد کے قابل ہے جس کا دامن سیئات سے آلودہ ہے۔

چنانچہ علامہ جزری "النھایہ" میں رقمطراز ہیں'

البدعة بدعتان' بدعة هدى وبدعة ضلالة. فما كان فى خلاف ما امر الله به و رسوله فهو فى حيز الذم وما كان واقعًا تحت عموم ماندب الله اليه وحضّ عليه اورسوله فهو فى حيز المدح.

بدعت دو طرح کی ہے: ایک بدعت حسنہ دوسری بدعت سیئہ پس اللہ اور اس کے رسول نے جو حکم دیا ہے اس کے خلاف جو بھی نیا عمل اور فعل ہوگا' وہ مقام مذمت میں ہے اور جس چیز کی طرف اللہ اور اس کے رسول نے دعوت دی اور اس کی طرف رغبت دلائی اس عموم میں جو بھی نیا فعل و عمل داخل ہے وہ مدح کے مقام میں ہے۔

علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "شرح مشکواۃ" میں بدعت کی تقسیم اور اسکی تفصیل

بڑی عمدگی کے ساتھ فرمائی ہے جس کی بنیاد، اور اساس پر ہر نئے عمل اور فعل کے متعلق جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بعینہٖ موجود نہ تھا، اس کی شرعی حیثیت بآسانی معلوم کی جا سکتی ہے، فرماتے ہیں:

بدعت کی پانچ اقسام ہیں، ایک واجبہ جیسے تفاسیر اور شروح احادیث کی تصنیف، حدیث کے متون اور اسانید میں بحث، غرائب کتاب و سنت کا حفظ کرنا یعنی مشکل الفاظ کا حفظ کرنا۔ علم کلام، تصوف، فقہ کے اصول و فروع کی تدوین، نحو، صرف، لغت، اشتقاق معانی، بیان، بدیع عروض، اور قوافی کے قواعد بیان کرنا اور وہ تمام چیزیں جو دین میں اصلاح معاش و معاد کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ مثلاً بقدر ضرورت، فنون طب حساب، نجوم، علم ہیئت، علم اسطرلاب، منطق اور علوم رسم الخط اور اعراب و نقاط قرآن کریم اور مختلف علوم و فنون کا سیکھنا اور سکھانا، اور بدعتی فرقوں کی تردید کرنا۔

بدعت کی دوسری قسم مستحب ہے۔ مثلاً مدارس، سرائے اور مسافر خانے تعمیر کرنا اور وقف کرنا، اور رفاہ عام اور نکوکاری کی وہ ساری قسمیں جو قرن اول میں نہ تھیں اور سرورِ انام علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے یوم ولادت پر مسرت کا اظہار کرنا، اور بقول بعضے علم تصوف۔

بدعت کی تیسری قسم مباح ہے مثلاً نماز فجر اور عصر کے بعد مصافحہ کرنا، لذیذ غذاؤں اور مشروبات کا استعمال کرنا، اور عمدہ و نفیس اور عیش شاندار لباس پہننا بشرطیکہ حلال ہوں، اور فخر و غرور کا باعث نہ ہوں۔

بدعت کی چوتھی قسم مکروہ ہے، جیسے مسجدوں کو غیر ضروری نقش و نگار سے آراستہ کرنا جس سے نمازیوں کے خضوع و خشوع میں خلل واقع ہو۔

بدعت کی پانچویں قسم حرام ہے، اور وہ یہ مذاہب روافض، خوارج، قدریہ، مرجیہ، مجسمہ وغیرہ ہیں۔

بعضوں نے بدعت کو حسنہ اور سیئہ کی رو سے تقسیم نہیں کیا بلکہ اس کو ضلالت میں منحصر گردانا، تاہم جو اعمال اور افعال مفید اور مؤید سنت ہوں انہیں سنت غیر حقیقیہ اور ملحق بالسنۃ کہہ کر قابل استفادہ قرار دیا۔ چنانچہ اس طائفہ کے نزدیک جمع قرآن، سورتوں کی ترتیب، ہیئت مخصوصہ کے ساتھ تراویح کی نماز، نماز جمعہ کے لئے پہلی اذان، قرآن کریم کو اعراب لگانا، دلائل نقلیہ کے ذریعہ بدعتیوں سے مناظرہ کرنا، حدیث کی کتابوں کی تصنیف

وتدوین، راویانِ حدیث پر جرح وتنقید، اور بقدرِ ضرورت احکامِ فقہ کے استنباط میں مشغولیت یہ تمام چیزیں یلحق بالسنہ کی قبیل سے ہیں۔

مذکورہ تصریحات سے کسی ذہن میں یہ اشکال وارد ہوسکتا ہے کہ جب نئے اعمال وافعال میں خیر و بھلائی کا عنصر بھی موجود ہے تو زبانِ نبوتؐ نے ہر نئے عمل اور فعل کو گمراہ کیوں قرار دیا۔

اس کا مدلل ومفصل بصیرت افروز جواب قدوۃ السالکین، سلطان المرشدین حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری المعروف بہ **حضرت قطبؒ ویلور** کی زبانِ مبارک سے سنئے:-

حدیث کل بدعۃ ضلالۃ عام مخصوص البعض است وتخصیص عمومات با دلہ شرعیہ یا عقلیہ در شرع شریف مشہور و در کتب اصول مفصلاً مذکور ست پس معنی حدیث مذکور کل بدعۃ سیئۃ ضلالۃ بود ومخصص وی است حدیث من سن فی الاسلام وحدیث من احدث فی امرنا وحدیث من ابتدع بدعۃ ضلالۃ، و در حدیث اول امر مستحدث را حسن ہم فرمودند۔ و در حدیث ثانی مردود بودن بدعت بقید ما لیس منہ مقید نمودند و در حدیث سیوم بدعت را مضاف بسوے ضلالت نمودند، پس مذموم و مردود ہمیں بدعت ضلالت باشد نہ نفس بدعت (فصل الخطاب)

کل بدعۃ ضلالۃ کی حدیث عام ہے، جس میں بعض مستثنیٰ ہیں اور ان عمومات میں استثناء دلیل شرعیہ یا عقلیہ کے ذریعہ سے ہے، جو شریعت مطہرہ میں مشہور ہے۔ اور اصول کی کتابوں میں مفصلاً مذکور ہے۔ لہٰذا حدیث مذکور کا معنی اور مفہوم یہ ہوگا کہ ہر وہ بدعت جو سیئہ ہے وہ گمراہی اور ضلالت ہے اور اس میں استثناء کرنے والی حدیثیں یہ ہیں:-

(۱) من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا واجر من عمل بہا من غیر ان ینقص من اجورہم شیئ، ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرہا ووزر من عمل بہا من غیر ان ینقص من اوزارہم شیئ۔

جو شخص اسلام میں کوئی اچھا اور مفید طریقہ جاری کرے گا اس کو اس کا ثواب ملیگا اور ان لوگوں کا ثواب بھی جو اس پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ ان کے اجر وثواب میں کوئی کمی ہو۔ اور جو شخص دین میں کوئی برا اور مضر طریقہ جاری کرے گا، اس پر اس کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا گناہ بھی جو اس پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ ان کے عذاب میں کوئی کمی ہو۔

(۲) من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ

فھو ردٌ - جو شخص ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی بات
پیدا کرے جو دین میں نہیں ہے، وہ ناقابلِ قبول اور
متروک ہے۔

(۳) من ابتدع بدعۃ ضلالۃ لا
یرضاھا اللہ ورسولہ۔

جس کسی نے بھی بدعت ضلالۃ جاری کی، اس
سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناخوش ہونگے۔

پہلی حدیث میں امرِ مستحدث (نئی پیدا کردہ
چیز) کو احسن قرار دیا گیا ہے، اور دوسری حدیث میں
بدعت کا مردود و متروک ہونا "مالیس منہ"
کی قید سے مقید ہے اور تیسری حدیث میں بدعت کی اضافت
ضلالت کی طرف کی گئی ہے۔ لہٰذا وہی فعل اور عمل
مردود اور ناقابلِ قبول سمجھا جائے گا جو ضلالت کا
باعث ہو، نہ کہ ہر کوئی نیا عمل اور فعل۔

اور حدیث کل بدعۃ ضلالۃ سے متعلق
شارحِ مسلم امام نووی کی تصریح ملاحظہ ہو: کل بدعۃ
ضلالۃ عام مخصوص والمراد غالب البدع۔ ہر بدعت
گمراہی ہے۔ یہ حدیث عام مخصوص ہے اور اس سے مراد
یہ ہے کہ اکثر بدعات گمراہی و ضلالت کا باعث ہیں۔

حاصل کلام ہر نئے فعل اور عمل سے متعلق معتدل
موقف یہی ہے کہ جو بھی امرِ مستحدث یعنی نئی پیدا کردہ
چیز جو کسی خرابی اور فساد کا پیش خیمہ نہ ہو اور موٴید
سنت اور ملحق بالسنۃ کی قبیل سے ہو تو اس کو ضلال
و گمراہ نہ سمجھا جائے اور اس طرح ہر وہ امرِ مستحدث یعنی
نیا فعل و عمل مخالفِ کتاب و سنت ہو اس کو صراطِ مستقیم
اور دین قویم نہ سمجھا جائے۔ اور کسی بھی مختلف فیہ
مسئلہ میں ایک ہی جانب کے حق ہونے کا آوازہ بلند کرنا
اور دوسری جانب کا رد و انکار کرنا یقیناً یہ ایک ایسا
غلو ہے جس کے جلو میں کئی ایک مفسدات سر اٹھاتی ہیں۔
مثلاً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت پر اظہارِ
مسرت کے مسئلہ کو لیجئے۔ جس میں افراط اور تشدد کا یہ
عالم کہ میلاد النبیؐ پر اظہارِ مسرت کو نصرانیت کی اندھی
تقلید سے تعبیر کیا گیا اور غلو کا یہ عالم کہ اظہارِ مسرت
کے سامان میں منکراتِ شرعیہ کی شمولیت کرلی گئی کہ شیخ
عبدالحق محدث دہلوی کو ان الفاظ میں تہدید و تاکید
کی ضرورت محسوس ہوئی۔

لیکن باید از بدعتہا کہ عوام احداث کردہ اند،
از تغنی و آلات محرمہ و منکرات خالی باشد تا موجب
حرمان از طریقہ اتباع نہ گردد۔

چاہیئے کہ میلاد النبیؐ کے باب میں عوام کی پیدا
کردہ جو بدعتیں ہیں مثلاً گانا بجانا اور دیگر حرام آلات
اور منکرات کے استعمال سے خالی ہو، تاکہ اتباعِ سنت
کے طریقہ سے محرومی اور بے نصیبی نہ ہو۔

یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقعہ پر

اظہارِ مسرت بدعتِ حسنہ ہے اور مولد کا عمل، علماء
اور صوفیاء کا معمول رہا ہے۔ اور اس نئے فعل و عمل
کے اندر تلاوتِ قرآن کا اہتمام اور نبی کریم پر صلوٰۃ
وسلام کی کثرت اور آپ کے فضائل و شمائل اور
معجزات کا بیان اور کفار و مشرکین تک پیغام
محمدی ﷺ پہنچانا اور اطعام الطعام اور صدقات و
خیرات جیسے امور شامل ہوں تو ان کی صحت و
افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے یومِ ولادت پر اظہارِ مسرت خوشنودیٔ رب کا
عظیم ذریعہ ہے۔ شیخ ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ
اپنی کتاب نعمۃ الکبریٰ علی العالم بمولد سید
ولد آدم میں لکھتے ہیں:-

ابولہب کافر جس کی مذمت میں آیات
نازل ہوئیں، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
ولادت کی خبر سن کر خوشی کا اظہار یوں کیا کہ اپنی
باندی ثویبہ کو دو انگلیوں کے اشارے سے آزاد
کر دیا، جس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے روز دوشنبہ
کو اس پر سے عذاب اٹھا دیا اور اس کی دو انگلیوں
سے دودھ جاری فرمایا جس سے وہ چوستا ہے۔ اسی
سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ ایک کافر کو مولد الرسول ﷺ
پر اظہارِ مسرت کا صلہ یہ دیا گیا ہے تو اہل ایمان کے
ساتھ فضلِ خداوندی کا کیا عالم ہوگا۔

غرض یہ تو بطورِ مثال ایک مسئلہ کا ذکر و بیان
رہا اس کے علاوہ جتنے بھی فروعی و اختلافی مسائل
ہیں سب میں اعتدال ہی سلامتی کی راہ ہے، لہٰذا
ہم اپنے بلند ذوق قارئین کرام سے یہ عرض کرنا چاہتے
ہیں کہ مختلف فیہ مسائل میں افراط و تفریط، اور
باہم ایک دوسرے پر عیب و طعن سے احتراز کرتے
ہوئے ہر ایک کو اپنے اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہئے،
پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم میں کون سب
سے زیادہ ہدایت کی راہ پر گامزن ہے۔

اب ہم اپنی اس تحریر کو سلطان المرشدین
حضرت مولانا شاہ محی الدین سید شاہ عبد اللطیف
قادری المعروف بہ حضرت قطب ویلور قدس سرہ
کے ارشاد پر تبرکاً ختم کرتے ہیں:-

در امر مختلف فیہ عیب یک دیگر نباید کرد
و ہر یکے را بحالِ خود باید گذاشت و جزم یک
جانب مجتہد را میسر نیست تا بہ مقلد چہ رسد۔
فربکم اعلم بمن ھو اھدیٰ سبیلا۔

یعنی اختلافی امور و مسائل میں ایک دوسرے پر عیب
نہیں لگانا چاہئے اور ہر ایک کو اس کے حال پر چھوڑ دینا
چاہئے ایک ہی جانب کے حق ہونے کا یقین ہونا جب مجتہد
کو میسر نہیں تو مقلد کو کہاں نصیب؟

وما علینا الا البلاغ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رُوئدادِ دارالعلوم

ادارہ

دارالعلوم لطیفیہ جو صدیوں سے جنوبی ہندوستان میں دین کی شمع فروزاں کئے ہوئے ہے جہاں سے سیکڑوں تشنگانِ علوم نے اپنی پیاس بجھائی، آج بھی شب و روز خدمتِ دین میں مصروفِ عمل ہے اور اپنے طلباء کی تعمیر و ترقی میں ایسے اسباب و ذرائع کو اپنا رہا ہے جو ان کی دین و دنیا کی سرخروئی کا باعث ہو۔

دارالعلوم ہٰذا کا نیا تعلیمی سال اور طلباء کا داخلہ ۱۱ر شوال المکرم سنہ ۱۴۰۴ھ سے شروع ہوا۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی ریاست ٹمل ناڈ، و آندھرا پردیش وغیرہ سے آنے والے قدیم و جدید طلباء کا داخلہ ہوا۔ بحمداللہ قابل اساتذہ کی نگرانی میں پاک و صاف غذا کے ساتھ ان کی تعلیم و تربیت ہوتی رہی۔

دَورۂ حدیث

مؤرخہ ۲۵ر شوال المکرم سنہ ۱۴۰۴ھ روز دوشنبہ خانقاہِ عالیہ قطبیہ میں صحیح بخاری شریف، و صحیح مسلم شریف کا آغاز تقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر قادری قبلہ صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ کی دعاؤں کے ساتھ ہوا۔ اور مؤرخہ ۲۰ر رجب المرجب سنہ ۱۴۰۵ھ بروز دوشنبہ فضیلت مآب اعلیحضرت مدظلہ العالی کی دعاؤں پر اختتام پذیر ہوا۔

افتتاحی اجلاس

مؤرخہ ۴ر محرم الحرام سنہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۳۰ر ماہِ ستمبر سنہ ۱۹۸۴ء بروز یکشنبہ ٹھیک تین بجے دارالعلوم کے خوبصورت وسیع ہال میں انجمن دائرۃ المعارف کا افتتاحی اجلاس بزیر صدارت تقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ منعقد ہوا جس میں عالی جناب مولوی حافظ قاری احمد اللہ خاں مظہر ربانی صاحب نے طلباء سے خطاب فرمایا۔ اس مقدس مدرسہ اور اکل حلال

کے فیوضات و برکات سے آگاہ کرتے ہوئے علم دین کی فضیلت اور علمائے کرام کے کارناموں سے طلباء کو روشناس کرایا اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین فرمائی، نیز موصوف نے امام شافعی علیہ الرحمہ کی علمی صلاحیت پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ خلیفہ ہارون رشید کی بیوی ملکہ زبیدہ نے ایک مرتبہ خلیفہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم جہنمی ہو تو خلیفہ نے برجستہ زبیدہ سے کہا کہ اگر میں جہنمی ہوں تو تم کو تین طلاق - چونکہ خلیفہ کو اپنی بیوی سے حد درجہ محبت تھی جس کے باعث پریشان ہو کر علمائے کرام کی جماعت کو طلب فرمایا اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ بڑے بڑے جید علماء اس مسئلہ کو سلجھانے میں الجھے رہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو اس زمانہ کے علماء میں بہت ہی کم سن عالم تھے آپ نے اپنی خدادا صلاحیت و فطانت سے مسئلہ کو بآسانی سلجھا دیا۔ خلیفہ سے آپ نے سوال کیا کہ اے خلیفہ؟ آپ کبھی گناہوں پر قادر ہوتے ہوئے بھی خوف خدا سے گناہوں سے باز آئے ہو؟ تو خلیفہ نے کہا ہاں! میں قدرت رکھتے ہوئے بھی کئی مرتبہ خوف خدا کی وجہ سے باز آیا ہوں، تو امام شافعیؒ نے فرمایا کہ آپ جہنمی نہیں، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ولمن خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی - جب آپ جہنمی نہیں تو پھر ملکہ پر تین طلاق واقع ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا - اس کے بعد ناظم دارالعلوم عالیجناب **حضرت مولانا ابو الحسن صدرالدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ** قادری مدظلہ العالی نے طلبائے عزیز سے علم دین کی تحصیل اور اس کے افادہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا و آخرت کی سرخروئی تحصیل علم دین پر مبنی ہے - بزرگان دین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تندہی کے ساتھ تحصیل علم میں کوشاں رہیں، اور حق و صداقت کے علمبردار بنے رہیں - نیز موصوف نے اسباق کے مطالعہ و تکرار پر سختی سے طلباء کو تاکید فرمائی اور کہا کہ مجھے امید ہے کہ تم فاضل مقرر کی پر از معلومات تقریر سے ضرور استفادہ کرو گے -

آخر میں جناب **سید عثمان پاشاہ قادری** صاحب بی کام نے تمام کا شکریہ ادا کیا - تقدس مآب صدر عالی قدر مدظلہ العالی کی دعاؤں پر جلسہ بحسن و خوبی اختتام پذیر ہوا -

انتخابی اجلاس

مورخہ ۱۲ ماہ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۲ ماہ ستمبر ۱۹۸۴ء بروز یکشنبہ شام کو ہر سال دارالعلوم

میں انجمن دائرۃ المعارف کی جانب سے مانیٹر، سکریٹری، کیپٹن وغیرہ کے عہدوں کے لئے انتخابات منعقد ہوتے ہیں جس میں خود طلباء اپنی جانب سے مختلف عہدوں کے لئے طلباء کا انتخاب کرتے ہیں۔ بعض اہم عہدوں کے لئے ناظم دارالعلوم اپنی جانب سے نام پیش کرتے اور طلباء کو انتخاب کا موقع دیتے ہیں۔

دارالتصنیف والاشاعۃ

بحمد اللہ امسال بھی سالنامہ "اللطیف" میں قطبؒ ویلور کی تصنیفات میں سے فصل الخطاب بین الخطاء والصواب، غایۃ التحقیق اور مکتوبات حضرت قطبؒ ویلور کے بعض ضروری مباحث کے تراجم و تلخیصات شامل اشاعت ہیں۔ نیز سلاسل عالیہ قادریہ پر مشتمل مخزن السلاسل کی آخری قسط بحمد اللہ افادۂ عام وخاص کے لئے پیش کی جارہی ہے تاکہ شائقین حضرات اس سے بھی فائدہ اٹھائیں۔

نوید مسرت

اس سال مارچ سنہ ۱۹۸۴ء میں ہونے والے مدراس یونیورسٹی کے امتحانات افضل العلماء، منشی فاضل، ادیب فاضل میں ہمارے طلباء نے سو فیصد کامیابی حاصل کی۔ اکثر درجۂ اول و دوم سے کامیاب ہوئے۔

دارالعلوم کے امتحانات

حسب سابق امسال بھی دارالعلوم میں تین امتحانات ہوئے۔ سہ ماہی، ششماہی، سالانہ۔ اول الذکر دو امتحانات اساتذۂ کرام نے لیا۔ سالانہ امتحان کے پرچے بیرونی علمائے کرام نے تیار کیا اور جوابات کی کاپیاں تصحیح کے لئے انہیں حضرات کے پاس بھیجی گئیں۔

اسباب صحت

طلباء اپنی سستی اور کسلا پن کو دور کرنے اور دل و دماغ کو ترو تازہ چالاک بنانے کے لئے دارالعلوم کے میدان میں بعد نماز عصر بیٹ منٹن، والی بال، اٹنی کائٹ، کبڈی جیسے بہترین کھیلوں سے دلچسپی لیتے رہے۔

جلسۂ عبا پوشی و تقسیم اسناد

۱۰ / شعبان المعظم سنہ ۱۴۰۵ھ دارالعلوم کے مزین و خوب صورت ہال میں صبح کے ٹھیک دس بجے دارالعلوم کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت سرپرست دارالعلوم فضیلت انتساب اعلیحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ

محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی نے فرمائی جس میں مقامی و بیرونی علمائے کرام و حکماء اور مقتدر علم دوست حضرات کثیر تعداد میں مدعو تھے۔ تقدس مآب اعلیٰحضرت قبلہ مدظلہ العالی نے بنفس نفیس اپنے دستِ فیض اقدس سے فارغین کو عبا پوشی اور اسناد عطا فرمایا۔

جلسۂ تقسیم انعامات

اسی دن شام میں منعقد ہونے والی دوسری نشست میں درسیات، مقالہ نویسی، مقابلہ تحریر اور گیمس و اسپورٹس میں اول و دوم آنے والے طلباء کو اور ان عہدیداروں کو جو سال بھر اپنی عمدہ خدمات کو پیش کیا تھا انہیں قیمتی انعامات سے نوازا گیا۔

ہدیۂ تشکر

ادارہ ان تمام اطباء و ڈاکٹروں کا تہِ دل سے مشکور ہے جنہوں نے وقتاً فوقتاً ہمارے طلباء و اساتذہ کی تشخیص علاج فرماتے رہے نیز اُن مدیرانِ اخبار کا بھی مشکور ہے جو دارالعلوم کی کارروائیوں کو شائع کرتے رہے۔

ادارہ خصوصیت کے ساتھ جناب کے۔ یم عبدالمتین صاحب مالک الکٹرک قومی پریس بنگلور کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے سلیقہ مندی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اللطیف کی اشاعت کا اہتمام فرمایا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے دارالعلوم سے عقیدت و محبت رکھنے والوں کو دین و دنیا میں کامیاب و کامران فرمائے۔ آمین۔

جواہر القرآن

تفسیر وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا

از:-
مولوی حافظ ابو النعمان
بشیر الحق قریشی دھونی
اُستاد دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطبؒ ویلور

....

رُوئے زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو، اور وہ ہر ایک کے مستقر (یعنی وہ کہاں رہتا ہے) اور مستودع (یعنی وہ کہاں دفن ہوتا ہے) کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اور یہ تمام چیزیں علم الٰہی میں رہنے کے ساتھ ساتھ لوح محفوظ میں مندرج ہیں۔

کائنات میں نہ صرف انسان بلکہ خشکی وتری کے تمام جاندار اور حشرات الارض کے رزق کی کفالت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے اوپر ازراہِ رحمت واجب کر لیا ہے۔ اور وہ ہر ایک کو رزق وہاں پہنچاتا ہے، جہاں کہیں وہ جاندار مستقل سکونت پذیر ہے یا چند روز اقامت گزیں رہے۔

دابّہ :- بائے موحدہ تشدید کے ساتھ پڑھا جائے گا جس کا معنی ہے مادبَّ الارض یعنی جو چیز زمین پر رینگے یا حرکت اور سیر کرے۔

دابۃ :- ہر اس ذی روح جاندار کا نام ہے جو مذکر ہو یا مؤنث، عاقل ہو یا غیر عاقل، اور یہ لفظ دبیب سے ماخوذ ہے۔ اور اصلاً یہ لفظ سرسراہٹ و رینگنے اور حرکت وسیر کے معنی میں مستعمل ہے۔ عرف میں چوپائے کے لئے اور عرف خاص میں گھوڑے کے لئے بولا جاتا ہے اور آیتِ طیبہ میں لغوی معنی مراد ہے اور اسی پہ تمام مفسرین کرام کا اتفاق ہے۔

صاحب رُوح المعانی نے لفظ دابۃ سے متعلق یہ گراں قدر تصریح پیش کی ہے، الدابۃ اسم لکل حیوان ذی روح ذکرا کان او انثیٰ عاقلا أو غیرہ وماخوذ من الدبیب۔ وھو فی الاصل المشی الخفیف واختصت فی العرف بذوات القوائم الاربع وقد تخص بالفرس والمراد بھا ھنا المعنی اللغوی باتفاق المفسرین۔

رزق: ہر وہ شئی جس سے جاندار اپنی غذا

حاصل کرے اور جس کے ذریعہ اس کے جسم و روح کو نشو نما اور بقا حاصل ہو۔

مستقر: حضرت ابن عباس فرماتے ہیں مستقرھا المکان الذی تأوی الیہ فی لیل أو نھار، مستقر وہ جگہ اور مکان ہے جس میں کوئی جاندار رات یا دن میں اپنا ٹھکانہ بنا لیتا ہے۔

مستودع: مفسر مذکور لکھتے ہیں مستودعھا المکان الذی تدفن فیہ بعد الموت مستودع وہ جگہ ہے جہاں انسان موت کے بعد دفن ہو۔

صاحب کشاف نے ان لفظوں کی تفسیر کی ہے کہ مستقر وہ مقام ہے جہاں کوئی شخص مستقل سکونت اختیار کرے اور مستودع وہ جگہ ہے جہاں کوئی شخص عارضی سکونت اختیار کرے۔

کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے جس میں مخلوقات کی عمر، روزی اور عمل وغیرہ کی تفصیل ان کی تخلیق سے قبل ہی درج کی گئی ہے جیسا کہ صاحب تفسیر الخازن رقمطراز ہیں کل ذلك مثبت فی اللوح المحفوظ قبل خلقھا۔

اللہ تعالیٰ جو تمام مخلوقات کا خالق اور رب ہے اور وہ علیم و خبیر ہونے کے باعث ہر مخلوق کی پیدائش سے لے کر موت تک کی قیام گاہوں سے خوب واقف ہے اور اس نے ازل ہی میں ہر ذی روح کے لئے رزق کی مقدار متعین کر دی ہے چنانچہ ہر ایک کو اسی قدر روزی اسباب اور بغیر اسباب کے ضرور پہنچا تا رہے اور اپنی مخلوقات پہ رؤف و رحیم، اور کریم ہونے کے باعث روزی رسانی کا وعدہ بھی خود ہی فرما دیا ہے اور اللہ کے وعدہ کی سچائی و صداقت سے کس کو شبہ ہو سکتا ہے، تاہم انسانوں کے دلوں میں اپنی رزاقیت پہ اعتماد و توکل اور بھروسہ و یقین پیدا کرنے کے لئے لفظ علی کا استعمال کیا ہے، جو فرائض و واجبات کے لئے مستعمل ہے۔

بعض آثار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متعلق یہ واقعہ منسوب ہے جس کو صاحب روح المعانی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت کے بعد مصر جانے کا حکم دیا گیا تو بتقاضائے بشریت آپ کے دل میں یہ خیال گذرا کہ میں اپنی زوجہ کو جنگل و بیابان میں تنہا چھوڑ کر آیا ہوں۔ اس کا کون متکفل ہوگا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اے موسیٰ سامنے والی پتھر کی چٹان پہ عصا ماریں۔ آپ نے حکم کی تعمیل کی چٹان پھٹ پڑی اور اس کے اندر سے ایک اور چٹان نمودار ہوئی۔ حکم ملا اس پہ بھی عصا ماریں۔ آپ نے دوسری چٹان پہ بھی ضرب لگائی اور وہ بھی پھٹ گئی اور اس کے اندر سے تیسری چٹان برآمد ہوئی۔

اس پہ بھی عصا سے مارنے کا حکم ہوا تو آپ نے ایک اور ضرب لگائی جس سے یہ بھی شق ہو گئی، اور اس کے اندر ایک جانور دکھائی دیا جس کے منہ میں مکئی جیسی کوئی چیز ہے جو اس کے لئے غذا کا کام دے رہی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سنا وہ جانور یہہ تسبیح بیان کر رہا ہے۔ سبحان من یرانی ویسمع کلامی ویعرف مکانی ویذکرنی ولاینسانی۔

اللہ کی ذات پاک اور بے عیب ہے۔ وہ مجھے دیکھ رہا ہے، میری فریاد سن رہا ہے۔ میری قیام گاہ کو جانتا ہے، مجھے یاد رکھتا ہے اور بھلا نہیں دیتا۔

امام قرطبی نے ابو موسیٰ اور ابو مالک وغیرہ قبیلہ اشعریین کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ یہ لوگ ہجرت کر کے مدینۂ منورہ پہنچے تو جو کچھ ان کے پاس توشہ اور کھانے پینے کا سامان تھا وہ ختم ہو گیا۔ انہوں نے اپنا ایک آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس غرض سے بھیجا کہ ان کے لئے کھانے پینے کا کچھ انتظام کریں۔ یہ شخص جب حضور اکرمؐ کے گھر پہنچا، تو اندر سے آواز آ رہی تھی کہ آپ یہ آیت کریمہ تلاوت فرما رہے ہیں: وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔

اس شخص کو یہ آیت سن کر خیال آیا کہ جب اللہ نے سب جانداروں کا رزق اپنے ذمہ لے لیا ہے تو پھر ہم قبیلہ اشعریہ کے لوگ اللہ کے نزدیک دوسرے جانوروں سے گئے گذرے نہیں ہیں، وہ ضرور ہمیں بھی رزق عطا فرمائے گا۔ یہ خیال کرتے ہوئے وہیں سے واپس ہو گیا اور حضور اکرمؐ کو کچھ نہیں بتلایا۔ لوٹ کر اپنے ساتھیوں سے کہا خوش ہو جاؤ، تمہارے لئے تو اللہ کی مدد آئے گی۔ اس کے ساتھیوں نے سمجھ لیا کہ اس نے حضور اکرمؐ سے ہماری حاجت بیان کر دی ہے۔ سب مطمئن بیٹھ گئے۔ کچھ دیر گذرنے نہیں پائی تھی کہ دو آدمی گوشت اور روٹیوں سے بھرے برتن اٹھا لائے، اور سب لوگ خوب شکم سیر ہوئے۔ مزید گوشت اور روٹیاں رہ گئیں تو لوگوں نے مناسب سمجھا کہ باقی کھانا حضور اکرمؐ کے پاس بھیج دیں تاکہ آپ اوروں کی ضرورت میں صَرف فرما دیں۔ چنانچہ دو آدمیوں کے ذریعہ یہ کھانا حضور اکرمؐ کے پاس بھیج دیا گیا۔ اور کچھ دیر کے بعد یہ سب لوگ بھی بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کا عنایت کردہ کھانا بہت ہی نفیس ولذیذ اور کافی مقدار میں تھا۔ ہم خوب سیراب ہوئے۔ اس پہ آپ نے ارشاد فرمایا، میں نے تو کوئی کھانا نہیں بھیجا۔ اس وقت پہلی مرتبہ کھانا طلب کرنے والے صاحب نے سارا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کھانا اس ذات قدوس نے بھیجا ہے

جس نے ہر جاندار کی روزی اپنے ذمہ لی ہے۔

بخاری شریف میں عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کی پیدائش سے قبل ہی چار چیزیں اس کے متعلق لکھی جاتی ہیں۔ ایک اس کا عمل جو کچھ کہ وہ دنیا میں کرے گا۔ دوسری چیز اس کی عمر، تیسری چیز اس کی موت کہ کہاں واقع ہوگی اور وہ شخص کس جگہ دفن ہوگا، اور چوتھی چیز اس کا رزق کہ اس کو کتنا اور کس کس طریقے سے پہنچے گا۔

مسلم میں عبداللہ عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان و زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات کی تقدیریں لکھ دی ہے۔

ان ارشادات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہر بندہ کا رزق اور اس کے حصول کے طریقے اور رزق کی مقدار اور نوعیت ساری چیزیں ازل ہی میں طے کر دی گئی ہیں۔ حضرت مولانا رکن الدین محمد سید شاہ ابوالحسن قادری قرنی ویلوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ "خلاصۃ العرفان" میں لکھتے ہیں، حق سبحانہ، وتعالیٰ نے موجودات کی قسمت کو خواہ وہ دنیاوی معاملے ہوں یا دینی معاملے ہوں، یا آخرت کے معاملے ہوں، ہر ایک کا حصہ متعین فرما دیا ہے۔ چنانچہ ہر دانے پر کھانے والے ذی رُوح کا نام لکھ دیا ہے۔ اور ہر عورت پر اس کے نکاح کرنے والے کا نام لکھ دیا ہے، اور ہر قطرہ پر پینے والے کا نام اور ہر لباس پر اس کے پہننے والے کا نام اور ہر درہم و دینار پر اس کے خرچ کرنے والے کا نام اور ہر مکان اور جگہ پر اس کے رہنے والے کا نام مثلاً ایک دیگ میں کھانا پکائیں، دانوں میں سے کوئی دانہ کسی کے نام کا دوسرے کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور کسی نہر، حوض اور کنوئیں سے کوئی ایک قطرہ کسی کے حصّے کا دوسرے کو نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح تمام ذکر کی ہوئی چیزیں اور آخرت و دنیا کے اُمور ہر ایک کے نام سے مقرر ہیں۔ اور ہر چیز کی کامیابی وقت سے مربوط ہے۔ جب وقت آئے گا تو خود کامیاب ہو جاؤ گے۔ اس لئے کہ ہر ایک کا حصّہ بہر حال اس کو پہنچنا ہی ہے، اگرچہ کہ وہ پہاڑ کے نیچے ہی کیوں نہ رہتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے یقین کے حساب کے دائرہ سے ایک چیز بھی باہر نہیں۔

سابقہ توضیحات سے یہ نتیجہ اخذ نہ کیا جائے کہ جب انسان کے رزق کی ذمہ داری اللہ پر ہے اور وہ روزی متعین اور مقرر کر دیا ہے تو پھر حصولِ رزق کے لئے جدوجہد اور سعی و عمل کی کیا ضرورت ہے۔ واضح رہے کہ اسباب سے بھری ہوئی

اس دنیا میں ہر چیز سبب ہی کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے اور یہاں ہر ایک کو اپنا رزق سعی و کوشش اور عمل کے ذریعہ ہی حاصل کرنا ہوگا، اور یہی مشیتِ الٰہی بھی ہے اور اللہ نے زمین اور اسکی سب چیزیں انسان کے لئے پیدا کی ہے تاکہ وہ کائنات اور اس میں ودیعت کردہ نعمتوں اور برکتوں سے حرکت و عمل کی راہ سے استفادہ کرتا رہے۔

سورۃ الجمعہ میں کہا گیا فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔ جب نماز پڑھ چکے تو اللہ کی زمین میں پھیل جاؤ، اور اللہ کا فضل یعنی رزق تلاش کرو۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ کا حق تو ادا کر چکے، اب رزق طیب اور معاش کی طرف متوجہ ہو جاؤ تاکہ معاد کے ساتھ ساتھ تمہاری معاش بھی بہتر رہ سکے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

کوئی رزق اس رزق سے بہتر نہیں جس کو انسان نے خود اپنے ہاتھوں سے کمایا ہو، اور بے شک اللہ کے پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام محنت کر کے اپنا رزق حاصل کرتے تھے۔

ایک حدیث شریف میں حضور اکرمؐ نے رزق طیب کے حصول کے لئے جدوجہد کرنا ضروری اور واجب قرار دیا۔

طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ فرض کی ادائیگی کے بعد حلال روزی کا طلب کرنا بھی فرض ہے۔

ایک اور حدیث میں فرمایا، جو شخص مانگنے اور سوال کی ذلت سے بچنے کے لئے اور اپنے اہل و عیال کی روزی کے لئے اور اپنے ہمسایہ کے ساتھ مہربانی کرنے کے لئے حلال طریقوں سے مال و دولت کی تحصیل کرے گا تو وہ اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ اسکا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا اور دمکتا رہے گا۔

غرض ایک مومن کو حصول رزق کے لئے جائز اور مشروع اسباب و وسائل کو اختیار کرتے ہوئے حلال روزی اور رزق طیب حاصل کرنا چاہئے چنانچہ صحابۂ کرام تجارت اور زراعت اور بعض حالات میں اجرت و مزدوری کے ذریعہ رزقِ طیب حاصل کرتے تھے جس کی بے شمار مثالیں ہمیں صحابۂ کرام کی سیرت و سوانح میں پھیلی نظر آتی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں، دین تمہارے معاد کے لئے معاون ہے، اور مال و دولت تمہاری معاش کے لئے معین ہے، جس شخص کے پاس مال نہ ہو اس سے کسی خیر اور بھلائی کی امید بھی نہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے

ہیں، بہترین آدمی تو وہی ہے جو دنیا کے خاطر اپنی آخرت خراب نہ کرے، اور آخرت کے خاطر اپنی دنیا خراب نہ کرے۔

حصولِ معاش کے لئے شریعتِ مطہرہ نے جہاں مختلف جائز اسباب اور وسائل کو اپنانے کی ترغیب دی ہے وہاں گداگری اور دستِ سوال دراز کر کے رزق حاصل کرنے کی مذمت کی ہے۔ تاکہ امت کے چند افراد بھی سستی و کاہلی اور مفت خوری کا شکار نہ ہوں۔ چنانچہ ایک انصاری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ طلب کیا تو آپؐ نے فرمایا کیا تمہارے گھر کوئی چیز ہے؟ سائل نے جواب دیا۔ صرف ایک ٹاٹ اور پیالہ ہے۔ آپؐ نے دونوں چیزیں پیش کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ چیزیں حاضر ہوئیں تو آپؐ نے دو درہم میں نیلام فرمایا۔ اور سائل سے کہا ایک درہم اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو اور ایک درہم سے کلہاڑی خریدو، اور اس کے بعد فرمایا جاؤ، جنگل میں لکڑیاں کاٹ کاٹ کر بیچتے رہو۔ چنانچہ سائل چلا گیا، اس واقعہ کے پندرہ دن بعد جب وہ سائل دوبارہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا تو اس کے پاس دس درہم تھے۔ حضور سرورِ عالم نے فرمایا۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن سوال تمہارے چہرہ پر چھالا بن کر نمودار ہوتا۔ مزید ارشاد فرمایا سوال تو صرف تین آدمیوں کے لئے جائز ہے ایک انتہائی مفلس و محتاج کے لئے، دوسرا تاوان والے کے لئے۔ تیسرا دیت والے کے لئے۔

ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری صراحت کے ساتھ تاکید فرمائی کہ جو شخص لوگوں سے مانگتا پھرے حالانکہ وہ فقر و فاقہ میں مبتلا نہیں ہے تو قیامت کے دن اس حال میں آئیگا، کہ اس کے چہرے پر سے گوشت نوچ لیا گیا ہوگا۔

معاش و روزی کے باب میں افلاس و تنگ دستی سے محفوظ رہنے کے لئے اور دنیوی زندگی بہتر بنانے اور مستقبل کو خوشگوار و پُرمسرت بنانے کے لئے مال و دولت کو جمع کرنا بھی ایک مشروع اور مستحسن عمل ہے جیسا کہ ایک جلیل القدر بزرگ تابعی حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

انسانوں پر ضرورتیں اور حاجتیں غالب آگئی ہیں، تحصیل رزق کے لئے مالداروں کے در پر جا کر ذلت و خواری اٹھانی پڑتی ہے۔ مال و دولت ایک مسلمان کے لئے سپر اور ڈھال ہے جس کے ذریعہ سے وہ مصیبتوں و تکلیفوں اور حادثات کے تیروں کے آزار و تکلیف سے محفوظ

رہ سکتا ہے اور اپنی ضرورتوں کے وقت پیدا امراء کے دروازوں پر جانے سے مستغنی رہتا ہے۔ اگر ہمارے نزدیک درہم و دینار نہ ہو تو یہ دولت مند لوگ ہمیں ذلیل و خوار سمجھیں گے اور جس کسی کے نزدیک مال ہے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے مال کو تلف اور ضائع نہ کرے بلکہ تجارت اور زراعت کے ذریعہ ترقی دے کیونکہ یہ ایسا دور ہے اگر کوئی شخص انتہائی مفلس ہوگا تو وہ سب پہلے اپنے دین کو دنیا کے بدلہ ہاتھ سے دے دیگا۔

نیز فرمایا حلال مال میں اسراف کی گنجائش نہیں یعنی مال حلال اور جائز دولت کو احتیاط سے خرچ کرنا چاہیئے تاکہ عرصہ دراز تک باقی رہے اور دین و ملت کی تقویت کا باعث ہو۔

حضرت سفیان ثوری کے فکر و خیال کی تائید ایک حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ کاد الفقران یکون کفراً۔ افلاس و غریبی انسان کو کفر کے قریب پہنچا دیتی ہے۔

رزق کے باب میں ایک اور بات کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ اسباب و وسائل اور ذرائع اپنانے کے باوجود مومن کی نظر اور اس کا اعتماد مسبب الاسباب پر ہونا چاہیئے اور یہی رزاق مطلق پر توکل کی نشانی ہے۔ توکل کا مفہوم

یہ نہیں کہ اسباب ترک کر دئے جائیں بلکہ اسباب پر اعتماد و بھروسہ ترک کر دیا جائے۔ یہ اور بات ہے کہ بعض اہل اللہ اور صوفیاء کی زندگیوں میں یہ چیز دکھائی دیتی ہے کہ انہوں نے اللہ کی رزاقیت پر ایسا اعتماد کیا کہ ان کی نگاہوں سے حصولِ رزق کے طریقے بھی اوجھل ہو گئے۔ یہ چیز ان نفوسِ قدسیہ کے کمال ایمان کی نشانی ہے اور جس کسی کو بھی توکل علی اللہ کا یہ درجہ حاصل ہو گیا ہے اور اللہ کی رزاقیت پر اس کے توکل کا بھی وہی عالم ہے جو اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے تو وہ بھی اسباب و وسائل کو نظر انداز کر سکتا ہے۔

حضرت عمرؓ کی روایت ہے قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لو انکم تتوکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو اخماصا و تروح بطانا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم بھی اللہ پر توکل کرتے جیسا کہ توکل کا حق ہے تو وہ ضرور تم کو بھی روزی دیتا جیسا کہ پرندوں کو روزی دیتا ہے۔ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو اپنے آشیانوں میں شکم سیر واپس آتے ہیں۔

غرض کسی شخص کو اللہ کی رزاقیت پر کامل

اعتماد و توکل ہو جائے اور اس کا دل اللہ پر ٹھہر جائے تو جنگلوں میں بیٹھ جانے پر بھی روزی پہنچ سکتی ہے۔ یہ تو قلب کا عمل ہے اور ہر ایک کے قلب کی کیفیت جداگانہ ہوتی ہے۔ چنانچہ قدوۃ السالکین حضرت سیدنا شیخ محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری المعروف بہ قطب ویلور کی زندگی کا ایک عبرت خیز واقعہ ہے کہ آپ اپنے تلامذہ اور مریدین کے حلقہ میں رونق افروز تھے، ایک درویش نما آدمی تشریف لائے اور آپ سے پوچھا اللہ تعالیٰ جو رازق مطلق ہے اگر میں ویلور کے پہاڑ کے اوپر جا بیٹھوں تو کیا وہ مجھے رزق پہنچائیگا؟ حضرت نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہیں وہاں روزی نہیں پہنچائے گا۔ درویش نے پوچھا کیوں؟ ــــ ارشاد فرمایا، جب تک تمہارا دل نہ بیٹھے اللہ نہیں دیگا۔ درویش یہ کہتے ہوئے روانہ ہوگئے کہ واقعی آپ نے صحیح فرمایا۔

حاصل کلام خالق و رازق نے ازل ہی میں ہر انسان کا رزق اور اس کی کمیت و کیفیت، اور نوعیت سب کچھ کتاب مبین میں مندرج، اور منضبط کر دیا ہے اور اسی کے مطابق ہر شخص کو اس کی مقدور روزی پہنچتی رہے گی، اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بالغ حکمت اور عمیق مصلحت ہے کہ اس نے انسانوں کے درمیان رزق کی تقسیم میں مساوات ملحوظ نہیں رکھی، بلکہ دوسری نعمتوں کی طرح بعض افراد کو بعض پر فضیلت دی اور یہ عدم مساوات اور تفاوت بھی انسانوں کے لئے رحمت ہے کیونکہ ہر آدمی کے لئے روزی فراخ کر دی جاتی تو معاشرہ کا نظم و نسق قائم نہیں رہ سکتا اور رزق اور اس کے وسائل کی فراوانی سے تمام انسانوں میں سرکشی اور طغیانی پھیل جاتی جیسا کہ اللہ نے اپنے کلام مقدس میں ارشاد فرمایا:

ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء انہ بعبادہ خبیر بصیر۔

اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کے لئے روزی فراخ کر دیتا تو وہ دنیا میں سرکشی اور شرارت کرنے لگتے۔ لیکن جتنا رزق چاہتا ہے انداز و مناسبت سے ہر ایک کے لئے اُتارتا ہے اور وہی اپنے بندوں کے مصالح کو خوب جاننے والا ہے اور ان کی حالت دیکھنے والا ہے۔

جواہر الحدیث

از مولوی
حافظ ابو النعمان بشیر الحق
قریشی ادھولی استاذ
دار العلوم لطیفیہ ویلور

گذشتہ اور پیوستہ شمارہ میں علامات قیامت اور شفاعت سے متعلق احادیث کا انتخاب پیش کیا گیا تھا اب موجودہ شمارہ میں جنت اور دوزخ سے متعلق ارشادات نبوی ﷺ کا کچھ حصہ ضروری تشریحات کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

انسان کی ابدی اور دائمی قیام گاہ آخرت ہے، چنانچہ خالق کائنات۔ نے ابو البشر حضرت آدم ؑ کو ان کی تخلیق و پیدائش کے بعد اپنے فضل و کرم سے جنت میں جگہ عطا کی تھی، شیطانی وساوس کے باعث ان سے خطا کا صدور ہوا تو بہشت سے نکالے گئے، اور زمین پر بھیجے گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قلنا اھبطوا منھا جمیعا فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون والذین کفروا وکذبوا بآیتنا اولئک اصحب النار ھم فیھا خلدون (البقرہ)

"ہم نے کہا تم سب اتر جاؤ پھر میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو شخص بھی اسکی پیروی کریگا، اس کے لئے کوئی خوف اور حزن نہیں ہوگا اور جو شخص بھی اس ہدایت کی پیروی نہیں کرے گا اور ہماری نشانیاں جھٹلائے گا وہ دوزخی ہوگا جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیگا"۔

اور حضرت آدم ؑ یہاں پہنچنے کے بعد ان سے نسل انسانی کا سلسلہ چل پڑا اور زمین پر ایمان و طاعت کی جلوہ نمائی کے ساتھ کفر و معصیت کا ظہور ہوا۔ اور اللہ نے کتب و صحائف اور انبیاء و مرسلین کے ذریعہ ہدایت کا سلسلہ جاری فرمایا اور تمام انبیائے کرام نے نسل آدم کے سامنے ایمان و رسالت، حشر و نشر، جزا و سزا اور اخروی زندگی کی ابدیت کی تشریح فرمائی اور ان حقائق کو قبول کرنے کی دعوت دی، قرآن کریم کا ارشاد ہے رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل (النساء)۔ خوش خبری دینے والے اور

خوف سنانے والے پیغمبر اس لئے ہم نے بھیجا تاکہ لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے سامنے ان پیغمبروں کی بعثت کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہے ۔

اور انبیاء نے انسانوں کو اس حقیقت سے بھی آگاہ کیا کہ یہ موجودہ دنیا جس کی رعنائیوں پر تم فریفتہ ہو رہے ہو، یہ تو تمہاری عارضی سکونت گاہ ہے جس کی حقیقت اخروی زندگی کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے ۔ آخری صحیفۂ سماوی نے اس مفہوم کی ترجمانی ان الفاظ میں کی ہے وما ھذہ الحیوٰۃ الدنیا الا لھو ولعب وان الدار الاٰخرۃ لھی الحیوان لوکانوا یعلمون (العنکبوت) اور یہ دنیوی زندگی کی حقیقت بجز لہو ولعب کے اور کچھ نہیں ۔ اصل زندگی تو اخروی حیات ہے ۔ اگر لوگ اس حقیقت سے واقف ہوتے تو ایسا فریفتہ نہیں ہوتے ۔

بل تؤثرون الحیوٰۃ الدنیا والاٰخرۃ خیر وابقیٰ (الاعلیٰ) دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو حالانکہ اخروی زندگی ہی بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے ۔

آسمانی تعلیمات اور ربانی ہدایات کے مطابق نسلِ انسانی کے وہی افراد جنت اور اس کی نعمتوں کے حقدار قرار پائیں گے جو ایمان سے مشرف ہوئے اور اعمالِ صالح انجام دیا ۔ قرآن کریم کی بشارت ہے والذین اٰمنوا وعملوا الصالحات اولٰئک اصحٰب الجنۃ ھم فیھا خٰلدون (البقرہ) جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیا، یہی لوگ اصحاب الجنۃ ہیں جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۔

اور جو افراد کفر و شرک کے دلدل میں پھنسے رہے اور اسی حالت میں دنیا سے سدھار گئے تو وہ دوزخ اور اس کی لرزہ خیز مصیبتوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گرفتار کئے جائیں گے ۔ ان الذین کفروا وماتوا وھم کفار اولٰئک علیھم لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین خٰلدین فیھا لا یخفف عنھم العذاب ولا ھم ینظرون (البقرہ) بے شک جن لوگوں نے کفر و شرک کی راہ اختیار کی اور اسی حالتِ کفر میں مرگئے ان پر اللہ فرشتوں اور سارے آدمیوں سب کی لعنت ہے اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، ان کے عذاب میں کوئی کمی نہیں ہوگی ۔ اور نہ ہی ان کو مہلت دی جائے گی ۔

خاتم الانبیاء سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی زندگی کی بے ثباتی، اخروی زندگی کا دوام وثبات، جنت اور اس کی نعمتوں، دوزخ اور اس کی ہولناکیوں کو مختلف اسالیب کے ذریعہ پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ۔

کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل

دنیا میں ایک اجنبی مسافر کی طرح زندگی بسر کرو۔

یعنی ایک مسافر کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے گھر سے نکلنے کے بعد جلد سے جلد گھر واپس لوٹنے کی فکر اور سعی میں لگا رہتا ہے اور اپنے سفر کے دوران عارضی قیام گاہوں اور ان کی رنگینیوں میں اُلجھ کر نہیں رہتا بلکہ اپنے گھر کے آرام و آسائش کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اسی طرح دنیا میں ایک مومن کا کردار بھی یہی ہونا چاہئے کہ وہ دنیا میں الجھ کر نہ رہے بلکہ آخرت کی طرف لوٹنے کی فکر میں رہے۔

الدنیا مزرعة الاخرہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے یعنی اس دنیا کو آخرت کے لئے استعمال کرو جس طرح دانہ کھیت میں غلہ اور اناج حاصل کرنے کے لئے ڈالا جاتا ہے اسی طرح دنیا میں اعمالِ صالحہ کی بیج ڈالو تاکہ آخرت میں جزا اور ثواب کا غلہ حاصل کر سکو۔

الدنیا جیفة وطالبها کلاب

دنیا ایک مردار ہے جس کا طالب کتا ہے' مراد یہ ہے کہ دنیا ہی پر مر مٹنا اور آخرت کو فراموش کر دینا یہ ایک ایسا عمل ہے جس کا نتیجہ اُخروی زندگی میں سوائے نقصان و خسران کے کچھ نہیں۔

مسند و مواقع پر زبان نبوت ان الفاظ میں اُخروی حیات کی اہمیت واضح کی لا عیش الا عیش الآخرہ یعنی دنیوی زندگی تو کوئی چیز نہیں، حقیقی زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے۔

موجودہ دنیا کا فنا ہو جانا ہی قیامت کا قیام ہے اور اس وقت انسانوں کو جمع کیا جائے گا۔

لیوم عظیم یوم یقوم الناس لرب العالمین (التطفیف) ایک بڑے ہی سخت ہولناک دن میں زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے جس دن سارے انسان رب العلمین کے سامنے کھڑے ہونگے، اور اس کے بعد ہر ایک سے اس کے اعمال کی بازپرس ہوگی اور اس کے سامنے اس کے اعمال کا دفتر کھول کر رکھ دیا جائے گا جس میں ہر چھوٹا اور بڑا عمل درج رہے گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا و سزا دی جائیگی، چنانچہ قرآن نے فرمایا وکل انسان الزمنٰه طٰئرہ فی عنقه ونخرج له یوم القیمة کتٰبا یلقٰه منشورا۔
(بنی اسرائیل)

اور ہم نے ہر شخص کا عمل اسکے گلے کا ہار بنا رکھا ہے' قیامت کے دن اس کا نامۂ اعمال اس کے لئے نکال کر سامنے کر دیں گے جسکو وہ کھلا ہوا دیکھ لے گا۔

یقولون یٰویلتنا مال هٰذا الکتٰب لایغادر صغیرة ولا کبیرة الا احصٰها ووجدوا ما عملوا حاضرا ولا یظلم ربک

احدا۔ (الکہف)

مجرمین کہیں گے کہ ہائے بدنصیبی! اس نامۂ عمل نے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا ہے اور نہ کوئی بڑا گناہ بلکہ اس نے سب کچھ قلم بند کیا ہے، اور ان لوگوں نے جو کچھ کیا تھا وہ سب موجود پائیں گے۔ پروردگار کسی بندہ پر ظلم نہیں کرے گا۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ، ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ (الزلزال)

جو شخص دنیا میں ذرہ برابر نیکی کریگا وہ اسکو وہاں دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر برائی کرے گا، وہ اس کو بھی دیکھ لے گا۔

الیوم تجزون بما کنتم تعملون (الجاثیہ) آج تم کو تمہارے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ ملے گا۔

اہل ایمان میں سے جو افراد بدقسمتی سے گناہ ومعصیت کے مرتکب رہے انہیں جہنم کی سزا بھگتنے کے بعد جنت میں داخل کیا جائے گا۔ چنانچہ بخاری شریف کی حدیث ہے حتیٰ اذا ھذبوا ونقوا اُذن لھم فی دخول الجنۃ یہاں تک کہ جب گناہ گار چھٹ جائیں گے اور پاک وصاف ہو جائیں گے تب ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت ملے گی۔ (صحیح البخاری)

اہل ایمان جنت میں داخل ہونے کا ایک سبب جہاں ان کا ایمان اور عمل صالح ہے تو وہاں دوسرا اہم ترین سبب شفیع المذنبین سیدنا وشفیعنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت عظمیٰ بھی ہے۔

حضرت جابرؓ کی روایت ہے یخرج من النار قوم بالشفاعۃ کانھم الثعاریر لوگ دوزخ سے ککڑیوں کے مانند نکلیں گے یعنی کثیر تعداد میں جنت میں داخل ہونگے (بخاری کتاب الشفاعۃ)

حضرت انسؓ اور حضرت جابرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات مقدسہ کے آخری لمحات کا ذکر کیا ہے کہ اللہ نے ملک الموت کو حکم دیا کہ بارگاہِ محمدیؐ میں اچھی شکل وصورت میں حاضری دیں تاکہ میرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی وحشت نہ ہو اور آپ کی اجازت سے روح اطہر کو آسانی کے ساتھ قبض کریں۔ چنانچہ ملک الموت بیت نبویؐ کے دروازے پر حاضر ہوئے اور ادب واحترام کے ساتھ آواز دی اور تین مرتبہ سلام پیش کیا اور اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہچان لیا اور بخوشی ومسرت اندر آنے کی اجازت دی۔ ملک الموت نے داخل ہو کر سلام پیش کیا اور آپ کے سامنے انتہائی تعظیم وتکریم کے ساتھ کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ

رب تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کی اجازت اور مرضی ہو تو روح مبارک کو قبض کروں۔ نبیؐ کریم نے فرمایا، ذرا توقف کیجیے تاکہ حضرت جبرئیلؑ پہنچ جائیں، اسی وقت جبرئیل امین تشریف لائے اور سلام پیش کرتے ہوئے عرض کیا یارسول اللہ الوداع الوداع یارسول اللہ الرحیل الرحیل وان ربك لمشتاق الیك،

یارسول اللہ وقت وداع اور ساعت رحیل آپہنچی ہے اور رب تعالیٰ آپ کی آمد کا مشتاق ہے اس وقت حضور اکرمؐ کی زبانِ مبارک سے نکلا یا اخی جبرئیل من لامتی من بعدی؟ اے میرے برادر جبرئیل! میرے بعد میری امت کا کون کفیل ہے۔

حضرت جبرئیل نے فرمایا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رب کریم آپ پر سلام کہہ رہا ہے اور فرماتا ہے کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کا کفیل و ذمہ دار ہوں۔ میری عزت اور جلال کی قسم، میں اپنی آنکھیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت کی نجات سے ٹھنڈی کروں گا اور جنت میں کوئی امت اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس کے اندر میرے حبیب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی امت داخل نہ ہوجائے، کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قرآن کریم میں یہ بشارت نہیں دی گئی ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ عنقریب ہم آپ کو اس قدر عطا کریں گے کہ آپ راضی و خوش ہوجائیں گے۔

اس پیغام و بشارت کو سننے کے بعد حضور اکرمؐ نے فرمایا، میری آرزو اب پوری ہوچکی اور میرا قلب اپنی وفات سے خوش و مطمئن ہے اور میں ہرگز پسند نہیں کروں گا کہ میری امت میں سے ایک شخص بھی دوزخ میں جائے۔

اس کے بعد ملک الموت نے روح اطہر کو قبض کیا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے علاوہ رب کریم کی شانِ رحیمانہ کی جلوہ نمائی بھی گناہ گار اہلِ ایمان کی نجات اور دخولِ جنت کا باعث ہوگی۔ حدیث قدسی ہے ان رحمتی وسعت علی غضبی، میری رحمت میرے غضب پر حاوی ہے۔

حضرت ابوسعیدؓ خدری کی روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا دخل اھل الجنۃ واھل النار النار یقول اللہ من کان فی قلبہ مثقال حبۃ خردل من ایمان فاخرجوہ فیخرجون (بخاری)

اہل جنت، بہشت میں اور اہل دوزخ جہنم میں داخل ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس کسی کا دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہو تو اس کو دوزخ سے نکالو۔

جنت اور دوزخ دونوں عالم آخرت کی چیزیں ہیں اور ان کی حقیقت کا فہم وادراک مادی اور عقلی نقطۂ نظر سے محال ہے اور ان کا تمام تر تعلق ایمان بالغیب سے ہے اور ان دونوں کے حق اور موجود ہونے کا سب سے زیادہ قوی ثبوت وحی آسمانی ہے اور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ اللہ نے جنت اور دوزخ دونوں کو پیدا کیا ہے۔ دوزخ ان افراد کی ابدی قیام گاہ ہے جو کفر وشرک کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ قرآن وحدیث میں متعدد مقامات پر جہنم اور اس کے دئے جانے والے عذاب اور عقاب کی تفصیل موجود ہے۔

ان الذین کفروا وصدّوا عن سبیل اللہ ثم ماتوا وھم کفار فلن یغفر اللہ لھم (محمد) بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کی راہ سے روکا پھر اسی حالت میں مر گئے وہ کافر ہی تھے اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو نہیں بخشے گا۔

انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ و مأواہ النار (المائدہ) جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دے گا اُس پر اللہ نے بہشت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

ثم لا یموت فیھا ولا یحییٰ (الاعلیٰ) پھر نہ اس میں مر ہی جائے گا اور نہ آرام کی زندگی جئے گا۔

تلفح وجوھھم النار وھم فیھا کالحون (المومنون) آگ کے شعلوں کی لپٹ ان کے چہروں کو جھلستی ہو گی، وہ اُن میں منہ بگاڑے پڑے ہوں گے۔

اذ الاغلال فی اعناقھم والسلٰسل یسحبون فی الحمیم ثم فی النار یسجرون (المؤمن) طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے، اور زنجیریں ان کو گھسیٹتے ہوئے کھولتے ہوئے پانی میں لے جاویں گے، پھر آگ میں جھونک دئے جائیں گے۔

فالذین کفروا قطعت لھم ثیاب من نار (الحج) جو لوگ کافر تھے ان کے لئے آگ کے کپڑے قطع کئے جائیں گے۔

فی سموم وحمیم وظل من یحموم لا بارد ولا کریم (الواقعہ) کفار آگ میں ہوں گے اور کھولتے ہوئے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں جو نہ ٹھنڈا ہو گا نہ فرحت بخش۔

وسقوا ماءً حمیما فقطع امعاءھم (محمد) ان کو کھولتا ہوا پانی پینے کو دیا جائے گا، جو ان کی انتڑیوں کو کاٹ کر رکھ دیگا۔

لیس لھم طعام الا من ضریع لا یسمن ولا یغنی من جوع (الغاشیہ)

ان کو بجز خار دار جھاڑ کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا جو انہیں نہ سیراب کرے گا اور نہ ان کی بھوک ختم کرے گا۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نارکم جزء من سبعین جزءً من نار جھنم (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصّہ ہے یعنی دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کی حرارت و تیزی کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

عن سمرۃ بن جندب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال منھم من تاخذہ النار الی کعبیہ ومنھم من تاخذہ النار الی رکبتیہ ومنھم من تاخذہ النار الی حجزتہ ومنھم من تاخذہ النار الی ترقوتہ (مسلم)

سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا دوزخ کی آگ کسی کو ٹخنے تک ہوگی کسی کو گھٹنے تک، کسی کو سرین و کمر تک، کسی کو حلق تک ہوگی۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اوقد علی النار الف سنۃ حتی احمرت ثم اوقد علیھا الف سنۃ حتی ابیضت ثم اوقد علیھا الف سنۃ حتی اسودت فھی سوداء مظلمۃ (ترمذی)

اس حدیث شریف میں دوزخ کی آگ کے طبقات کا ذکر ہے۔ یہ اللہ کے قول (یوم یحمی علیھا فی نار جھنم) کے معنی و مفہوم سے مناسبت رکھتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کا ایندھن ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگیا۔ پھر ایک ہزار سال تک جلایا گیا تو سفید ہوا پھر ایک ہزار سال گرم رکھا گیا تو سیاہ ہوگیا اور یہی ہے عذاب شدید۔

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ ھذہ الآیۃ اتقوا اللہ حق تقتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو ان قطرۃً من الزقوم قطرت فی دار الدنیا لافسدت علی اھل الارض معایشھم فکیف بمن یکون طعامہ (ترمذی)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی، اللہ سے ڈرو ایسا ڈرنا فی الحقیقت ڈرنا ہے، اور دیکھو دنیا سے نہ جاؤ مگر اس حالت میں کہ اسلام

پر ثابت قدم ہو۔

ارشاد فرمایا، زقوم کا ایک قطرہ زمین پر گرا دیا جائے تو زمین والوں کے معاش کو فاسد کر دے گا، پھر اس شخص کی کیا کیفیت ہوگی جس کے لئے یہی غذا ہو۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یدخل النار الا شقی قیل یا رسول الله ومن الشقی، قال من لم یعمل لله بطاعته ولم یترک لمعصیته (ابن ماجه)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں شقی آدمی ہی داخل ہوگا۔ پوچھا گیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شقی کون ہے؟ ارشاد فرمایا جو طاعت خداوندی میں اللہ کے لئے عمل نہ کرے اور نہ معصیت ترک کرے۔

عن انس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال حفت الجنة بالمکارہ و حفت النار بالشهوات (ترمذی)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مکروہات اور ناپسندیدہ چیزیں (جو دخولِ جنت میں رکاوٹ ہیں) جنت کو گھیری ہوئی ہیں جن کو دفع کئے بغیر جنت میں داخل ہونا مشکل ہے اور دوزخ شہوات وخواہشا نفسانیہ (جو دخول دوزخ کا باعث ہیں) سے گھری ہوئی ہے، جو کوئی شہوات میں الجھ جائے گا، وہ دوزخ میں چلا جائے گا۔

جنت اہل ایمان نکوکار افراد کی دائمی سکونت گاہ ہے جس کا وعدہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مقدس میں ان الفاظ میں کیا ہے۔ والذین آمنوا وعملوا الصلحت سندخلهم جنت تجری من تحتها الانهر خالدین فیها ابدا، وعد الله حقا ومن اصدق من الله قیلا۔ (النساء)

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام انجام دئے تو ہم انہیں (راحت وسرورِ ابدی کے (ایسے) باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، (اور اس لئے وہ کبھی خشک ہونے والے نہیں) وہ ہمیشہ انہی باغوں میں رہیں گے (ان کی راحت وسرور کے لئے کبھی زوال نہ ہوگا یہ) اللہ کا وعدہ حق ہے اور اللہ سے بڑھ کر بات کہنے میں سچا اور کون ہو سکتا ہے؟

ولکم فیها ما تشتهی انفسکم ولکم فیها ما تدعون (حٰمٓ السجدہ)

اور تمہارے لئے جنت میں وہ سب کچھ ہے جس کو تمہارا جی چاہے گا اور تمہارے لئے وہ سب کچھ موجود ہے، جو بھی طلب کرو۔

ان المتقین فی جنت وعیون ادخلوها

بسلٰم اٰمنین ونزعنا ما فی صدورهم
من غل اخوانا علی سرر متقٰبلین لا یمسهم
فیها نصب وما هم منها بمخرجین۔

بے شک متقی انسان باغوں اور چشموں میں ہونگے (انہیں کہا جائے گا) سلامتی کے ساتھ بہ اطمینان ان باغوں میں داخل ہو جاؤ۔ ان کے دلوں میں جو کچھ باہمی رنجشیں تھیں، سب ہم نے نکال دیں۔ وہ بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے، وہاں کسی طرح کا صدمہ انہیں چھو نہیں سکے گا، نہ وہاں سے کبھی نکالے جائینگے۔

وجزٰهم بما صبروا جنة و
حریرا متکئین فیها علی الارآئك لا یرون
فیها شمسا ولا زمهریرا۔ ودانیة
علیهم ظللها وذللت قطوفها تذلیلا،
ویطاف علیهم بانیة من فضة واکواب
کانت قواریرا، قواریرا من فضة قدروها
تقدیرا، ویسقون فیها کأسا کان مزاجها
زنجبیلا، عینا فیها تسمی سلسبیلا
ویطوف علیهم ولدان مخلدون۔ اذا
رایتهم حسبتهم لؤلؤا منثورا، و
اذا رأیت ثم رأیت نعیما وملکا کبیرا، عالیهم
ثیاب سندس خضر واستبرق، و
حلوا اساور من فضة وسقٰهم ربهم
شرابا طهورا، ان هذا کان لکم جزاء
وکان سعیکم مشکورا۔ (الدهر)

اور ان کے صبر کے بدلے میں اُن کو (رہنے کے لئے) باغ اور (پہننے کے لئے) ریشمی کپڑے دئے، وہ ان باغوں میں تختوں پر تکئے لگائے ہوں گے، ان میں نہ دھوپ ہو گی نہ ٹھنڈ، اور ان کے سائے ان پر جھکے ہوں گے۔ ان کے خوشے پست ہو کر لٹکے ہوں گے۔ چاندی کے برتن اور نقرئی شیشوں کے آبخورے جو ناپ کر بنائے گئے ہیں ان کو لوگ ان کے پاس لے پھریں گے اور ان کو وہاں وہ پیالہ پلایا جائے گا، جس میں سونٹھ ملی ہو گی۔

اس میں ایک چشمہ کا نام سلسبیل ہے، اور سدا رہنے والے کمسن غلام ان کی خدمت میں گھوم رہے ہوں گے۔ اور تو انہیں دیکھے تو سمجھے کہ موتی بکھرے ہیں اور جب تو یہ سب دیکھے تو وہاں نعمت و عیش اور بڑی بادشاہی دیکھے۔ ان کی پوشاک سبز نرم ریشم اور دبیز ریشم ہو۔ اور ان کو نقرئی کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا پروردگار ان کو شراب طہور پلائے گا، یہ تمہاری مزدوری ہو گی اور تمہاری محنت کی قدر کی جائے گی۔

ولهم فیها ازواج مطهرة (البقرة)

اور ان کے لئے نیک اور پارسا بیویاں ہونگی۔

یبشرهم ربهم برحمة منه ورضوان وجنٰت لهم فیها نعیم مقیم (التوبہ)

ان کا پروردگار انہیں اپنی رحمت اور کامل خوشنودی کی بشارت دیتا ہے، نیز ایسے باغوں کی جہاں ان کے لئے ہمیشگی کی نعمت ہو گی۔

جنت کی نعمتوں کی نہ کوئی حد ہے اور نہ ہی اس کا کوئی اندازہ و حساب اور نہ ہی انسان کے ذہن و قلب میں اس کی تصویر ابھر سکتی ہے صرف انسانوں کو سمجھانے کے لئے دنیاوی الفاظ اور انسانی فہم سے قریب تعبیرات کو استعمال کیا گیا ورنہ حقیقت تو وہی ہے جس کو زبان نبوت نے ان الفاظ میں بیان کیا۔

عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال قال الله اعددت لعبادی الصالحین مالاعین رات ولا اذن سمعت ولاخطر قلب بشر۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے جنت میں وہ مہیا کیا ہے جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی قلب میں اس کا خیال آیا۔

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الجنة مائة درجة مابین کل درجتین کما بین السماء والارض والفردوس اعلاها درجةً منها تفجر انهار الجنة الاربعة ومن فوقها یکون العرش فاذا سألتم الله فاسئلوه الفردوس۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنت کے سو درجے ہیں اور ہر دو درجے کی درمیانی وسعت آسمان و زمین کے درمیانی فاصلہ کی طرح ہے، اور جنت کا اعلیٰ درجہ فردوس ہے جس سے چار نہریں بہتی ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے۔ تم جب بھی اللہ سے جنت طلب کرو تو فردوس مانگو۔

قرآن کریم کی ایک آیت شریفہ سے بھی مذکورہ حدیث کی تائید اور تشریح ہوتی ہے: فیها انهٰر من ماءٍ غیر اٰسن وانهٰر من لبن لم یتغیر طعمه وانهٰر من خمر لذة للشٰربین وانهٰر من عسل مصفّی (محمد)

جنت میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جن میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوگا اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں، جن کا ذائقہ نہیں بدلے گا، اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو لذت

پہنچائے گی اور بہت سی نہریں صاف وشفاف شہد کی ہوں گی۔

عن انس قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما الکوثر قال ذالک نہر اعطا فیہ اللہ یعنی فی الجنۃ اشد بیاضًا من اللبن واحلی من العسل (مشکوٰۃ)

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم سے پوچھا گیا، کوثر کیا ہے؟ ارشاد فرمایا وہ نہر ہے جو اللہ نے جنت میں جاری کی ہے جو دودھ سے زیادہ سفید ہوگی اور شہد سے زیادہ شیریں ہوگی۔

عن ابی هریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ادنیٰ مقعد احدکم من الجنۃ ان یقول لہ تمنّ فیتمنّٰی ویتمنّٰی فیقول لہ ھل تمنیتَ فیقول نعم فیقول لہ فان لک ما تمنّیت ومثلہ معہ (مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا بے شک تم میں سے جنت میں جو کم رتبہ ہوگا اس سے بھی کہا جائے گا کہ اپنی آرزو کرو، وہ کرے گا۔ اس پر ارشاد ربانی ہوگا تجھ کو وہ سب دیا گیا جس کی تونے آرزو کی۔

عن بریدۃ ان رجلا قال یا رسول اللہ ھل فی الجنۃ من خیل قال ان اللہ ادخلک الجنۃ فلا تشاء ان تحمل فیھا علی فرس من یاقوتۃٍ حمراء یطیر بک فی الجنۃ حیث شئت الا فعلت، وسالہ رجل فقال یا رسول اللہ ھل فی الجنۃ من ابلٍ قال فلم یقل لہ ما قال لصاحبہٖ فقال ان ید خلک اللہ الجنۃ یکن لک فیھا ما اشتھت نفسک ولذّت عینک (مشکوٰۃ)

بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بدوی شخص نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے، فرمایا کہ اگر تم کو جنت ملی تو اگر تم یہ بھی چاہو گے کہ سرخ یاقوت کا گھوڑا ہو جو تم کو جہاں چاہو جنت میں لے پھرے تو وہ بھی ہوگا۔ دوسرے شخص نے پوچھا اونٹ بھی ہوگا۔ ارشاد فرمایا اگر تم جنت میں گئے تو تمہارے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو تمہارا دل چاہے گا اور جو تمہاری آنکھیں پسند کریں گی۔

عن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اھل الجنۃ یاکلون فیھا ویشربون ولا یتفلون ولا یبولون ولا یتغوطون ولا یمتخطون قالوا فما بال الطعام قال جشاء ورشح کرشح المسک، (مسلم)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ' اہل جنت کھائیں گے اور پئیں گے اور نہیں تھوکیں گے اور نہ انہیں بول وبراز کی حاجت پیش آئے گی اور نہ ناک سے رطوبت خارج ہوگی اور نہ ہی بلغم اور کھنکھار ہوگی' پوچھا گیا ' کھائی ہوئی غذا کا کیا حال ہوگا۔ ارشاد فرمایا ' کھانا ایک ہی ڈکار میں ہضم ہوگا۔ پسینہ میں مشک کی خوشبو ہوگی۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من یدخل الجنۃ ینعم لا یبأس لا تبلی ثیابہ ولا یفنی شبابہ۔

(مسلم) حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے' کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' جو شخص جنت میں داخل ہوگا اس کو وہ نعمت ملے گی کہ کبھی کوئی تکلیف نہ ہوگی' نہ اس کے کپڑے بوسیدہ ہونگے اور نہ ہی اس کی جوانی زائل ہوگی۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ینادی منادٍ ان لکم ان تصحّوا فلا تسقموا ابدا وان لکم ان تحیوا فلا تموتوا ابدا وان لکم ان تشبّوا فلا تھرموا ابدا۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' منادی غیب ندا دے گا' بے شک تمہارے لئے صحت ہے' بیمار نہ پڑوگے اور بلاشبہ تمہارے لئے حیات ہے' پھر موت نہیں آئے گی اور بے شک تمہاری جوانی ہمیشہ ہمیشہ برقرار رہے گی' پیری کا نام ونشان نہ ہوگا۔

مسلم ہی کی روایت میں ہے کہ اہل جنت کے چہرے ان کے اعمال کے مطابق چمکتے دمکتے رہیں گے۔ کوئی ستارہ کی طرح تو کوئی چودھویں رات کے چاند کے مانند۔

عن ابی سعید الخدری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عزوجل یقول لاھل الجنۃ یا اھل الجنۃ فیقولون لبیک ربنا وسعدیک والخیر فی یدیک فیقول ھل رضیتم فیقولون ومالنا لا نرضیٰ یارب وقد اعطیتنا مالم تعط احد من خلقک فیقول الا اعطیکم افضل من ذلک فیقولون یارب وای شئ افضل من ذلک فیقول احل علیکم رضوانی فلا اسخط علیکم بعدہ ابدا۔ (المسلم)

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالے

فرمائے گا: اے جنت والو! وہ کہیں گے اے پروردگار ہم حاضر ہیں، سب بھلائیاں تیرے پاس ہیں، فرمائیگا کیا تم جنت کی نعمتیں پاکر خوش ہوئے۔ عرض کرینگے، پروردگار! خوش کیوں نہ ہوں گے کہ تو نے ہم کو وہ سب کچھ دیا ہے جو کسی کو نہیں دیا۔ فرمائے گا، کیا میں تم کو وہ چیز نہ دوں جو ساری نعمتوں سے افضل ہے، عرض کریں گے، اے پروردگار ان نعمتوں سے افضل کیا نعمت ہے؟ فرمائے گا میں تم پر اپنی رضامندی اور خوشنودی نازل کرتا ہوں، پھر اس کے بعد تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

عن جریر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکم ستروں ربکم عیانا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت جریر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک تم عنقریب اپنے رب کو کھلے طور پر دیکھو گے۔

کنا جلوسا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنظر الی القمر لیلۃ البدر فقال انکم سترون ربکم کما ترون هذا القمر لا تضامون فی رؤیتہ۔ (مشکوٰۃ)

ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے چودھویں شب کے چاند کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا، بے شک تم اپنے پروردگار کو اسی طرح دیکھ لوگے جیسا کہ اس چاند کو بغیر کسی باہمی مزاحمت کے دیکھ رہے ہو۔

غرض قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں توحید و رسالت کے مضامین کے ساتھ ساتھ حشر و نشر اور جنت و دوزخ کی تفصیلات مختلف اسالیب میں بیان کی گئی ہیں تاکہ انسان ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کی نعمت سے مشرف ہوکر اپنی دنیوی زندگی میں آخرت کی تعمیر و تزئین میں مصروف عمل رہے۔

اللھم اجرنا من النار وادخلنا الفردوس النعیم بوسیلۃ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات

از جناب مجیب اللہ
مولوی محمد حسین صاحب
ایم۔ اے
استاذ دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

نیت اور ارادہ اور قصد مترادف الفاظ ہیں۔

النہایہ فی غریب الحدیث میں ہے :۔

دفی حدیث ابن مسعود "من ینوالدنیا یعجز ای من یسع لھا یعجز یقال نویت الشئ اذا جددت فی طلبہ (جس نے دنیا کی نیت کی، وہ محروم ہوا' جب کسی نے کسی شئ کی طلب میں جد و جہد و کوشش کی تو کہتا ہے' میں نے اس شئ کی نیت کی۔

راغب اصفہانی نے کتاب المفردات فی غریب القرآن میں نیت کے معنی توجہ القلب نحو العمل بیان کئے ہیں، یعنی عمل کیطرف دل کی توجہ، المنجد میں نیت کے معنی القصد عزم القلب' انبعاثہ نحو ما یراہ موافقا لغرضہ۔ اپنی غرض و مقصد کے موافق امر کے لئے دل کا مستعد اور آمادہ ہوجانا ہے۔

انوار قرآن اور بصیرت ایمان سے یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ بجز علم اور عبادت کے سعادت نہیں ہوسکتی۔ اہل علم کے سوا تمام انسان ہلاکت و خسران میں ہیں۔ تمام اہل علم بجز ان کے جو عمل کرتے ہیں ہلاکت میں ہیں اور مخلصین کے سوا تمام عمل کرنے والے ہلاکت میں ہیں۔ بغیر نیت کے عمل بے فائدہ مشقت ہے اور نیت بغیر اخلاص کے نفاق اور معصیت کے مساوی ہے۔ اخلاص سے مراد یہ ہے کہ نیت میں غیر اللہ کا شائبہ یا آمیزش نہ ہو۔ سورۂ انعام میں ہے قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۝ لاشریک لہٗ وبذلک امرت وانا اول المسلمین (۱۶۲-۱۶۳)

کہدو میری نماز' میرا حج' میرا جینا' میرا مرنا سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہے' جو تمام جہاں کا پروردگار ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں' مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا اور میں خدا کے فرماں برداروں میں پہلا فرماں بردار ہوں۔ للہ رب العالمین میں یہ اشارہ ہے کہ ہمارے سارے اعمال اللہ رب العالمین کے لئے اسی کی فرماں برداری کے لئے ہوں' لاشریک لہ میں یہ اشارہ ہے کہ اس فرماں برداری کا مقصد

خالص ہو اس میں کوئی اور شریک نہ ہو۔

انسان کا ہر اختیاری عمل اسکی ہر اختیاری حرکت و سکون بغیر تین امور کے موجود نہیں ہوتا: علم، ارادہ اور قدرت۔ کیونکہ انسان جس چیز کو نہیں جانتا اس کا ارادہ نہیں کرتا، اس لئے علم ضروری ہے، اگر وہ ارادہ نہ کرے تو عمل اس سے صادر نہیں ہوتا۔ اس لئے ارادہ بھی ضروری ہے۔ ارادہ سے مراد یہ ہے کہ اس میں اس عمل کیطرف ایسا میلان و رغبت اور خواہش ہو کہ اس کا نفس اسکی طرف کھنچا جائے اور اس کا دل اسکی طرف متوجہ ہو جائے۔

عمل کے موجود ہونے کے لئے علم و ارادہ کافی نہیں، عمل پہ قدرت کی بھی ضرورت ہے۔ عاجز اور اپاہج اور قدرت عمل سے محروم شخص سے باوجود علم و ارادہ کے عمل صادر نہیں ہو سکتا۔ قدرت عمل اسی وقت حرکت میں آتی ہے جب اس حرکت کا سبب یعنی ارادہ موجود ہو اور وہ سبب اسی وقت موجود ہو سکتا ہے جب اس عمل کے متعلق علم یا معرفت یا اعتقاد حاصل ہے، غرض قدرت عمل، ارادہ کے تابع ہے اور ارادہ علم و اعتقاد کا تابع ہے۔ اسی صفت متوسطہ کا نام نیت ہے اور وہ عزم قلب اور دل کا عمل کے لئے مستعد اور برانگیختہ اور آمادہ ہو جانا ہے۔

نیت کی اہمیت اور ضرورت کے باب میں کئی احادیث وارد ہیں جن میں یہ حدیث مشہور ہے

انما الاعمال بالنیات ولکل امرئ ما نوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ و رسولہ ومن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او امرأۃ ینکحھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ۔

اعمال کا اعتبار نیتوں سے ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ پس جسکی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے، اور جسکی ہجرت دنیا کی طرف ہو جس کو وہ کماتا ہے یا کسی عورت کی طرف ہو جس سے وہ نکاح کرتا ہے تو اس کی ہجرت اسی کے لئے ہے جس کے لئے اس نے ہجرت کی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

ان اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم وانما ینظر الی نیاتکم واعمالکم اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں تمہارے ظاہر اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا، وہ تو صرف تمہاری نیتوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

احنف نے ابی بکرہ سے روایت کی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا التقی المسلمان بسیفیھما فالقاتل والمقتول فی النار قیل یا رسول ھذا القاتل فما بال المقتول قال لانہ اراد قتل صاحبہ جب دو مسلمان اپنی

تلواروں سے ایک دوسرے کا سامنا کریں تو قاتل و مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے' تو کہا گیا یا رسول اللہ یہ تو قاتل ہے لیکن مقتول کس لئے' تو فرمایا کہ اس نے دوسرے کے قتل کا ارادہ کیا (مسند احمد میں ابوہریرہ سے روایت ہے من تزوج امرأة علی صداق وھو لا ینوی اداءہ فھو زان ۔ ابن ماجہ میں ہے من ادّان دینا وھو لا ینوی قضاءہ فھو سارق۔ اگر کوئی شخص کسی عورت سے مہر کے عوض نکاح کرے اور اسکی نیت مہر ادا کرنے کی نہ ہو تو وہ زانی ہے۔ اگر کوئی کسی سے قرض لے اور قرض کو ادا کرنے کی نیت نہ ہو تو وہ سارق چور ہے) ان احادیث سے یہ واضح ہے کہ نیت ہی سے عمل کی نوعیت معین ہوتی ہے۔ مقصد عمل اچھا ہے' تو عمل بھی اچھا ہے' اگر مقصد عمل بُرا ہے تو عمل بھی بُرا ہے۔

اب یہ سوال کہ کیا چیز اچھی ہے' اور کونسی چیز بُری تو جمہوریت کا مسلک یہ ہے' کہ الحسن ما حسنه الشرع اور القبیح ما قبحه الشرع یعنی وہی چیز اچھی ہے جس کو شریعت نے اچھی کہا اور بُری وہی ہے جس کو شریعت نے بُری کہا۔ (بعض فرقوں نے شریعت کے ساتھ عقل کو بھی حسن و قبح اشیاء میں حاکم سمجھا ہے۔

لیکن وہ کونسی عقل ہے اور وہ کون شخص ہے جس کا علم تمام اشیاء پہ محیط ہے۔ انسان کا علم مدرکات حواس پہ مبنی ہے اور ناقص ہے اور عقل کا وظیفہ تو انہیں مدرکات میں تصرف کرنا ہے۔ کسی عقل پہ ویسا اعتماد نہیں کیا جاسکتا جیسا فرمودات شرع پر۔ اللہ تعالیٰ کا علم تو تمام اشیاء پہ محیط ہے اور وہی تمام اشیاء اور اعمال کا خالق ہے الا یعلم من خلق جس نے پیدا کیا کیا وہ نہیں جانتا' علاوہ ازیں اگر عقل سلیم ہوی النفس کے تسلط سے محفوظ ہو تو وہ بھی اسی کو حسن قرار دیگی جس کو شریعت نے حسن قرار دیا ہے اور اسی کو قبیح جس کو شریعت نے قبیح قرار دیا ہے۔ ہوی النفس کے تسلط سے محفوظ رہنا اور شیطان کے مکر و کید سے بچا رہنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں (اس سے وہی محفوظ ہیں جنکو اللہ نے اپنے خاص بندے قرار دیا۔ ابلیس سے کہا ان عبادی لیس لك علیهم سلطان الا من اتبعك من الغاوین ۔(۴۲۵) جو میرے مخلص بندے ہیں ان پہ تیرا کچھ زور نہیں چلیگا' صرف انہی پہ چلے گا جو بندگی کی راہ سے بھٹک گئے۔ جو انسان اس سے یعنی شیطان سے مغلوب ہوا اس نے راہِ سعادت گم کر دی۔ جو مغلوب نہیں ہوا بلکہ اسے اپنے سے مغلوب رکھا تو وہ اللہ

کا سچا بندہ ہوا۔ اور خود نفس کا یہ حال ہے ان النفس لامّارۃ بالسوء آدمی کا نفس تو برائی کے لئے بڑا ہی ابھارنے والا ہے۔ اس کے غلبہ سے بچنا آسان نہیں مگر ہاں اسی حال میں کہ پروردگار رحم کرے۔

شریعت جن امور کو حسن قرار دیتی ہے صرف انہی کا حکم دیتی ہے اور جو قبیح ہیں ان سے روکتی ہے اسی سے فقہا نے یہ استنباط کیا ہے کہ تمام مامور بہ حسن ہیں اور تمام منہی عنہ قبیح۔ اور اس کا عکس مامور بہ کا ترک قبیح اور منہی عنہ کا ترک حسن ہے۔ قرآن نے مامور بہ کو معروف اور منہی عنہ کو منکر کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو انہی امور کے کرنے کا حکم دیا جن کی اچھائی کا فطرت انسانی ادراک کرتی اور سچا پاتی ہے اور انہی امور سے منع کیا جن کا فطرت انسانی انکار کرتی ہے اور فطرت سے مراد فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا ہے۔

مامور بہ پر عمل اور منہی عنہ سے اجتناب طاعت ہے، اس کے برعکس مامور بہ کا ترک، اور منہی عنہ کا ارتکاب معصیت ہے۔ بعض امور ایسے ہیں جن کے متعلق نہ کوئی امر ہے اور نہ کوئی نہی، وہ نہ طاعت میں شامل ہیں نہ معصیت میں۔ ایسے امور کو مباح کہا جاتا ہے یعنی جائز یا حلال۔ پس انسانی اعمال کی تین قسمیں ہیں: طاعات، معاصی مباحات۔

قرآن کریم میں نیت کا لفظ نہیں آیا، اس کے مشتقات میں سے بھی صرف ایک لفظ نوی، گٹھلی کے معنی میں خالق الحب والنوی آیا ہے۔ البتہ لفظ ارادہ اور ابتغاء اور ان کے مشتقات بارہا آئے ہیں: ومن یرد ثواب الدنیا نؤتہ منہا ومن یرد ثواب الآخرۃ نؤتہ منہا (۳: ۱۴۵) فمن الناس من یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ ومالہ فی الآخرۃ من خلاق ومنہم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار اولئک لہم نصیب مما کسبوا واللہ سریع الحساب (۲: ۲۰۲ - ۲۰۰) نیز فرمایا: من کان یرید حرث الآخرۃ نزد لہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیا نؤتہ منہا ومالہ فی الآخرۃ من خلاق (۴۲: ۲۰)۔

فآت ذا القربی حقہ والمساکین وابن السبیل ذلک خیر للذین یریدون وجہ اللہ واولئک ہم المفلحون (۳۰: ۳۸)

وما آتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ہم المضعفون (۳۰: ۳۹)۔

وما لاحد عندہ من نعمة تجزی الا ابتغاء
وجه ربه الاعلی ولسوف یرضی (۹۲: ۲۱-۲۰)
محمد رسول الله والذین معه اشداء علی
الکفار رحماء بینهم تراهم رکعا سجدا
یبتغون فضلا من الله ورضوانا (۴۸: ۲۹)
ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات
الله والله رؤف بالعباد (۲: ۲۰۷) وعد الله
المؤمنین والمؤمنات جنت تجری من تحتها
الانهار خالدین فیها ومساکن طیبة فی
جنات عدن ورضوان من الله اکبر ذلك
هو الفوز العظیم (۹: ۷۲)۔

تمام طاعات کے ساتھ نیت مربوط اور متعلق ہے۔ اس باب میں بطریق اجمال اصل یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت، اسکی خوشنودی اور رضا، اور اللہ اور اسکے رسول ص کے احکام اور فرمودات کی بجا آوری مقصود ہو اور بطریق تفصیل ہر عمل طاعت کو جان بوجھ کر قصداً صرف اللہ کے لئے ادا کیا جائے۔ نماز کے لئے نیت میں یہ شعور و احساس ہو کہ وہ مثلاً فجر کی دو رکعت سنت یا دو رکعت فرض ادا کر رہا ہے تکبیر تحریمہ کے وقت یہ شعور و احساس ہو کہ وہ تکبیر تحریمہ سے نماز افتتاح کرتا ہے۔ نماز کے ہر عمل فرض ہو یا سنت یا مستحب کے وقت اس عمل کے ادا کرنے کا ارادہ اور قصد ہو۔ امام شافعیؒ نے تکبیر تحریمہ کے وقت حضورِ قلب کو ضروری قرار دیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے نماز سے خارج ہونے کے لئے قصد کو ضروری قرار دیا ہے۔ قیام میں قرأت بھی قصداً کرے کہ یہ نماز کا رکن ہے۔ اسی طرح رکوع اور سجود بھی۔ نماز کے تمام اعمال اسی وقت شرفِ قبولیت پاتے ہیں جب ان تمام اعمال کے ساتھ نیت اور قصد اور ارادہ ہو کہ وہ اللہ کے لئے کئے جاتے ہیں۔ اگر ان اعمال عبادات سے غیر اللہ مقصود ہو تو یہ بجائے طاعات کے معصیت ہو جاتے ہیں، مثلاً لوگوں کو دکھلانے کے لئے یا ان میں نیکنامی حاصل کرنے کے لئے کئے جائیں تو یہ شرک خفی ہے۔ اس لئے خفی کہا جاتا ہے کہ لوگوں سے اس کا مقصد مخفی ہے لیکن اللہ جانتا ہے اور وہ اگر چاہے تو شرک کے سوا تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے:

ان الله لا یغفر ان یشرك به ویغفر
ما دون ذلك لمن یشاء (۴: ۴۸)

اعمال سے مراد اعمال بالجوارح یعنی بدن اور اعضاءِ بدن کے اعمال ہیں، اس کے مقابلہ میں نیت فعل القلب یعنی دل کا عمل ہے۔ اعضاء بدن اور دل میں باہمی تاثیر اور تاثر کا علاقہ ہے کسی عضو کو زخم پہونچے تو دل دردناک ہو جاتا ہے۔ اگر دل کو کوئی صدمہ

پہونچے یا خوف طاری ہو تو اعضاء پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ شریعت نے طاعات میں اعمال بالجوارح کو لازم وواجب اس لئے قرار دیا ہے کہ ان سے دل کی کیفیت میں خاطر خواہ تغیر پیدا ہو، اور وہ خیرات وحسنات کی طرف زیادہ مائل اور راغب ہوتا جائے اور یہی اصل مقصود ہے۔ مثلاً سجدہ نماز کا ایک رکن ہے۔ زمین پر اپنی پیشانی رکھی جاتی ہے تاکہ دل میں خضوع اور تواضع پیدا ہو۔ نیت کے بغیر زمین پر اپنی پیشانی رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ جو شخص غفلت کی حالت میں سجدہ کرتا ہے، یا اس کا دل اغراض دنیوی میں مشغول ہے تو زمین پر پیشانی رکھنے سے اس کے دل میں تواضع یا خضوع کا کوئی اثر پیدا نہیں ہوگا۔ سجدہ سے خضوع اور تواضع کا احساس اور شعور ہونا چاہئے اور جب یہ نہ ہو تو زمین پر پیشانی رکھنا نہ رکھنے کے برابر ہے۔ اس کا وجود اور عدم دونوں یکساں ہے۔ حصولِ مقصود کے اعتبار سے جس عمل کا عدم اور وجود برابر ہو تو اس کو باطل کہتے ہیں۔ اسی لئے بغیر نیت عبادت کو باطل کہا جاتا ہے۔ اگر ریا یا کسی ایسی نیت سے عبادت کے اعمال کئے جائیں تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان کا عدم ووجود دونوں یکساں ہے اور وہ اعمال باطل ہیں، بلکہ وہ اعمالِ معصیت اور شر ہیں۔ نیکی برباد اور گناہ لازم ان کے حق میں صادق ہوتا ہے۔ دل میں جس صفت کو پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے وہ صفت نہیں پیدا ہوتی بلکہ ایسی صفت پیدا ہوتی ہے جس کا دور کرنا اور مٹانا ضروری ہوتا ہے۔

مباحات کی قسم کے اعمال جیسے کھانا، پینا، سونا، تجارت، زراعت، اسباب آسائش وراحت فراہم کرنا، زندگی کو خوشگوار بنانا وغیرہ کی ادائیگی میں اگر یہ قصد وارادہ ہو کہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجاآوری دلجمعی کے ساتھ ہو تو یہ مباحات بھی طاعت کے وسائل ہونے کی وجہ سے طاعت کا مقام حاصل کرلیتے ہیں۔ مباح اعمال میں نیت کے التزام سے عادت عبادت ہوجاتی ہے۔ نیت کے ساتھ یہ مباحات ادا کئے جائیں تو آخرت میں بلند درجے حاصل ہوسکتے ہیں۔ وہ شخص جو مباحات کی اس صفت سے غافل ہے وہ بہت گھاٹے میں ہے، اسکے اعمال بہائم صفت ہوتے ہیں جن کے سارے کام طبیعت اور عادت کے اقتضاء سے ہوتے ہیں۔ کسی انسان کے لئے اور خصوصاً مؤمن کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ کسی بھی اختیاری فعل، یا کام یا امر کو حقیر اور بے معنی سمجھے۔ یہ اس قدر اہم ہیں کہ قیامت کے دن ہر ایک عمل کی بابت پرسش ہوگی کہ ایسا کیوں کیا، یا ایسا کیوں نہیں کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا حلالہا حساب وحرامہا عقاب۔ حرام کے ارتکاب سے عقاب تو ہوتا ہی ہے لیکن حلال کا حساب بھی دینا ہوگا اور یہ حساب بھی ایک نوع کا عذاب ہے۔ من نوقش یعذب۔

برخلاف طاعات کے جو نیت سے صحیح ہو جاتے ہیں اور مباحات کے جو نیت سے طاعات ہو جاتے ہیں، معصیت نیت سے نہ طاعت ہو جاتی ہے نہ مباح انما الاعمال بالنیات کی حدیث سے بعض نادان یہ سمجھ جاتے ہیں کہ نیک نیتی سے گناہ کیا جائے تو گناہ گناہ نہیں رہتا۔ کسی کو خوش کرنے کے لئے کسی کی غیبت کرنا کسی طرح جائز نہیں۔ مال حرام سے کسی مسجد یا مدرسہ یا مسافر خانے کی تعمیر کرے تو اکتسابِ حرام کے جرم سے بَری نہیں ہو سکتا۔ امام شافعیؒ کے پاس ارضِ مغصوبہ میں نماز صحیح نہیں ہوتی۔ امام ابو حنیفہؒ کے پاس نماز تو صحیح ہو جاتی ہے لیکن وہ گناہگار رہتا ہے (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یاایہا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باٰخذیہ الا ان تغمضوا فیہ واعلموا ان اللہ غنی حمید۔ (۲: ۲۶۷)

ای مومنو! جو کچھ تم نے کمایا ہے اس میں سے طیب اور پاکیزہ چیز خدا کی راہ میں خیرات کرو، یا جو کچھ ہم نے تمہارے لئے زمین میں پیدا کیا ہے اس میں سے خیرات کرو۔ ایسا نہ کرو کہ کسی چیز کو ردی اور خراب دیکھ کر خیرات کردو کہ بیکار کیوں جائے خدا کے نام پر نکال دیں۔ حالانکہ اگر ویسی ہی چیز تمہیں دی جائے تو تم کبھی خوشدلی سے اسے نہ لو، مگر یہ کہ جان بوجھ کر آنکھ بند کرلو۔ یعنی جو چیز خود اپنے نفس کے لئے نہیں پسند کر سکتے اپنے محتاج بھائیوں کو دینا کیونکر گوارا کر لیتے ہو؟ یاد رکھو اللہ کی ذات بے نیاز اور ساری ستائشوں سے ستودہ ہے۔ اسے تمہاری کسی چیز کی احتیاج نہیں مگر تم اپنی سعادت ونجات کے لئے عمل خیر کے محتاج ہو۔)

نیک مقصد کے لئے وسائل کو بھی نیک ہونا چاہئے۔ اسی حقیقت کی طرف قرآن کریم میں اشارہ کیا گیا ہے لیس البر بان تأتوا البیوت من ظہورہا ولکن البر من اتقی وأتوا البیوت من ابوابہا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ۲: ۱۸۹)

یہ کوئی نیکی کی بات نہیں ہے کہ اپنے گھروں میں دروازہ چھوڑ کر پچھواڑے سے داخل ہو۔ نیکی تو اس کے لئے ہے جس نے اپنے اندر تقویٰ پیدا کیا۔ پس گھروں میں آؤ تو دروازہ ہی کی راہ آؤ۔ البتہ اللہ کی نافرمانی سے بچو تاکہ راہِ سعادت میں کامیاب ہو۔

انسان اور غیر انسان میں ایک نمایاں فرق یہ

بھی ہے کہ غیر انسان مثلاً حیوان کے تمام افعال
اقتضاءِ طبیعت یا عادت سے ہوتے ہیں، انہیں کسی
قسم کا اختیار نہیں۔ پتھر جیسے جمادات کے تمام حرکات
اضطراری ہوتے ہیں، ان کی تمام حرکتیں حرکتِ قسری
کی قسم کی ہوتی۔ انسان کے اندر بھی بعض اعمال جیسے
دورانِ خون، ہضم، غذا اضطراری ہیں۔ لیکن انسان
کے اکثر اعمال اختیاری ہوتے ہیں۔ اسی اختیار کی وجہ
سے وہ دیگر تمام مخلوقات سے اشرف ہے اور اسی اختیار
کی وجہ سے چوپایوں سے بھی گیا گزرا ہوتا اور احسن
تقویم ہونے کے باوجود اسفل السافلین ہو جاتا ہے۔
اسی اختیار کی وجہ سے وہ مکلف اور ثواب و عقاب
کا مستحق ہے انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرا
واما کفورا (۷۶:۲) نیز فرمایا: وقل الحق من
ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر
(۱۸: ۲۹) اور کہہ دو، یہ سچائی تمہارے پروردگار
کی جانب سے ہے، اب جو چاہے مانے جو چاہے نہ مانے۔

تمام طاعات میں اور مباحات میں بھی اگر
انہیں طاعات بنانا ہو تو نیت کو ضروری قرار دیکر
شریعت اسلام نے انسانوں کو اس کا خوگر اور عادی
بنانا چاہا کہ وہ اپنے تمام اختیاری اعمال میں جو کچھ
بھی کرے یا نہ کرے جان بوجھ کر اور قصداً و عمداً
کرے۔ جب کوئی شخص جان بوجھ کر عمداً و قصداً
کچھ کہتا یا کوئی فعل کرتا یا خیال کرتا ہے تو وہ اپنے
قول و فعل و خیال کی اچھائی یا برائی یا اس کے نفع و
نقصان کا موازنہ کر لینے کے بعد اس قول یا فعل، یا
خیال کے درپے ہوتا ہے، اگر اس کو اچھا یا مفید
سمجھتا ہے تو اس کے درپے ہوتا ہے۔ اگر اس کو برا
یا مضر سمجھتا ہے تو اس سے پرہیز کر لیتا ہے۔ ایسے
شخص کو ہم اپنے عرف میں ذمہ دار شخص کہتے ہیں، وہ
اپنے ہر قول و فعل و خیال کا اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھتا
ہے۔ اسی شخص میں احساس ذمہ داری ہوتا ہے، جو یہ جانتا
اور یقین کرتا ہے کہ اس کو اپنے ہر قول و فعل و خیال
کی پرسش کا جواب دینا ہے کہ ایسا کیوں کیا یا کیوں نہیں
کیا، ایسا کیوں کہا اور ایسا کیوں نہیں کہا۔ شرعی
اصطلاح میں اس کو حساب اور اس دن کو جب یہ
پرسش ہوگی یوم الحساب کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم
میں اس دن کی تعبیر مختلف الفاظ سے کی گئی ہے۔
جن میں سے یوم القیامہ، یوم الدین، یوم الفصل،
یوم الخلود، الیوم الآخر بہت مشہور ہیں۔

قرآن کریم میں ایمان باللہ کے بعد جس امر کا
بکثرت تاکیداً ذکر کیا گیا وہ ایمان بالیوم الآخر ہے۔
یعنی انسان کو یہ یقین ہونا چاہیئے کہ ایک دن اللہ
کے حضور اپنے ہر عمل کا جواب دینا ہے۔ وہ دنیا میں
غیر ذمہ دارانہ طریقہ پر زندگی بسر نہ کرے۔ ہر فعل

اور ہر ترک فعل کا جواب دینا ہے تو اس کو ہر فعل اور ہر ترک فعل کو جان بوجھ کر عمداً اور قصداً کرنا ہے، جن اعمال کو شریعت نے اچھا قرار دیا ان کے درپے ہو اور جن اعمال کو قبیح قرار دیکر منع کیا ان سے پرہیز کرے۔ الحلال بین والحرام بین وما بینھما مشتبہات حلال و حرام کے درمیان جو مشتبہ امور ہیں احتیاطاً ان سے اجتناب کرنا بھی ضروری ہے۔ یوم نسیّر الجبال وتری الارض بارزۃ وحشرناھم فلم نغادر منھم احداہ وعُرضوا علی ربك صفا لقد جئتمونا کما خلقناکم اول مرۃ بل زعمتم الّن نجعل لکم موعدا ووضع الکتٰب فتری المجرمین مشفقین مما فیه ویقولون یاویلتنا مالھذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصٰھا ووجدوا ما عملوا حاضرا ولا یظلم ربك احداہ (۱۸: ۴۹-۴۷)

اور دیکھو وہ آنے والا دن جب ہم پہاڑوں کو چلا دینگے اور زمین کو تم دیکھو گے کہ (اپنی اصلی حالت میں) اُبھر آئی ہے اور اس وقت ہم تمام انسانوں کو اپنے حضور اکٹھا کر دینگے کوئی نہ ہوگا جسے چھوڑ دیا ہو۔ اور ان کی صفیں (ایک کے بعد ایک) تمہارے پروردگار کے سامنے پیش ہوں گی۔ (تب ان سے کہا جائے گا) جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اسی طرح تمہیں آج ہمارے سامنے حاضر ہونا پڑا۔ مگر تم نے خیال کیا تھا ہم نے تمہارے لئے اس کا کوئی وقت نہیں ٹھہرایا ہے۔ اس وقت نوشتے (نامہائے اعمال) لائے جائیں گے تو تم دیکھو گے جو کچھ ان میں لکھا ہے، اس سے مجرم ہراساں ہو رہے ہیں، وہ بول اٹھیں گے افسوس ہم پر۔ یہ کیسے نامۂ اعمال ہیں کہ کوئی بات چھوٹی ہوی نہیں بڑی ہو یا چھوٹی سب کو اس نے ضبط کر لیا ہے۔ غرض کہ جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا سب اپنے سامنے موجود پائیں گے اور تمہارا پروردگار کسی پر زیادتی نہیں کرتا یعنی جو جس نے کیا ہے ٹھیک ٹھیک وہی اس کے آگے آئے گا۔

غرض انسان جو کچھ کرے سوچ سمجھ کر جان بوجھ کر قصداً اور عمداً کرے۔ اگر بجائے اس کے غفلت یا خطا یا سہو سے کرے تو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا، نماز میں سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو سے اس کا تدارک کرے۔ روزہ کی حالت میں کلی کرنے میں حلق میں پانی چلا جائے تو روزہ قضا کرے۔ اگر خطا سے کسی مؤمن کو قتل کر دے تو اس کی دیت دے جو سو اونٹ یا سو اونٹ کی قیمت ہے۔ اس کے علاوہ کفارۂ قتل دے یعنی ایک مؤمن غلام آزاد کرے، اور جو غلام آزاد نہ کر سکے وہ مسلسل دو مہینوں کے روزے

رکھے۔ یہ تو قتل خطا کی دنیا میں سزا ہے اور اگر عمداً کسی مؤمن کو قتل کرے ومن یقتل مؤمنا متعمدًا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا و غَضِبَ اللہ علیہ ولعنہ وأعدّ لہ عذابا عظیما (۴: ۹۳)۔

بندہ اور اللہ کے درمیان معاملات میں ظاہر ہے کہ نیت کا اعتبار ہے لیکن بندوں کے درمیان معاملات میں نیت کا اعتبار نہیں کیا جاتا، اس لئے کہ کسی کو کسی کی نیت کا علم نہیں ہو سکتا، کیونکہ نیت کا تعلق دل اور ما فی الصدور سے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقعہ پر فرمایا نحن اصحاب الشرع نحکم بالظاہر ہم صاحبان شرع ظاہر احوال کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔ کتب فقہ کے باب القضا میں عموماً دیانۃً و قضاءً کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ دیانت سے مراد ما بین اللہ وبین العبد اور قضا سے مراد حکم دنیوی عند القاضی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے باپ یا بیٹے کے حق میں گواہی دے اگرچہ وہ فی الواقع صدق اور حق ہو تو ممکن ہے وہ عند اللہ مقبول ہو لیکن قاضی یا حاکم محل تہمت کی وجہ سے قبول نہیں کرے گا اسی لئے اتقوا مواقع التہمۃ کہا گیا جہاں تہمت کا امکان ہے ایسی جگہ جانے سے پرہیز کرو۔

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے اثناء گفتگو میں بغیر نیت کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی تو بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ طلاق کے باب میں طلاق کے صریح لفظ کے بعد کہنے والے سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تیری کیا نیت تھی۔ لیکن اگر الفاظ کنایات جیسے 'تو اپنا منہ کالا کر۔ تو کوئی اور گھر دیکھ لے، تو آزاد ہے۔ تو حرام ہے تو کہنے والے سے اسکی نیت پوچھی جائے گی۔ طلاق اور عتاق ایسے انشاآت ہیں جو نا قابل فسخ ہیں۔ اگر یہ کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی تو صرف ایک طلاق واقع ہو گی، اور اگر یہ کہے کہ ایک طلاق دی تو ایک واقع ہو گی۔ اگر دو کہے تو دو واقع ہوں گی اور اگر تین کہے تو تین واقع ہوں گی، ایک یا دو طلاقوں کے بعد طلاق دینے والے مرد کو رجوع کرنے کا حق ہو گا چاہے عورت راضی ہو یا نہ ہو، لیکن تین طلاقوں کے بعد وہ رجوع نہیں کر سکتا۔ اور بغیر تحلیل کے دوبارہ نکاح بھی نہیں کر سکتا۔

اصول فقہ کا مشہور قاعدہ ہے اعمال الکلام خیر من اہمالہ۔ کسی عاقل و بالغ شخص کے کلام کو مہمل اور بے معنی قرار دینے کے بجائے اس کو با معنی قرار دینا بہتر ہے۔ صرف اسی وقت مہمل قرار دیا جا سکتا جب اس کے کلام کے نہ حقیقی معنی ممکن ہیں، نہ مجازی معنی۔ اسی لئے جب کسی عاقل و ذمہ دار شخص نے تین طلاقیں کہی ہیں تو اس سے مراد تین طلاقیں

ہی ہونی چاہئے۔ البتہ اگر کوئی پاگل اور مجنون کہے
تو اس کے کلام کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ کوئی طلاق واقع
نہ ہوگی یعنی اگر مجنون تین طلاقیں کہے تو کوئی طلاق
واقع نہ ہوگی۔ اگر عاقل تین کہے تو تین واقع ہونگی۔
اگر کوئی شخص تین طلاقیں دے اور پھر اسکی طرف سے
یہ کہا جائے کہ وہ مجنون ہے تو اس پر وہ تمام احکام
نافذ ہوں گے جو مجنون پر نافذ ہوتے ہیں، مثلاً اس
کا اپنے مال میں بھی کوئی تصرف صحیح نہیں ہوگا۔

بجز ابن تیمیہ اور ان کے متبعین کے تمام حنفی
شافعی مالکی حنبلی فقہاء کے پاس اگر ایک جملہ میں
یا ایک ساتھ تین طلاقیں دی جائیں تو تین طلاقیں
واقع ہوجاتی ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے پاس ایسی طلاق
طلاقِ بدعت ہے اور امام شافعیؒ کے پاس طلاق سنت
ہی ہیں۔ یوں بھی تمام فقہاء اس امر پر متفق ہیں ثلاث
جدھن جد وھزلھن جد' النکاح والطلاق
والعتاق' یعنی ان تینوں معاملات میں سنجیدگی، تو
سنجیدگی ہی ہے یعنی اہتمام کے ساتھ اس کا ارادہ کیا
گیا اور مقصود بھی ہے' لیکن ٹھٹول اور کھیل میں بھی
اگر کوئی نکاح کرے یا طلاق دے یا غلام لونڈی
آزاد کرے تو نکاح منعقد ہوگا طلاق واقع ہوگی۔
اور لونڈی غلام آزاد ہوجائیں گے بشرطیکہ وہ نکاح
یا طلاق یا عتق کے محل صحیح میں ہوں۔

ہندوستان میں ساٹھ ستر برس سے اس
خیال سے کہ ایک سانس یا ایک جملہ میں تین طلاقوں
کے دئے جانے سے بعض خاندانوں میں بڑی مصیبت
واقع ہوتی ہے۔ اور چونکہ ہمارے ملک میں نکاح مطلقہ
اور عورت کے نکاح ثانی کی عادت نہیں بلکہ ہماری
سوسائٹی اور معاشرے میں یہ عورت کے لئے سنگین عیب
ہے اور تحلیل کی کوئی گنجائش نہیں اور بعض خاندانوں
میں مطلقہ کے لئے بجز گھل گھل کر مرجانے کے کوئی سبیل
نہیں بعض لوگوں نے اس صورتِ حال کا یہی علاج اور
مداوا سمجھا ہے کہ تین طلاقوں کو ایک طلاق سمجھا جائے۔
وہ یہ چاہتے ہیں کہ ایسی تین طلاقوں کے بعد بھی طلاق
دینے والے کو رجوع کرنے کا حق حاصل رہے۔ کیونکہ
بعض لوگ انتہائی غضب کے عالم میں اور بعض حالت
نشہ میں بھی طلاق دیتے ہیں اور نشہ اور غضب کے
زائل ہونے کے بعد پچھتاتے ہیں۔ ان صاحبوں کو
ایسے لوگوں سے ہمدردی ہوتی ہے' اور اسی ہمدردی
کی بنا پر وہ قانون شریعت میں تبدیلی کے خواہاں ہیں'
حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الزانیۃ والزانی
فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ
ولا تاخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ ان
کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ولیشھد
عذابھما طائفۃ من المؤمنین (النور:۲)

زانیہ اور زانی ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ اور اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو تو ان دونوں سے دین اللہ یا اللہ کی مقررہ جزاء کے باب میں کوئی ہمدردی رأفت و رحمت تم میں نہ ہو اور چاہئے کہ ان دونوں کے عذاب کے وقت مؤمنین کی جماعت حاضر رہے۔

اس تمام گفتگو کا ماحصل چند جملوں میں یہ ہے کہ تمام طاعات بغیر نیت کے باطل ہیں۔ تمام مباحات ابتغاء لوجہ اللہ یا ارادۂ مرضات اللہ یا سعادت فی الآخرہ کے سبب سے طاعات و عبادات ہو جاتے ہیں۔ لیکن کوئی گناہ یا معصیت نیت سے طاعت نہیں بن جاتی۔ نیت سے مقصود طاعت اور خوشنودیٔ پروردگار رہے۔ ہر عمل فعل ہو یا ترک فعل عمداً و قصداً ہونا چاہئے۔ نیت کو لازم قرار دینے سے مقصود انسان میں احساس ذمہ داری پیدا کرنا ہے اور اس یقین کو مستحکم کرنا ہے کہ قیامت کے دن اپنے ہر عمل کی جواب دہی کرنا ہے۔ اللہ سے کسی کا کوئی عمل مخفی نہیں۔ نامۂ اعمال میں ہر عمل چھوٹا ہو یا بڑا موجود ہوگا۔ غفلت یا سہو یا خطا سے بھی کوئی عمل ہو تو کم از کم دنیا میں اس کی بھی جزاء ہے۔ عاقل و بالغ ہر مکلف انسان کے کسی قول کو مہمل نہیں قرار دیا جا سکتا، اگر وہ تین کہتا ہے تو اس کے معنی تین ہی ہیں۔ اگر تین کو ایک کہا جائے تو پھر کسی لفظ کے معنی متعین نہیں ہو سکتے۔ معاملات میں افراتفری پیدا ہو گی۔ اور یہ فساد کبیر ہے۔

قصیدہ لؤلؤ لالا

از

قدوۃ السالکین حضرت شاہ محی الدین
سید شاہ عبداللطیف قادری **ذوقی** رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وحواشی
از
جناب ڈاکٹر سید وحید اشرف ایم اے۔ پی ایچ۔ ڈی
دانشگاہ مدراس
مدراس

قصیدۂ حضرت ذوقی علیہ الرحمہ

مسمّیٰ بہ لؤلؤ لالا

از ـ ڈاکٹر سید وحید اشرف
مدراس یونیورسٹی

سید عبد اللطیف قادری ذوقی ۱۰۵۱ھ میں ویلور میں پیدا ہوئے۔ آپ سید ابو الحسن قربیؒ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ ۱۰۹۴ھ میں ویلور ہی میں وفات پائی۔ مزار احاطۂ حضرت مکان میں گنبد کے اندر ہے۔ تصانیف کی تعداد ایک سو پچاس بتائی جاتی ہے۔ بیالیس یا سینتالیس سال کی عمر پائی۔ اس مختصر عرصہ میں ایک روایت کے مطابق آپ نے تین لاکھ فارسی میں اشعار چھوڑے۔ تصوف میں مرتبۂ قطبیت پر فائز ہوئے (تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے "انوار اقطاب ویلور" شائع کردۂ دار العلوم لطیفیہ دار التصنیف حضرتؒ مکان ویلور) ذیل کی سطور سے ہمارا مقصد حضرت ذوقی کی شخصیت کے بعض پہلوؤں کی طرف اشارہ کرنا اور پیش نظر قصیدہ کے تعلق سے کچھ عرض کرنا ہے۔

دکن میں خانوادۂ حضرتؒ مکان کی علمی، دینی اور اخلاقی خدمات روز روشن کی طرح آشکار ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے علم و عمل اور فکر و نظر سے یہاں کے پورے معاشرے پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ تمام دینی معاملات میں لوگ اسی خانوادے کی طرف رجوع کرتے تھے۔ علماء یہاں سے فارغ التحصیل ہوتے تھے۔ صوفیہ اور مشائخ یہاں سے تربیت پاتے تھے، اور پھر دوسرے علاقوں میں روحانی شمع روشن کرتے تھے۔ اور آج بھی اس خانوادے کے علمی، فکری، اور اخلاقی اثرات اظہر من الشمس ہیں۔ اور ان کی وہ فکری اور عملی کاوشیں جس نے تین صدیوں تک یہاں کے مسلم معاشرے کی رہنمائی کی ہے، اس میں یقیناً آج بھی وہ قوت و تاثیر ہے جو لوگوں کے ذہن کو متاثر کرسکے۔

نثری خدمات کے ساتھ اس خانوادے کا شعری کارنامہ بھی نہایت شاندار ہے اور دنیائے ادب میں تابندہ ستارے کی مانند رخشاں ہے۔ ان میں حضرت ذوقی کی شخصیت اس اعتبار سے خصوصی طور پر قابل ذکر ہے۔ باقر آگاہؒ نے حضرت ذوقی کو نظامیٔ ہند کہا ہے۔ اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے۔

ہندوستان میں فارسی شاعری میں خسرو کے سوا کوئی بھی حضرت ذوقی کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ بیالیس سال کی عمر میں تین لاکھ اشعار چھوڑ جانا اور ساتھ ہی فقہ، حدیث، عروض، افتاد، تصوف وسلوک پر متعدد تصانیف لکھنا اور ساتھ ہی درس وتدریس کا مرتاض بھی انجام دینا اور راہِ سلوک کا عملی سالک بن کر قطبیت کے مقام پر فائز ہونا ایک نابغہ ذہن ہی کا کام ہے۔ اس لئے حضرت ذوقیؒ کے شعری کارنامے بھی اس بات کے متقاضی ہیں کہ اُن کو بھی مرتب اور شائع کیا جائے۔

حضرت ذوقیؒ نے فارسی میں غزلیں بھی کہی ہیں لیکن ان کا اصل کارنامہ مثنوی اور قصائد ہیں۔ ان کی ایک مثنوی معجز مصطفیٰؐ کے نام سے شائع ہو چکی ہے، جس میں سات ہزار سے زائد اشعار ہیں۔ اس میں غزوات کا ذکر ہے، اور فارسی میں گویا یہ شاہنامۂ اسلام ہے۔ اور غالباً اب تک دریافت شدہ پہلا اور آخری شاہنامۂ اسلام ہے جو فارسی زبان میں ہے، اس پر راقم کا ایک مختصر تبصرہ "بعنوان حضرت ذوقی کی فارسی شاعری"... اللطیف کے پچھلے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں نظامیؒ کے طرز پر متعدد طویل مثنویاں بھی لکھیں اور ان کے علاوہ بھی دوسری مثنویاں ہیں جن کا موضوع تصوف، عشق اور ایک تاریخی مثنوی ہے۔

قصیدے میں بھی حضرت ذوقی اپنا ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ آپ کے قصائد کے متعلق راقم کا مضمون اللطیف کے پچھلے شمارے میں اور موجودہ شمارے میں ملاحظہ کیجئے۔ یہاں آپ کے قصیدے پر تفصیلی بحث مقصود نہیں ہے، صرف پیشِ نظر قصیدے کے تعلق سے کچھ عرض کرنا ہے۔

یہ قصیدہ سنہ ۱۱۷۰ھ میں لکھا گیا جیسا کہ خود حضرت ذوقیؒ لکھتے ہیں :۔

بسال یکصد و ہفتاد بر ہزار شگفت
ببوستان جہاں این چنیں گلِ رعنا

حضرت ذوقیؒ سنہ ۱۱۵۱ھ میں پیدا ہوئے اس لئے یہ قصیدہ ۱۸ یا ۱۹ سال کی عمر میں لکھا گیا۔ گویا یہ قصیدہ اس وقت لکھا گیا جب کہ ابھی آپ کی شاعری کی ابتدا تھی۔ اگرچہ بحیثیت شاعر آپ اس عمر میں مشہور ہو چکے تھے، بقول علامہ اقبال ع

قریب تر ہے نمود جس کی اُسی کا مشتاق ہے زمانہ

اس ابتدائی قصیدے سے یہ اندازہ ہوتا ہے، کہ وہ شخص جسے آگے چل کر نظامیٔ ہند ہونا ہے اُس کی ابتدا اور اُٹھان کیسی ہے۔ ابتدائے عمر میں طبیعت کی یہ وفور گوئی، زبان پر زبردست قدرت اور فکر کی یہ بلندی ایک غیر معمولی شخصیت پر روشن دلیل ہے۔ اس قصیدے میں اگرچہ زبان وبیان پر قدرت

اور فکر کی یہ بلندی ایک غیر معمولی شخصیت پر روشن دلیل ہے۔ اس قصیدے میں اگرچہ زبان و بیان پر قدرت کا بخوبی اظہار ہوتا ہے، لیکن اس کے بعد کے قصائد جو بیس پچیس سال کی عمر میں لکھے گئے ان میں بیان کی پختگی نمایاں نظر آتی ہے اور مثنوی معجزِ مصطفےٰ جو تقریباً اٹھائیس سال کی عمر میں لکھی گئی اس میں بیان میں برجستگی اور زیادہ نمایاں نظر آتی ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے حضرت ذوقی کی فارسی شاعری مطبوعہ اللطیف) اس قصیدے سے حضرت ذوقی کے اس فکری رجحان کا بخوبی پتہ چلتا ہے جو عمر کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتا رہا۔ شروع ہی سے وہ عشق حقیقی اور راہ سلوک کے طالب تھے، لیکن ابھی راہِ سلوک اختیار نہ کی تھی، قصیدہ میں عقائد، دیدار باری تعالیٰ، مرشد، حب دنیا، عشق الٰہی، عشق رسولؐ، عدل، ظلم، علم معقول، علم منقول، زہد، حمد، مناجات، نعت، وغیرہ کو اپنا موضوع بنایا ہے اور جو کچھ کہا ہے ان پر خود بھی عمل کیا ہے، فکر و عمل میں مطابقت کی وجہ سے ہی ان بزرگوں کی تعلیمات میں کیمیا کا اثر ہوتا تھا۔ اس قصیدے سے اس زمانے کی مذہبی اور اخلاقی حالت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اس وقت جاہل پیروں کی بھی کمی نہ تھی۔ حضرت ذوقی نے جہالت کے خلاف شدید ردِّ عمل کا اظہار کیا ہے، اور لوگوں کو ان سے متنبہ کیا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت ایسے پیر بھی تھے جو ظاہری آنکھوں سے خدا کو دیکھنے اور دکھانے کا دعویٰ کرتے تھے، ان کے خلاف بہت سخت لکھا ہے۔ حضرت ذوقی اور ان کے والد حضرت قربیؒ نے بھی الگ سے نثری تصانیف میں رویت باری پر بحث کی ہے، اور ثابت کیا ہے، کہ دنیا میں ظاہری آنکھوں سے دیدار الٰہی ناممکن ہے، صرف خواب میں، یا دل کی آنکھوں سے انوارِ الٰہی کا مشاہدہ ہوتا ہے، عــہ۔ رویت اور ادراک میں بھی فرق کیا ہے۔ ادراک کا مفہوم ہے خدا کی ذات کا احاطہ کر لینا اور یہ مخلوقات سے ناممکن ہے۔ (تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے رسائل قربی، اور النشائے لطائف ذوقی وغیرہ)۔

اس قصیدہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ذوقی نے مختلف علوم میں دستگاہ اس عمر میں پیدا کر لی تھی، مثلاً لغت، عروض، تصوف، فقہ، معقولات

عــہ صوفیہ نے جہاں کہیں اگر صرف دیدار الٰہی کا ذکر کیا ہے تو اس سے مقصود یہی ہوتا ہے کہ خواب میں یا دل کی آنکھوں سے انوارِ الٰہی کا مشاہدہ ہونا کیونکہ اس موضوع پر اجلّۂ صوفیہ کی تصریحات موجود ہیں اور ظاہری آنکھوں سے خدا کے دیدار کی سب نے تردید کی ہے (مؤلف)

وغیرہ، اس سے آپ کے علمی ذوق وشوق کا اندازہ ہوتا ہے۔ غرض کہ یہ قصیدہ حضرت ذوقی کی شخصیت اوران کے زمانہ میں مذہبی ماحول کو سمجھنے میں بہت معاون ہوگا۔

قصیدہ کے اکثر اشعار میں لفظی اور معنوی خوبیاں جمع ہوگئی ہیں۔ یہاں ہم ان کی تشریح سے صرفِ نظر کرتے ہیں کہ طلبائے فارسی وعربی علم معنی وبیان سے بالعموم واقف ہوتے ہیں۔ حضرت ذوقی کے قصیدے میں تجنیس، حسن تعلیل، رعایت لفظی، تضاد وطباق، ابہام اور صوتی ہم آہنگی وغیرہ آسانی سے دیکھی جاسکتی ہے۔

یہ بات بھی نظر میں رکھنا چاہئے کہ طویل قصیدوں میں حضرت ذوقی کا قلم تیزی کے ساتھ رواں دواں رہتا ہے۔ ایک بار لکھنے کے بعد حضرت ذوقی اُن پہ دوبارہ نظر نہیں ڈالتے۔ لکھتے ہی وقت اگر سہو قلم نظر میں آیا تو فوراً کاٹ کر وہاں کوئی دوسرا لفظ لکھ دیتے ہیں۔

یہاں ایک سوال یہ ذہن میں اُبھرتا ہے کہ حضرت ذوقی نے اپنے صوفیانہ خیالات کے اظہار کا ذریعہ بالخصوص شعر کو کیوں بنایا۔ اس کے چند وجوہ ظاہر ہیں۔ ایک تو یہ کہ استاد خود نہایت اچھا ذوق شاعری رکھتے تھے، جس کے سبب حضرت ذوقی کے ذوق شاعری کو پروان چڑھنے میں مدد ملی۔ دوسرے یہ کہ ہم سبق بھی اُن کو ایسا ملا جو بلا کا ذہین تھا اور شاعری کا ملکہ بھی زبردست رکھتا تھا، یعنی حضرت باقر آگاہ۔ اس رفاقت نے شوق کو مہمیز کا کام کیا ہوگا۔ تیسرے یہ کہ اس وقت مدراس اور تامل ناڈو کے بعض دوسرے شہروں میں جن میں ویلور بھی شامل ہے فارسی شاعری کا بڑا چرچا تھا، شعراء کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔ اس کا اندازہ اُن تذکروں سے ہوتا ہے جو یہاں لکھے گئے۔

ویلور کے بعض شاعروں کا ذکر سعید نامہ میں ملتا ہے، جس کے مصنف شاغل مدراسی ہیں۔ گویا اس دور میں علم اور ذہانت کے اظہار کا سب سے بڑا معیار شاعری ہی تھا۔ چوتھے یہ کہ مقبول صنفِ سخن میں بات کہنے کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ تصوف، سلوک، دل کا سوز، عوام وخواص کی اصلاح کا جذبہ ورثہ میں ملا تھا، ذہانت اور ملکۂ شاعری خداداد قابلیت تھی۔ ان سب چیزوں نے ان کے ملکۂ شاعری کو منتہائے کمال تک پہنچا دیا۔

قصیدۂ حضرت ذوقؔ
مسمّیٰ بہ
لوء لوء لالا

۱۔ سخن بحمدِ خدائے کہ نیستش ہمتا
سخن کا آغاز خدا کی حمد سے جس کا کوئی شریک نہیں

بری ست معرفتِ او ز عقل و دانشِ ما
اس کی معرفت ہماری عقل و دانش سے باہر ہے

۲۔ خرد کہ تاخت سوے حضرتِ معلّا لیش
عقل نے جب حضرت معلّیٰ تک پہنچنا چاہا،

چو دیدہ جاہ و جلال وے او فتاد ز پا
تو اُس کے جاہ و جلال کو دیکھ کر عاجز ہو گئی

۳۔ نہ جاے دارد و نے ہیچ جائے را خالی
خدا مکان سے پاک ہے اس کے باوجود ہر جگہ ہے

زہے بزرگ کہ از جاے برتر ست و بجا
اس کی بڑائی کا کیا کہنا جو مکان سے برتر ہے پھر بھی ہر جگہ موجود ہے

۴۔ ز بسکہ تابش او تافت در سراے وجود
کائنات میں اُسی کے جمال کی تابش ہے

نشد بغیرِ جمالش ز ہر طرف پیدا
ہر طرف وجود کا ظہور اسکے جمال کی تابش سے ہے

۵۔ سوادِ شام ز سوداے او بود مشکیں
اُس کے (جمال کے) عشق سے شام مشکیں ہے

بیاضِ چہرۂ روز از ضیاے او بیضا
دن کے چہرے کی روشنی اُسی کی تابناکی سے ہے

۶۔ ببزمِ شوق وے از اشک بادہ و ز رخ جام
اُس کے شوق کی بزم میں آنسوؤں کی شراب اور چہرے کا جام (درکار ہے)

بصدر ذوق وے از عجز تاج و فقر قبا
اسکے ذوق کے مقام پہ عجز کا تاج اور فقر کی قبا (درکار ہے)

۷۔ کرا مجال کہ در حضرتش سخن گوید
کس کی مجال کہ اُس کی ذات کے بارے میں گفتگو کرے

ز عقل عاقل معقول و دانشِ دانا
ان لوگوں کی عقل سے جو معقولات کے عاقل ہیں اور دانائے علم ہیں

۸۔ خرد کلہ فگند چوں بسوی او تازد
عقل جب اسکی طرف دوڑتی ہے تو اپنے عجز کا اظہار کرتی ہے

دقیقہ دانی او دق شود عنا معنا
اسکی (عقل کی) دقیقہ دانی رنج کے ساتھ دق ہو جاتی ہے

۹۔ درآں سواد دلیر ار کیہ رفت یافت سواد
بعاجزی بزد و آنجا کہ عاجز است ضیا

اس کی بارگاہ میں جو بے باکی کے ساتھ گیا اُس نے تاریکی پائی
وہاں عاجزی کے ساتھ جاؤ، کیونکہ روشنی عاجز ہے

۱۰۔ جلال لال کند ہر کرا کہ ناطق شد
ہر آں کہ عجز کند روی او شود حمرا

اس کی ذات کے بارے میں جو گفتگو کرتا ہے اسکا جلال اسکو گونگا کر دیتا ہے
جو عجز کا اظہار کرتا ہے وہ سرخرو ہوتا ہے

۱۱۔ قدم براہِ قدم چوں زنی قدم شکند
نگاہ دار دم ایں جا و دم مخور عمدا

ذات قدیم کی طرف قدم بڑھاؤ گے تو تمہارا قدم ٹوٹ جائے گا
اس معاملہ میں احتیاط رکھو اور عمداً ایسا کام نہ کرو

۱۲۔ ہر آنکہ نیست برون از خیال باطل ہیچ
دریں طریق نیارد قدم زدن حاشا

جس نے باطل خیال کو نہیں چھوڑا
وہ راہِ طریقت میں ہرگز قدم نہیں رکھ سکتا

۱۳۔ بباغ معرفت حق نہ جائے خار بود
بغیر گل کہ خرامد در و سہی آسا

معرفت حق کے باغ میں کانٹے (غلط عقائد) کی جگہ نہیں ہے
بغیر گل (یعنی حق کے) اس باغ میں کوئی سیر نہیں کر سکتا

۱۴۔ مثال سروسہی باش و روی کن ببہی[۵]
وگرنہ ہمچو بہی[۵] روے تو بود صفرا

سروسہی کی طرح راستی اختیار کرو اور بھلائی کی طرف بڑھو۔
ورنہ بہی کی طرح تمہارا چہرہ زرد یا ترش ہو جائے گا

۱۵۔ زما و من بدر آ آنگہی خدائے طلب
کہ ما و من نبود اندریں حریم روا

ما و من یعنی خود پرستی کو چھوڑو، اسکے بعد خدا کے طالب بنو
اس کی بارگاہ میں خود پرستی جائز نہیں ہے

۱۶۔ دریں حرم زخطا خود مکن آ شکار آہو
کہ در حرم نشد آہو شکار کسی بخطا

اس دلکش پُر فضا حرم میں آہو کا شکار مت کرو
حرم میں کوئی غلطی سے بھی آہو کا شکار نہیں کرتا

۱۷۔ صفائے دل بطلب دور کن کدورت و غش
کہ تا عیاں بنماید در و جمال خدا

دل کی صفائی طلب کرو اور کدورت کو چھوڑو
تاکہ اس میں خدا کا جمال ظاہر ہو۔

۱۸۔ بچشم فا ز صفا بہرہ ور شوی اے دل
نگاہ کن کہ نہ اصل صفا است دیدۂ فا[۹]

اے دل فا کی چشم کی طرح صفا سے بہرہ مند ہو
دیکھو فا کی آنکھ صفا کی اصل نہیں ہے

۱۹۔ بجز خدای کہ باشد کہ چرخ آراید
بزینت رفع سمکھا فسوّیٰھا

خدا کے سوا کون ہے جس نے آسمان کو آراستہ کیا
اسکو زینت سے بلند کیا

۲۰۔ دریں زمانہ کسانیکہ میز نند صلف
کہ دیدہ ایم خدا را بچشم سر عذرا[۱۰]

اس زمانے میں جو لوگ ڈینگ مارتے ہیں
۲۱- زنخ زنند تو ریش و بروت شان برکن
یہ ڈینگ مارتے ہیں تم ان کی داڑھی مونچھ اکھاڑ ڈالو
۲۲- اگرچہ جبہ ز دیبا کنند و ز اکسون
اگرچہ یہ دیبا اور اکسوں کا (قیمتی) جبہ پہنتے ہیں
۲۳- یکے بگوشہ بخواند از آنمیاں کہ بدید
کوئی لوگوں کے گروہ میں سے ایک شخص کو الگ کونے میں بلاکر کہتا ہے
۲۴- یکے بگوید ازیں شرع در حقیقت کار
کوئی کہتا ہے کہ حقیقت کی تلاش میں شریعت کو
۲۵- یکے بگوید اگر معرفت ہمی خواہی
کوئی کہتا ہے اگر معرفت چاہتے ہو
۲۶- ز جمع دور و بصد تفرقہ قریں گشتہ
یہ لوگ جمع سے دور اور سینکڑوں تفرقہ میں گرفتار ہیں
۲۷- مثال دیدۂ سنگیں دلاں ہمہ آہو
سنگین دلاں کی آنکھوں کی طرح یہ لوگ سراسر غلام اور سراپا عیب ہیں
۲۸- ز بسکہ کور شدہ اندریں خیال چو زلف
اس خیال میں زلف کی طرح اندھے ہیں
۲۹- کسیکہ باز ہوائے سوائے ایزد شد
جس کی خواہش پھر خدا کے ماسوا ہوئی
۳۰- تری دامن و خشکی مغز افزودہ
گناہ اور حماقت بڑھ گئی
۳۱- چرا نمودہ بکشت خطا چو آہو رم
خطا کے کھیت میں آہو کی طرح کیوں بھاگ گیا

کہ ہم نے خدا کو ظاہری آنکھ سے آشکارا دیکھا ہے
دو مو بہل کہ نمایند گوسپند آسا
دو بال چھوڑ دو تاکہ یہ بھیڑ کی طرح نظر آئیں
تو رو گلیم بہ بر کن برائے آل عبا
تم جاؤ گلیم پہنو آل عبا کی تقلید میں
جمال ایزد بے چوں نماید ست حالا ۱۲
ہاں اب تمہیں خدائے بے چوں کا جمال صاف دکھائی دیتا ہے۔
بچہ کہ معرفت ذوالجلال را ست عطا ۱۳
چھوڑ دو کیونکہ یہ خدا کی معرفت میں پردہ ہے
بداں کہ نیست بغیر خدا دریں اشیاء ۱۴
تو جان لو کہ تمام چیزوں میں خدا ہے (یہی معرفت ہے)
فگندہ تفرقہ در جمعہا ازیں سودا ۱۵
اس خیال میں انہوں نے جمع الجمع میں تفرقہ ڈال دیا ہے
مثال کاکل سیمیں براں تمام خطا
سیمیں براں کی زلف کی طرح سراسر خطا ہیں۔
ورائے پیچ و شکن خویش را ندیدہ بہا ۱۶
اس پیچ و تاب سے نکل کر انہوں نے اپنی قدر نہ پہچانی
دلے چو صبح ورا بردہ سوئے شام ہوا ۱۷
تو اس کا صبح جیسا دل اسکو خواہش کی تاریکی کی طرف لے گیا۔
بہ بیخ و جز ز گرائیدہ کردہ ہر کس را ۱۸
دوسروں کی مذمت کرنے میں لگ گیا
ز دست لاف خفتی داشتہ بچیں قبا ۱۹
اسکی قبا میں تکبر کے سبب شکن تھی

۳۲- صحیح قولِ حسن دیدہ منکر و مردود

صحیح اور قولِ حسن کو منکر اور مردود جانا

۳۳- ز قہرِ حق بہراس اے ستمگر طاغی

اے باغی خدا کے قہر سے ڈر

۳۴- غطاست ظلم میانِ تو و مقاصدِ تو

ظلم تیرے اور تیرے مقصد کے درمیان پردہ ہے

۳۵- اگر بعدل گرائی ترا چو جان درست

اگر تم عدل اختیار کرو گے تو اس میں تم زندگی پاؤ گے

۳۶- مدام گریہ ہمی کن کہ روشنیِ دل است

ہمیشہ گریہ کرو کہ یہی دل کی روشنی ہے

۳۷- بغیر گریہ نگردی بہ بحرِ رحمت غرق

بغیر گریہ کے بحرِ رحمت میں غرق نہ ہو گے

۳۸- اگر بعجز دوی خواندت خدائے کریم

اگر تم عجز کے ساتھ بڑھو گے تو خدا تمہیں اپنے قریب بلائیگا

۳۹- بحلقۂ تو درآید مہ و خور از بن و گوش

(عجز کے سبب) چاند اور سورج تمہارے حلقہ بگوش ہو جائینگے

۴۰- بظلِ عرش نشینی و خلق در ظلّت

تم عرش کے سایہ میں رہو گے اور مخلوق تمہارے سایہ میں

۴۱- بغیر عجز مکن کار اے ستودہ سیر

اے ستودہ صفات بغیر عجز کے کام نہ کرو

۴۲- ز گریہ صیقلِ دل باشدت بگریہ گرای

گریہ سے دل صیقل ہوتا ہے اسلئے گریہ اختیار کرو

ضعیف گفتۂ خود را غریب کردہ بجا [۲۰]

اور اپنی گڑھی ہوئی حدیث کو غریب کہہ کر درست بتا دیا

کہ احتراق سُہا بیست تابِ شمسِ ضحیٰ

سُورج کی تابش سے سہا غائب ہو جاتے ہیں

بعدل شو متوجہ کہ ہست کشفِ غطا

عدل کی طرف متوجہ ہو کہ یہ حقیقت پر سے پردہ اٹھاتا ہے

وگر بظلم گرائی ترا ست زہر گیا [۲۱]

اگر تم ظلم اختیار کرو گے تو شفا بخش چیزیں تمہارے لئے زہر بن جائینگی۔

سرشک ابر بدریاست لؤلؤ لا لا [۲۲]

یا دل کے آنسو دریا میں روشن موتی بن جاتے ہیں۔

کہ بہ شد از متکبّر بہ نزدِ حق لا لا [۲۳]

اے بندے خدا کے نزدیک متکبر میں سے کب کوئی سرخرو ہوا؟

اگر بعجب دوی بانگ بر زند لا لا

اگر عجب کے ساتھ بڑھو گے تو وہ تمہیں قبول کرنے سے انکار کردیگا۔

کنند ز خاک تو گلگونہ وش رُخِ زیبا

تمہاری خاک سے وہ اپنے چہرے کو گلگونہ کریں گے۔

چو آفتاب بتابد بہ نیزہ ای فردا

جبکہ آفتاب کل قیامت کے دن ایک نیزے پر ہوگا

اگرچہ خسرو رومی و دہلی و ساوا

اگرچہ تم روم، دہلی اور ساوہ کے بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔

کہ ہست حضرتِ حق را قبول گریہ گرا

حضرتِ حق اسکو قبول کرتے ہیں جو گریہ کی طرف مائل ہوتا ہے۔

۴۳۔ بغیرِ گریہ نباشد دوائے دردِ تو ہیچ
تمہارے درد کی دوا گریہ کے سوا کچھ نہیں ہے
زگریہ رحمتِ ایزد ترا شود ماوا
گریہ کے سبب رحمت خدا تمہارا ماویٰ بنجاتی ہے

۴۴۔ بغیر گریہ ترا نیست دستگیر دگر
گریہ کے سوا تمہارا کوئی دستگیر نہیں ہے
بغیر حضرتِ حق نیست دیگرے ملجا
حضرت حق کے سوا دوسرا کوئی ملجا نہیں ہے

۴۵۔ بگریہ خضر چو تر کرد پائی خود ہردم
گریہ سے خضر نے جب اپنا پاؤں ہر دم تر کیا
لبشورہ ای کہ قدم زد چو مرز شد خضرا
کھاری زمین میں انہوں نے قدم رکھا تو وہ بھی سرسبز ہو گئی

۴۶۔ زآہ گرم خدنگی کن اے فراخور زہ
اے بھلے آدمی آہ گرم سے اپنا تیر بنا کر چلاؤ
کماں بگوشۂ اندوہ وغم زقد دوتا
(آخرت کے) اور غم سے اپنے قد کو دوتا کرکے اسکو کمان بناؤ

۴۷۔ دورنگ چوں گل رعنا مباش گرباشی
گل رعنا کی طرح دورنگی مت اختیار کرو' اگر تم دورنگ ہو
لبشوی زاشک عیونت دورنگی رعنا
تو اے رعنا: اپنی دورنگی کو آنسوؤں سے دھو ڈالو

۴۸۔ زخندہ ای کہ شاید دلِ تو شد مردہ
نازیبا ہنسی سے تیرا دل مردہ ہے
چرا تو خونی دل گشتہ ای چرا و چرا
تو خونی دل کیوں ہو گیا ہے؟ آخر کیوں؟

۴۹۔ بکام مردہ فشاں از سرشک نوشابہ
اپنے مردہ دل کو آنسوؤں سے آبحیات دو
کہ تا رواں دگر آید دراں دلِ غرّا
۲۵ھ تا کہ دلِ غرّہ میں دوسری جان آئے

۵۰ زخندہ زندہ نگردد دلِ چنیں مردہ
یہ دل مردہ خندہ سے زندہ نہیں ہوتا
گزیں مکن' بروائے خواجہ' خندۂ غرّا
اے خواجہ جا' تو خندۂ غرّہ مت اختیار کر

۵۱۔ تو کیستی کہ بیفتی و خندی و خیزی
تو کون ہے جو گرتا پڑتا ہے خندہ کرتا ہے اور اٹھتا ہے
۲۶ھ نشد بجز تبسّم' لبین گل طاہا
آنحضرتؐ سوائے تبسم کے قہقہہ نہیں لگاتے تھے

۲۷ھ ۵۲۔ نگاہ کن کہ چگونہ نشستہ عین طہور
دیکھو کہ وہ عین طہور کس طرح بیٹھتے تھے
بچشم مصحفِ حق کوست سورۃ الشعراء
قرآن میں سورۃ الشعراء میں کس کا ذکر ہے

۵۳۔ بہ لا ز خندہ کشا لب اگر اماں خواہی
خندہ کے لئے لا کہکر ہونٹ کھولو' اگر اماں چاہتے ہو
۲۸ھ بگریہ ای کہ نوازد قریب شو ببلی
اگر گریہ تمہیں نوازے تو بلیٰ کہہ کر اسکے قریب ہو جاؤ

۵۴- اگر بہ بارش اشکِ رواں قریں گردی
اگر تم اپنے کو اشکِ رواں کی بارش کے قریب کر دو

۵۵- بغیر گریہ مکن ہیچ کار وقتِ سحر
صبح کو بغیر گریہ کے کوئی کام نہ کرو

۵۶- بہا و ہوئے سحر دل ہوائے ہو یابد
صبح کی ہای و ہو سے دل میں خدا کی طلب پیدا ہوتی ہے

۵۷- سرشک ریز زہر دو دیدہ چونکہ ابرِ مطیر
اپنی دونوں آنکھوں سے ابرِ باراں کی طرح آنسو برساؤ

۵۸- ز آب دیدہ گداز دچنانکہ موم زنار
آنسو سے ایسا پگھل جاتا ہے جیسے آگ سے موم پگھلتی ہے

۵۹- ز آہ و آب ہمی ریزد در حمای سحر
صبح کو (عشق کی) گرمی سے جو آنسو آنکھ سے گرتے ہیں

۶۰- بدیں طریق دلِ خویش را نمودہ رفیق
راہِ طریقت میں اپنے دل کو رفیق بنا کر

۶۱- شود بچشمۂ چشمم تو زندہ ماہی دل
آنکھ کے چشمہ میں تمہارے دل کی مچھلی زندہ رہتی ہے

۶۲- چناں بریز لآلی اشک در دامن
دامن میں آنسوؤں کے موتی اس طرح گراؤ

۶۳- بآب چاہِ عیون غوطہ آنگہی کہ خوری
آنکھوں کے کنوئیں کے پانی میں اس وقت غوطہ لگاؤ گے

۶۴- ز چاہِ غم بدر آئی چو حبلِ متیں
دین کی مضبوط رسی کے سبب تم چاہِ غم سے باہر نکلو گے

شود دل تو کہ آہن بود تمام طلا
تو تمہارا دل جو لوہے کی طرح (سیاہ) ہے سونا بن جائے

کہ تا چو جام سحر گردی اے نکو سیما
تاکہ تم صبح کی طرح روشن ہو جاؤ اے نکو سیما

زہا و ہو مرم ایں ہا و ہو گزیں ہا ۲۹
اس ہای و ہو سے مت بھاگو اس ہای و ہو کو اختیار کرو

بہ سبزی خط عشق تو کردہ ام ایما
میں نے تمہارے عشق کی سرسبزی کی طرف اشارہ کر دیا ہے

اگر بود دل تو ہمچو صخرۂ صما
اگر تمہارا دل پتھر کی طرح سخت ہے

کہ نیست آب بجز آہو اندرون حمی ۳۰
وہ پانی نہیں ہے بلکہ بخار میں نکلے ہوئے پسینہ کی طرح خراب بازہ ہے

بدمع باش شناور بگوشۂ تنہا
تنہائی میں آنسوؤں میں شناوری کرو۔

اگر چو خضر شوی آشنا بدیں دریا
اگر تم خضر کی دریا اس چشمہ سے آشنا ہو جاؤ

کہ آب گردد ازو در صدف دُرِ یکتا
کہ وہ آنسو صدف میں یکتا موتی (کی طرح) بن جائے

بگیری از کفِ اقبال عروۃ الوثقیٰ
کہ جب تم دین کی رسی کو اپنے اقبال کے ہاتھوں سے پکڑ لو گے

شوی گلِ چمن باغ جنّت الماویٰ
جنت الماویٰ کے باغ کے تم پھول بن جاؤ گے

۶۵۔ بزد قدم پے رفعت بپایۂ معراج
معـراج کے لئے بلندی کا قـدم بڑھایا

۶۶۔ بریں لموع زراہ ولوع تایل شو
اس روشنی کی طرف عشق ومحبت کے راستے سے پہنچو

۶۷۔ اگر زلمعۂ خود تابشس تو افزاید
اگر سورج (نورِحق) کی روشنی سے تمہاری روشنی میں افزائش ہو

۶۸۔ بچہرۂ تو شود آفتاب ظلمت گاہ
تمہارے چہرہ کے مقابلے میں سورج تاریک نظر آئے گا

۶۹۔ کسیکہ دست بحبل المتیں زد اندر دم
جس نے مضبوطی سے حبل متین کو پکڑ لیا

۷۰۔ سزد کہ چہرۂ او آفتاب تاب شود
اس لائق ہے کہ اُس کے چہرے سے آفتاب روشن ہو جائے

۷۱۔ لبسوی فقہ گرایندہ شو کہ رہ یابی
فقہ کی طرف مائل ہو جاؤ، تاکہ تم راہ پاؤ

۷۲۔ اگر لبشرع نہ بینی زکوری حکمت
اگر فلسفہ کے اندھے پن سے تم شرع کو نہ دیکھ سکے

۷۳۔ زشرع گیر بزرگی کہ تا بزرگ شوی
شریعت سے بزرگی حاصل کرو، تاکہ تم بزرگ ہو جاؤ

۷۴۔ میان راہ شریعت بسر ہمی غلطد
وہ شخص شریعت کے راستے میں سر کے بل گرتا ہے

۷۵۔ بزہد خشک میامیز گر خدا خواہی
اگر خدا کے طالب ہو تو زہدِ خشک مت اختیار کرو

زپا بمردی ایں حبل خواجۂ بطحا
خواجۂ بطحا نے حبل متین کو مضبوطی سے پکڑ کر
کہ غیر او نبود مر ترا درون پالا ۳۱ھ
کہ سوائے عشق کے تیرے دل کو صاف کرنیوالا کوئی نہیں ہے

ضیا طلب کند از روئے تو مہِ رخشا
تو روشن چاند تمہارے چہرہ سے ضیا طلب کرے گا

بعارضِ تو شود مشتری و مہ شیدا
تمہارے چہرے پر مشتری و ماہ شیدا ہو جائیں گے

باہلِ فضل زبردست گشت چوں صہبا
وہ اہلِ فضل میں شراب کی طرح زبردست ہو جاتا ہے

بنور پاشی در ظلمت شب یلدا
شب یلدا کی تاریکی میں اسکے چہرے کی نور پاشی سے

گذار ذلت حکمت ببوعلی سینا
فلسفہ کی ذلت کو بوعلی سینا کے لئے چھوڑ دو

بشہر اہل بشاشت شوی چو غم رسوا
تو اہل بشاشت کے شہر میں غم کی طرح رسوا ہو گے

مباش مایل حکمت کزو شوی بدرا ۳۳ھ
فلسفہ کی طرف مت مائل ہو کہ اس سے تم گمراہ ہو جاؤ گے

کسیکہ در رہِ حکمت ہمی رود پویا
جو فلسفہ کے راستے میں دوڑتا ہے
کہ نیست خانۂ عرفاں بپای زین بنا ۳۴ھ
کہ عرفان کے گھر کی شاخ زین پہ نہیں ہے۔

۷۶- بغیرِ معرفتِ حق کجا شوی کامل

معرفتِ حق کے بغیر تم کہاں کامل ہو سکتے ہو

۷۷- ترا چه سود که از زہد زار و زرد شوی

تمہیں کیا فائدہ اگر تم زہد سے زار و زرد ہو جاؤ

۷۸- بدیده ای رہِ حق بینی و بچشمی زہد

ایک آنکھ سے تم راہِ حق دیکھتے ہو اور ایک آنکھ سے زہد

۷۹- ترا خیال بزہد است و نیز بر عرفاں

تمہیں زہد کا بھی خیال ہے اور عرفان کا بھی

۸۰- برای مشتی گوہر که زرد و سرخ بود (ق)

تھوڑے سے دو پیسوں کے لئے

۸۱- بہل مراغه و شو بادپا بمنہجِ حق

تو یہ رولنگ کرنا چھوڑ دو اور حق کے راستے پر رواں دواں ہو جاؤ

۸۲- ز مہرِ حق نظری گر کنی بسنگ سیاہ

خدا کی مہربانی سے اگر تم سنگِ سیاہ پہ نظر ڈالو گے

۸۳- ریاست ظلمتِ دل ہر که از ریا پاک است

ریا دل کی تاریکی ہے جو شخص ریا سے پاک ہے

۸۴- ز بی ریا سخنِ حق طلب که جز بر نخل

بے ریا سے سخنِ حق طلب کرو کہ سوائے کھجور کے درخت پہ

۸۵- تو خلق را ز نگه دور کن بایزد بیں

تم خلق سے توقعِ منت رکھو، صرف خدا سے امید رکھو

۸۶- کسیکه از پی ما میکند حرامی اوست

جو ہمارے (مخلوق کے) لئے عبادت کرتا ہے وہ حرامی ہے

اگرچه زہد کشتی میکنی چو یوحنا

اگر چہ تم یوحنا کی طرح زہد کشتی اختیار کرو

۳۵ براہِ زہد شود تیز کافر و ترسا

کافر اور ترسا بھی زہد کے راستے پہ بہت تیز جاتے ہیں

۳۶ ازیں دو چشم نمائی حساکل خیف

ان دو آنکھوں سے تم حساکل خیف نظر آتے ہو

۳۷ چرا دو رنگ شدستی معادنِ رقطا

تم دو رنگی اختیار کر کے چتکبرے کیوں بنے ہوئے ہو

۳۸ اگر مراغه کنی اے غدنگ بر حصبا

اے نادان! اگر تم لکڑی پہ لوٹتے ہو

۳۹ که تا بجوشد از دامن تو صد دامَا

تاکہ تمہارے دامن سے سینکڑوں سمندر جاری ہو جائیں

۴۰ ز گوہر آب ربایَد بتابشِ اولیٰ

تو تمہاری پہلی ہی نظر موتی کی آب کو مات دے دیگی

قمر بچرخِ کمال است و میدہد قمرا

وہ کمال کے آسمان کا چاند ہے اور خوب روشنی دیتا ہے

نیابی ار چه کنی آب استخواں، خرما

اور کہیں خرما نہ پاؤ گے چاہے محنت کر کے تم اپنی ہڈی کو پانی کر دو۔

که کار بہر خدا میکنی نه از پی ما

کیونکہ تم خدا کے لئے کام کرتے ہو نہ کہ ہمارے (مخلوق کے) لئے

۴۱ اگرچه تشنه و بیخواب ماند و زار و طوی

خواہ وہ پیاسا، شب بیدار، زار اور بھوکا رہے

۴۲ے

۸۷- بہ پستی کہ خدا نخواہد این چنین نبود
عبادت جس کا حکم خدا نے دیا ہے وہ اس طرح نہیں ہے

کہ ہمچو گرگ دوی جانب عرب و شرا
کہ بھیڑیے کی طرح تم جنگل اور بازار میں دوڑو

۸۸- بنزدِ اہلِ خرد گرگ جانِ شکار باشد
اہل خرد کے نزدیک بھیڑیے کی طرح جان کا شکاری ہے

کسیکہ تاخت بمانندِ گرگ در بیدا
جو بھیڑیے کی طرح جنگل میں چلا گیا

۸۹- ز قطع بیشہ نباشد بجز زیاں سودی
دشت نوردی سے نقصان کے سوا کوئی فائدہ نہیں ہے

ز نفسِ تست بقطع شرای تو اغوا
دنیا کی علاقہ بندی کو اپنے نفس سے قطع کر دیا ہے قطع تعلق

۹۰- دریں عنا چہ کنی عمرِ خویش صرف کہ نیست
اس رنج میں تم اپنی عمر کو کیوں صرف کرتے ہو کہ نہیں ہے

بقطع بادیہ و وادی تو قطع عنا
تیری بادیہ نوردی سے غم کا دور ہونا

۴۳ے

۹۱- بسوی مرشدِ کامل برو کہ از کرمش
مرشدِ کامل کی طرف متوجہ ہو کہ اس کے کرم سے

عذار گاہِ ریا وارِ تو شود آگا
وہ تمہارے ریا کے چہرے سے آگاہ ہو جائیگا۔

۹۲- بزندگانی خود چوں شوی فنا فی الشیخ
اپنی زندگی میں جب تم فنا فی الشیخ ہو جاؤ گے

بود خلاص بدارِ فنا ترا ز فنا
تو اس دنیا میں تم فنا سے خلاصی پاؤ گے

۹۳- بشیخ گشتہ فنا فی الرسول و فی اللہ شو
فنا فی الشیخ ہونے کے بعد تم فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ ہو جاؤ

کہ کامل ہست فنا فی الالہ در آنجا
کہ فنا فی اللہ کے مقام پہ آدمی کامل ہو جاتا ہے

۹۴- کسیکہ گشت فنا فی الالہ باقی شد
جو فنا فی اللہ ہو گیا، وہ باقی ہو گیا

برد ز خوان بقای وی اہلِ ہوش عشا
اسکے بقا کے دسترخوان سے دوسروں کو غذا ملتی ہے (دوسروں کو وہ کامل بنا سکتا ہے)

۹۵- زہی خدای بزرگی کہ در رہِ عرفاں
اس خدائے بزرگ کا کیا کہنا کہ عرفان کے راستے میں

نداده ہیچ کسی را کمال جز افنا
بغیر فنا کے کسی کو کمال نہیں دیتا

۹۶- برای پرورش خلق گسترید زمیں
اس نے خلق کی پرورش کیلئے زمین کا فرش بچھایا

نمودہ مایل گردش سپہر والا را
بلند آسمان کو گردش دی،

۹۷- سحر ز شمع ربودہ زباں درازی تیز
صبح کو شمع کی زباں درازی کو دور کر دیا

نمودہ سرد چراغ صباح را بغشا
صبح کے چراغ پہ پردہ ڈال دیا

۹۸۔ مدام جام سحر نوش کن ز سرمستی
ہمیشہ صبح کو مستی سے جام سحر نوش کرو (یادحق میں مشغول رہو)
کہ جام عشق ترا جسم کند بملک علا
کہ عشق کا جام تمہیں آسمان کا بادشاہ بنادے گا

۹۹۔ سمو بخواہی و پستی گزیں کنی وخ وخ
تم بلندی چاہتے ہو، اور پستی اختیار کرتے ہو، افسوس
بمقصد تو ہوای خدا و راہ ظہور ہوا
تمہارا مقصد تو طلب خدا ہے اور راستہ نفس کا اختیار کرتے ہو

۱۰۰۔ دلِ تو پرُ ز قساوت خیال نور بسر
تیرا دل قساوت سے بھرا ہے اور سر میں نور کا خیال ہے
بجز خیال بمغز تو ہیچ نیست ضیا
تیرے دماغ میں محض خیال ہے اور روشنی نہیں ہے

۱۰۱۔ بسیلِ غم شدہ ای غرق و دم کشی در دم
تم غم کے سیلاب میں غرق ہوا اور اسمیں سانس پہ سانس لینا چاہتے ہو
چہ ہوش ہست کجا دم کشد کسی در ماء
کچھ ہوش ہے، کوئی پانی میں سانس لیتا ہے

۱۰۲۔ مدینہ دیں بود و دنیٔ دنی ست خراب
مدینہ دین ہے اور دنیائے دنی خراب ہے
ہوسے خراب برو گر بود ہوسِ دنیا
اگر تمہیں دنیا کی ہوس ہے تو خرابی کی طرف جاؤ

۱۰۳۔ ز دردِ دنیٔ دوان داغ چون نہی بدل
تم دنیائے دوں کے غم کا داغ دل پر کیوں رکھتے ہو
اگر نہی چوں شقایق برو سوی صحرا
اگر یہ داغ رکھتے ہو تو شقائق کی طرح صحرا میں چلے جاؤ

۱۰۴۔ یکسی بغیر خدا نیست باقی اے عاقل
اے عاقل خدا کے بغیر کسی کا وجود نہیں ہے
اگر بقات بباید ازو بخواہ بقا
اگر تم بقا چاہتے ہو تو اس سے بقا طلب کرو

۱۰۵۔ برای ظلم و ستم رحمتِ خدا خواہی
تم ظلم و ستم کے لئے خدا کی رحمت چاہتے ہو
بہ پیش روے تو سکبا گمان بری حلوا
تمہارے سامنے تو سرکہ ہے اور تم اسے حلوہ سمجھتے ہو

۱۰۶۔ زن است طالب دنیا و مرد طالب حق
دنیا کا طالب کم ہمت ہے اور حق کا طالب بلند ہمت ہے
تو مرد باش چہ زن باشی از سر عقبیٰ
عقبیٰ کے خیال میں تو مرد بنو، عورت کیوں کہتے ہو

۱۰۷۔ اگر تو مردِ خدا گشتہ ای نداری غم
اگر تم طالب خدا باہمت مرد بن جاؤ تو تم غم سے پاک ہو جاؤ
ز تست دربرِ دنیا و آخرت آسا
دنیا کی زینت اور اس میں آخرت کی نشانی تم سے ہے

۱۰۸۔ مثالِ زن مشو ای صاحب خرد بی شرم
اے عقلمند عورت (کم ہمت) کی طرح بے شرم نہ بنو
حیا گزیں کہ بود مردِ کار ابر حیا
حیا اختیار کرو کیونکہ لائق کار مرد حیا کا بادل ہے

۱۰۹- بخیل را کہ بود چوں سحاب بے باراں
بخیل جو ابرِ بے باراں کی طرح ہوتا ہے

۱۱۰- کسیکہ کانِ سخاوت بود بکوہ کرم
کرم کے کوہ میں جو سخاوت کی کان ہوتا ہے

۱۱۱- گدای بے سر و پا کو سخی بود شاہ است
بے سر و پا گدا اگر سخی ہے تو وہ شاہ ہے

۱۱۲- شہی کہ ظلِّ خدا نیست سایۂ بوم است
وہ بادشاہ جو خدا کا سایہ نہیں ہے وہ سایۂ بوم ہے

۱۱۳- چو بود کار سکندر سخاوت و بخشش
چونکہ سکندر سخاوت و بخشش کرتا تھا

۱۱۴- ز بسکہ کرد بلندی لوای والا یش
اس کا معزز جھنڈا بہت بلند ہوا

۱۱۵- کسی کہ کسب کند ظلم و جور در عالم
جو شخص دنیا میں ظلم کرتا ہے

۱۱۶- اگر ز پستیِ ظلم ای جواں بروں تازی
اے جواں! اگر تم ظلم کی پستی سے باہر نکل جاؤ

۱۱۷- ز ظلم آب تو کم گردد اندریں عالم
اس دنیا میں ظلم سے تمہاری قدر و عزت ختم ہو جاتی ہے

۱۱۸- بعدل کوش اگر دیدِ حق ہمی خواہی
اگر تم (آخرت میں) دیدارِ حق چاہتے ہو تو عدل اختیار کرو

۱۱۹- بغیر عدل نیابی رضائے حق ہرگز
بغیر عدل کے تم رضائے الٰہی نہیں حاصل کر سکتے

نہ با حیا ست قرابت نہ با حیا و سخا
وہ حیا کے قریب ہے نہ وہ با حیا اور سخی ہے

عقیق خون دہد الماس او باھل وغا ۴۵
اس کا الماس اہلِ وغا کو عقیق کا خون دیتا ہے۔

شہی کہ نیست سخاوت درو گدا ست گدا
وہ شاہ جس میں سخاوت نہیں ہے، گدا ہے

اگرچہ بر سرش افتادہ است فرِّ ہما ۴۶
چاہے اسکے اوپر ہُما کا سایہ ہی کیوں نہ ہو

شکست از دمِ شمشیر لشکرِ دارا ۴۷
اس نے دارا کے لشکر کو تلوار سے شکست دی

سر بلند شہاں پست گشت در ہیجا
بادشاہوں کے بلند سر لڑائی میں پست ہو گئے

برند مردم از و رشتۂ وداد و ولا
اس سے لوگ محبت کا رشتہ منقطع کر لیتے ہیں

شود زپای تو گردوں باعتلا غبرا ۴۸
تو بلند آسمان تمہارے پاؤں کے نیچے زمین بن جائے

ز عدل آب تو افزوں شود بدار جزا
عدل سے آخرت میں تمہاری قدر و عزت میں اضافہ ہوگا۔

کہ ہست سایۂ طوبیٰ بجنت الماویٰ
کہ جنت الماویٰ میں طوبیٰ کا سایہ ہے

بقاف قرب نیابی اگر شوی عنقا ۴۹
تم قرب کے قاف میں نہیں پہنچ سکتے خواہ تم عنقا بن جاؤ

۱۲۰۔ میان عدل نگر نور وجہ حق ظاہر

عدل کے سبب نورِ حق کو دیکھ سکتے ہو۔

۱۲۱۔ اگر ز عدل شوی بہرہ ور ترا بشتاب

اگر تم عدل سے بہرہ ور ہو تو جلد ہی

۱۲۲۔ مباش فتنۂ عدواں و باش گردۂ عدل

سرکشی کا فتنہ نہ بنو اور عدل کے طالب بنو

۱۲۳۔ بغیر خسرو عادل کجاست تاجوری

عادل بادشاہ کے بغیر ایسی بادشاہی کہاں ہو سکتی ہے

۱۲۴۔ ستمگراں کہ مایل جہاں ستم سازند

وہ ستمگر جو دنیا والوں پر ظلم ڈھاتے ہیں

۱۲۵۔ ز عدل زندہ بود مرد عالی آوازہ

بلند آوازہ مرد عدل سے زندہ ہو جاتا ہے

۱۲۶۔ ز تاج عدل چو خورشید سر بلند شود

عدل کے تاج سے خورشید کی طرح سر بلند ہو جاتا ہے

۱۲۷۔ کسیکہ ہست بعدل آفتاب چرخ کمال

جو شخص عدل میں کمال کے آسمان کا سورج ہے

۱۲۸۔ سخی حبیب خدا و بخیل دشمن حق

سخی خدا کا حبیب ہے اور بخیل خدا کا دشمن ہے

۱۲۹۔ بعدل میل کند آنکہ ترسد از دوزخ

جو دوزخ سے ڈرتا ہے وہ عدل اختیار کرتا ہے

۱۳۰۔ برای زاغ شب انجبر کرد از خورشید

رات کے کوّے یعنی رات کی (غذا کے لئے) سورج کو انجیر بنا دیا

چہ چشم بستہ ای ایں جا بیا و چشم کشا

تم (دل کی آنکھ) کیوں بند کئے ہو یہاں آؤ (عدل اختیار کرو) اور (دل کی آنکھ) کھولو

کند اللہ باہل کمال مستثنا

خدا انہیں اہل کمال میں خاص مقام عطا کرے گا جو دوسرے لوگوں سے مستثنیٰ ہوگا۔

کہ زندۂ ابدیت کند خلا و ملا

کہ یہ تمہیں خلا و ملا میں ابدی زندگی عطا کرے گا۔

کہ در یکتا باشد بکف بحر وفا

کہ وفا کے سمندر سے ہاتھ میں دُرِ یکتا آئے

ز لیشت دست زیانی ہمی خورند قفا

وہ بیٹھ پیچھے نقصان اٹھاتے ہیں

ز بعد مردن خود درمیان دار فنا

مرنے کے بعد اس فانی دنیا میں

ہر آنکہ دارد بر دوش از کمال غطا

ہر وہ شخص جو اپنے کندھے پر کمال کی چادر رکھتا ہے یعنی جو صاحب کمال ہے

بلندتر ز ثریا بود بتحت ثرا

وہ تحت ثریٰ میں رہ کر بھی ثریا سے زیادہ بلند ہوتا ہے۔

بود ز قول رسولِ خدا شہ والا

یہ عزت والے بادشاہ رسولِ خدا کا قول ہے

بپوشد آنکہ بلرزد ز سردی سرما

وہ شخص (اپنے کو کپڑے سے) ڈھانکتا ہے جو سرما کی سردی سے کانپتا ہے۔

ز دست مرحمت انداختہ بسیر انا

اور اپنی رحمت سے سورج کی انا کی سیر کو موقوف کر دیا

۱۳۱- نہادہ حکمتی اندر ثوابت و سیار
خدا نے ثوابت اور سیار میں اپنی حکمت رکھی ہے
۱۳۲- ہمہ سپردہ ز روی فلک شب افروزی
آسمان میں شب افروزی کا کام چاند کے سپرد کیا
۱۳۳- ز پارس نگہ مکرمت بیک ساعت
اپنی مکرمت کی نگاہ کے پارس سے ایک لمحہ میں
۱۳۴- نہادہ در بہ ہر کوکبی کہ میگردد
ہر ستارہ جو گردش کرتا ہے اس کے اندر
۱۳۵- بماہ دادہ سعادت کہ تا دل آراید
ماہ کو سعید بنایا کہ دل کو خوشی دے
۱۳۶- بشمس نور و شعاع فزود تا ہر صبح
سورج سے روشنی بڑھائی تاکہ ہر صبح کو
۱۳۷- سریر زہرہ رعونت نمود تا تابد
زہرہ کے تخت کو رعونت دی تاکہ وہ روشن ہو
۱۳۸- کشادگی جبین مشتری روشن را
مشتری کی روشن جبین کو کشادہ کیا
۱۳۹- بہ تیز کرد زہ اندر میان خانۂ چرخ
آسمان میں عطارد کو حکم دیا
۱۴۰- نمود سرخ زکین چشم خونی مریخ
مریخ کی خونی آنکھ کو کینہ سے سرخ کیا
۱۴۱- زمین بجای فرو ماند و آسمان لرزید
زمین اپنی جگہ پہ ساکن ہوگئی اور آسمان گردش میں آ گیا

خبر ندارد ازین ہر کسی کہ شد اعمیٰ
اندھے اس حکمت کی خبر نہیں رکھتے۔
بمہر دادہ ستا تا دھد بروز سنا ۵۳ھ
سورج کو رات کے وقت موقوف کر دیا تا کہ وہ دن میں روشنی دے
نمودہ آہن شبگیر را ز مہر طلا ۵۴ھ
رات کی سیاہی کو سورج سے سنہری بنا دیا
یکی سرشت غم و سور از کف انشا
غم اور خوشی کی سرشت رکھ دی
برد سر غم و اندوہ میان جہر و خفا
ظاہر اور پوشیدہ طور سے غم و رنج کو دور کر دے
مفرحی شود از مغز شب برد سودا
وہ فرحت بخش ہو اور رات کی تاریکی کو دور کر دے
شود ز خاطر ہر دردمند گرد زدا
اور دردمند کے دل سے غم کے گرد کو دور کر دے
کہ تا ز نور بپوشد بخاک تیرہ ردا
تاکہ زمین کی سیاہ چادر کو نور کی چادر پہنائے
کہ تا بگوشہ خدا را کند مدام ثنا
کہ گوشہ میں ہمیشہ خدا کی مدح و ثنا کرے
کہ تا بہ زردی عارض فرا شوند اعدا
تاکہ دشمن کے چہرے زرد ہو جائیں
چو تیر ہیبت آں بی مثال کرد ندا ۵۶ھ
جب اس بےمثال کی ہیبت نے شیر کی طرح ندا دی (یعنی جب

۱۴۲۔ زمین کہ شد ز خُمیای شوق او مدہوش
زمین اس کے شوق کی مستی سے مدہوش ہوگئی
خبر ز موی نباتات نیستش بر جا
اس کو نباتات کے ایک مو کی بھی خبر نہ رہی

۱۴۳۔ فلک کہ چرخ زند در ہوای او ہر دم
آسمان جو اُس کے (خدا کے) عشق میں ہر دم سرگرداں ہے
ندارد آگہی از آتشِ کفِ موسیٰ
موسیٰ کے ید بیضا کی خبر نہیں رکھتا

۱۴۴۔ نجوم، تا کہ بخسپند خلق، برجانید
ستارے اپنی جگہ پر آئیں تاکہ لوگ سوئیں
گریز کردہ چو اہلِ کمال از غوغا
(صبح کو) اہل کمال کی طرح بھاگ جاتے ہیں دن کے شور و غل سے بچنے کیلئے

۱۴۵۔ برای خیمۂ شوقش کہ کوہ میخ بود
اس کے عشق کے خیمہ کے لئے کوہ میخ کا کام کرتا ہے
طناب گشتہ خطوطِ شعاعیِ بیضا
سورج کے شعاعی خطوط طناب کا کام کرتے ہیں۔

۱۴۶۔ بنام اوست مباہی چہ زال و چہ رستم
اسی کے نام کا افتخار ہے کیا زال اور کیا رستم
بذکر اوست مقارن چہ قاف و چہ عنقا
اسی کے ذکر سے مقرون ہیں کیا قاف اور کیا عنقا

۱۴۷۔ ز ہر طرف شنوم ذکر او بہر وقتی
ہر طرف سے ہر وقت میں اُسی کا ذکر سنتا ہوں
چہ از زبانِ رجال و چہ از لسانِ نسا
کیا مردوں کی زبان سے اور کیا عورتوں کی زبان سے

۱۴۸۔ چو مرغ و ماہی و مور و مگس کند ذکرش
مرغ و ماہی اور مور و مگس اسکا کیسا ذکر کرتے ہیں
ولیک گوش کرا باشد اندریں ارجا [۵۷]
لیکن اس طرف کوئی کان کہاں لگاتا ہے

۱۴۹۔ مگر سپہر بیفشاند زیبق غفلت
شاید آسمان نے غفلت کا پارہ بھر دیا
بگوشِ خلق کہ کر گشتہ اند پُر غبرا [۵۸]
مخلوق کے کان میں جو گرد سے پُر ہو کر بہرے ہوگئے ہیں

۱۵۰۔ نجوم قطرۂ زیبق بکف گرداند
آسمان کی ہتیلی پہ ستارے پارے کے قطرہ ہیں
برای گوشِ خردمندگان بود شنوا
عقلمندوں کے کانوں کے لئے جو سننے والے ہیں

۱۵۱۔ نہ ہیچ چیز ز حکمت تہی بود ہرگز
کوئی چیز حکمت سے ہرگز خالی نہیں ہے
کہ ہست حکمتِ حق آگندہ در اشیا
کہ خدا کی حکمت اشیاء میں بھری ہوئی ہے

۱۵۲۔ فلک نگردد اگر روز و شب کجا ماند
اگر آسمان حرکت نہ کرے تو رات دن کہاں ہوں
کجا ز خاک برآید بمرز و بوم گیا
خاکِ زمین سے نباتات کیسے پیدا ہوں

۱۵۳۔ زگردشِ فلک است ایں ہمہ کہ می بینی
جو کچھ تم دیکھتے ہو یہ آسمان کی گردش سے ہے

۱۵۴۔ مباش والۂ گردون وثابت سیار
آسمان، ثوابت اور سیاروں کے عاشق مت ہو

۱۵۵۔ کسیکہ جسم ترا داد و جان و دل در وی
جس نے تم کو جسم دیا اور اس میں جان و دل پیدا کیا

۱۵۶۔ نظر بہ بند زمردم بگوشۂ ای بنشیں
لوگوں سے امید منقطع کر لو اور گوشہ میں بیٹھ جاؤ

۱۵۷۔ چو قطب چرخ بود ہم بلند و ہم روشن
وہ آسمان کے قطب کی طرح بلند اور روشن ہو جائے گا

۱۵۸۔ الٰہی از دلِ من دور کن سیاہی جہل
الٰہی میرے دل سے جہل کی سیاہی دور کر دے

۱۵۹۔ دلم کہ مایل غفلت بود نمی دانم
میرا دل جو غفلت کی طرف مائل ہے، میں نہیں جانتا

۱۶۰۔ بغیر جہل و سخافت ندارم اندر بر
میں اپنے اندر جہل و سخافت کے سوا کچھ نہیں رکھتا

۱۶۱۔ مثال بندہ بود ممتنع بلاف و گزاف
لاف و گزاف کے سبب بندہ کی مثال ممتنع ہو جاتی ہے

۱۶۲۔ بشب نخفتہ زبازی و ہا و ہو کردہ
کھیل و ہای و ہو میں رات کو نہ سویا

۱۶۳۔ ندیدہ ہیچ کسی را بزرگ از تعظیم
کسی کو بزرگ سمجھ کر تعظیم نہیں کی

چمن جمیل و سمن دلکش و سہی بالا
چمن خوبصورت، سمن دلکش اور سرو سہی

مدار جود ز مردم کیا امید و رجا ۵۹
صاحب اقتدار لوگوں سے جود و کرم کی امید مت رکھ

بس است یاور و یارِ تو در عنا و رخا ۶۰
رنج و راحت میں وہ تمہارا مددگار کافی ہے

بکن وظیفۂ دل حسبنا اللہ و کفا
دل میں یہ وظیفہ پڑھو کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے

کسیکہ ماند بمانند قطب پا برجا
جو قطب کی طرح اپنی جگہ پر ثابت قدم رہا

کہ کس چو من نبود تیرہ دل و ہرزہ سرا ۶۱
کہ میری طرح کوئی بھی تیرہ دل اور فضول گو نہیں ہے

چرا ست آہوے غفلت برای او مرعیٰ
کہ کیوں غفلت کا آہو اس کے لئے مرعیٰ ہے

گِل مرا نہ بود بوی از صبا دہنا ۶۲
ناپاکی کے سبب میری مٹی پاک نہیں ہے

کہ وقت کار کسل را ہمی کند انشا ۶۳
کہ کام کے وقت وہ بیماری کا بہانہ کرتا ہے

سحر بخفتہ بجای از نماز بی پروا
صبح کو سو گیا رات کے بجائے، نماز سے بے پروا ہو کر

چو پشک گاو گماں بردہ عنبر سارا
بزرگ جو غیر خالص ہے اسکو گائے کی سرگیں سمجھا

۱۶۴- برآوریدہ سر از فخر کاندریں دوراں
فخر سے سر اُٹھا کر بولا کہ اس زمانے میں

طبیعتم کفِ موسیٰ و دل خمِ عیسیٰ
میری طبیعت موسیٰ کا ید بیضا ہے اور دل خمِ عیسیٰ ہے

۱۶۵- زبسکہ لوء لوء لالا فشانم از خاطر
میں روشن موتی بہت زیادہ اپنی طبیعت سے برساتا ہوں ان سبب سے

۶۵ سحاب می شود از سورت حیا ششتاً
بادل مارے شرم کے پھٹ جاتا ہے

۱۶۶- منم امیرِ جہانِ سخن بتاجِ کمال
میں سخن کے جہاں کا امیر ہوں اور کمال کا تاج رکھتا ہوں

چو من زکانِ براعت شدن کرا یارا
میری طرح فصاحت و بلاغت کا ڈھنگ کس کو ہے

۱۶۷- روا سزا است سخن گفتن و گہر سفتن
شعر کہنا مجھے سزاوار ہے

کہ نیست در برِ ہر مفلسی مہیں خارا
ہر مفلس کو قیمتی کپڑا زیب نہیں دیتا

۱۶۸- بصدرِ شعر چو بنشینم دبیر مکتب چرخ
جب میں شاعری کے صدر مقام پر بیٹھتا ہوں تو عطارد

۶۶ چو بندہ راست کند پیش من دویدہ لنجا
بندہ کی طرح دوڑتا ہوا میرے سامنے لنجا بسد ھا کرتا ہے

۱۶۹- چو پیش سنگ گہر می فشانم از خاطر
جب پتھر کے سامنے میں اپنی طبیعت سے موتی برساتا ہوں

زبہرِ مدحتِ من سنگ میشود گویا
تو میری طرح میں پتھر بھی گویا ہو جاتا ہے

۱۷۰- پئے شنودنِ شعرم خیاں شود مجمع
میرے شعر سننے کے لئے اتنا مجمع ہوتا ہے

کہ روزِ عید بود درمیانِ شوقِ منا
کہ گویا منیٰ کے میدان میں عید کا روز ہے۔

۱۷۱- اگر نگاہِ من از مہر تابد اندر رہ
اگر راہ میں میرے کرم کی نگاہ پڑ جائے

ہمہ جواہر از ہر شوند سنگ و حصا
تو سنگ ریزے روشن جواہر بن جائیں

۱۷۲- زرشک لوء لوء لالای من لآلی نجم
میرے روشن موتی (اشعار) کے اشک سے ستاروں کے موتی

نہاں شوند ز انظار چوں بروز سہا
نظروں سے چھپ جاتے ہیں جیسے سُہا دن میں چھپ جاتا ہے

۱۷۳- زبسکہ خاطرِ من نور می دہد ہر دم
چونکہ میرا دل ہر دم روشنی دیتا ہے اس لئے

کسی نشد بشب تارہ طالبِ تارا
کوئی تاریک رات میں ستارے کا طالب نہیں ہوتا

۱۷۴- چو خندہ زد گہرِ من برابرِ گہربار
جب میرا موتی گہربار ابر پہ خندہ زن ہوا

درخش او ز شکر خند گفت اہا ہا
اس کی چمک نے مارے خوشی کے کہا "ہا ہا"

۱۷۵۔ بخوان دانش من صد چو ہرمس و بقراط
زراہِ گدیہ و دریوزہ پُر کنند امعا ۶۷ ش
میرے دانش کے دستر خوان سے سینکڑوں ہرمس و بقراط جیسے
دریوزہ گری کر کے اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔

۱۷۶۔ کرا مجال کہ در پیش من سخن گوید
کجا گداز د الماس سخت دراحشا
کس کی مجال کہ میرے سامنے دعوائے شاعری کرے
سخت ہیرا آنتوں میں کہاں پگھلتا ہے۔

۱۷۷۔ توئی غفور خدایا گناہ بندہ بہ بخش
بحق آنکہ بود نام اکرمش طاہا
اے خدا تو ہی غفور ہے، تو بندہ کے گناہ بخشدے
اُن کے وسیلہ سے جن کا نام اکرم طٰہٰ ہے

۱۷۸۔ مرا بشرع قوی کن کہ تا بعرش رسم
بغیر شرع نگردد کسی بعرش فرا
مجھے شرع میں مضبوط کر دے تاکہ میں عرش کی بلندی پہ پہنچوں
بغیر شرع کے کوئی روحانی بلندی پہ نہیں پہنچتا۔

۱۷۹۔ منم منم کہ گنہ می کنم بروز و بشب
توئی توئی کہ گنہ بخشی ای غفور مرا
میں ہوں کہ روز و شب گناہ کرتا ہوں
تو ہی ہے کہ میرے گناہ معاف کرتا ہے۔

۱۸۰۔ مرا کہ عقل ندارم گرفت نفس بدام
تو یار شو کہ بسوی تو میکنم آوا ۶۸ ش
میں کہ عقل نہیں رکھتا مجھے نفس نے اپنے دام میں پھنسا لیا
تو مدد کر کہ میں تجھے پکارتا ہوں۔

۱۸۱۔ زبسکہ یافت من اللہ زجان شہرت
شدہ ست لازم عالم چو لفظ را معنا ۶۹ ش
اللہ کی طرف سے میری جان کو بہت شہرت ملی ہے اسلئے
عالم کے ساتھ اسکے معنی اسی طرح لازم ہیں جیسے لفظ کے معنی

۱۸۲۔ ز تیر ناوک آہ من آسمان برین
بود رخنہ چو کفگیر کوکب ست گوا ۷۰ ش
میری آہ کے ناوک والے تیر سے بلند آسمان میں
کفگیر کی طرح رخنہ ہوگیا، ستارے گواہ ہیں

۱۸۳۔ برائے دیگ غم من فلک چو شد کفگیر
فتاد دانۂ اختر مبانش از بالا
میرے غم کے دیگ کے لئے آسمان کفگیر ہوگیا
اس کے اندر تاروں کے دانے اوپر سے آکر گر پڑے

۱۸۴۔ دوید آب بروں از تنور دیدۂ من
کجا جہاز کہ طوفان نوح شد پیدا
میری آنکھ کے تنور سے آنسو جاری ہوگئے
جہاز کہاں ہے کہ طوفان نوح پیدا ہوگیا

۱۸۵۔ اگرچہ خاطر من از گنہ شود مضطر
فشانم اشک ازیں غم بسان قلب رُبا
اگرچہ میرا دل گناہ سے مضطر ہے
اس غم سے میں آنسو بہاتا ہوں جو دل کو بہا لے جانیوالا ہے

۱۸۶- ولیک کشمکش سخت نفس و شیطانم
لیکن میرے نفس اور شیطان کی کشمکش

۱۸۷- توئی کریم کرم کن بریں خسِ عاصی
اس حقیر عاصی پہ تو کرم فرما کہ تو ہی کریم ہے

۱۸۸- اگرچہ رد شوم از درگہ تو باز آیم
اگرچہ میں تیرے در سے بھگا دیا جاؤں پھر بھی میں تیرے ہی در پہ آؤنگا۔

۱۸۹- نیاز لشکرِ عشاق تو نہ با طبل است
تیرے عشاق کا لشکر طبل بجا کر اپنا نیاز نہیں ظاہر کرتا

۱۹۰- بسانِ طبل نماید لوا کہ در ہر دم
طبل کی طرح سے بوڑھا اپنا جھنڈا ہر دم بلند کرتا ہے۔

۱۹۱- بزرگ مرشدِ کامل کسیکہ دادہ مراد
بزرگ مرشدِ کامل جس نے مراد بخشی

۱۹۲- مُرید آنکہ بود با ارادتِ صادق
وہ مرید جو ارادت صادق رکھتا ہے

۱۹۳- مرید و پیر چو نبود چنیں ذلیل بود
اگر مرید و پیر ایسے نہ ہوں تو وہ ذلیل ہوتے ہیں

۱۹۴- دریں زمانہ کہ جہال تیرہ روز آیند
اس زمانے میں منحوس جاہل لوگ آتے ہیں

۱۹۵- مرا کہ راہنما بوالحسن بود حسن است
میرے راہنما ابوالحسن قریبی ہیں اور یہ خوب ہے

۱۹۶- سخن بمعرفت حق ازو ہمی شاید
معرفت کی بات اُن سے سُننا چاہیئے

ہمی برد لبوے رغبت گنہ کہ بیا
گناہ کی طرف لے جاتی ہے اور کہتی ہے کہ آؤ (گناہ کی طرف)

کہ تا خجل نبود درمیانِ ہر دو سرا
تاکہ یہ دونوں جہان میں شرمندہ نہ ہو

کہ جز درِ تو ندارم دری خداوندا
کہ اے خداوند تیرے در کے سوا اور کوئی در نہیں ہے

زبسکہ کردہ ام از نالہ ذرمسیں غوغا [۱۱]
میں نے اپنے نالوں سے بڑھوں میں غوغا پیدا کر دیا ہے۔

بلند می کنم از آہِ سینہ سوز لوا [۱۲]
میں سینہ سوز آہ سے اپنا جھنڈا بلند کرتا ہوں۔

شود لعشقِ حقیقی زلطف راہنما
وہ لطف سے عشقِ حقیقی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

مراد یافتہ دارد بدل چو اہلِ صفا
وہ اہلِ صفا کی طرح دلی مراد پاتا ہے۔

بنزد تاجورانِ سریرِ علم و لقا
علم و تقویٰ کے تخت کے بادشاہوں کے نزدیک

مثالِ آتش و خاشاک پیشِ صرصرِ ما
ان کی مثال میری تند و تیز ہوا کے سامنے آتش اور خاشاک

بدیں سیاہ رخان دلی نگشتہ فرا [۱۳]
اُن سیاہ رخوں کی طرف میرا دل نہیں مائل ہوا۔

کہ جمع کرد حقیقت بشرع خیر ورا
جنہوں نے حقیقت کو شریعت کے مطابق جمع کیا۔

۱۹۷۔ رواج علم ویقیں را رواج داد بدہر
انہوں نے علم ویقین کے رواج کو زمانہ میں رواج دیا
بتخت فضل وکرم تا بروز محشر، ہا
اپنے فضل وکرم کے تخت سے قیامت کے دن تک، واہ واہ

۱۹۸۔ نہ معرفت بکشاید ز راہِ بوالہوسی
بوالہوسی کے راستے سے معرفت نہیں حاصل ہوتی
اگرچہ بالہوسی جان کند در آں سودا
اگرچہ بوالہوس معرفت کے خیال میں اپنی جان لٹا دے

۱۹۹۔ کسی کہ گفت کہ حق بندہ بندہ حق باشد
جس نے یہ کہا کہ حق بندہ اور بندہ حق ہے (یعنی عینیت کا دعوےٰ کیا)
بغیر غیریتش ایں مقال نیست روا
غیریت ثابت کئے بغیر یہ قول جائز نہیں ہے

۲۰۰۔ خود آں کسی عَلَمِ عینیت برافرازد
عَلَمِ عینیت وہی بلند کرتا ہے
کہ ہست از سر اثبات غیریت دانا
جو غیریت کا اثبات کرتا ہے اور دانا ہے۔

۲۰۱۔ کسیکہ در رہِ حق عینیت حقیقی گفت
اگر کوئی راہ حق میں حقیقی عینیت کا قائل ہوا
بزن اگر نکند غیریت حقیقی وا
اور اگر وہ غیریت حقیقی کا نہیں قائل ہے تو اس کی گردن اڑا دو

۲۰۲۔ مجازی آنکہ بگوید مجازی ہست ودنی
مجازی اور حقیر وہ ہے جو حق کے وجود کو مجازی کہتا ہے
بیان راہ حقیقت ازو روا است کجا
اُس شخص سے حقیقت کی راہ کا بیان جائز نہیں

۲۰۳۔ مجازی ہست خود آں شخص وخود ستا باشد
وہ شخص خود مجازی ہے اور خود ستا ہے
یقیں بداں نبود خود ستا خدائی ستا
یقین جانو جو خود ستا ہے وہ خدا کی تعریف نہیں جانتا

۲۰۴۔ کسیکہ طالب مولیٰ بود یقیں داند
جو شخص مولیٰ کا طالب ہے وہ یقین سے جانتا ہے
کہ غیر شرع بجویند عارفان خدا
کہ عارفان الٰہی غیر شرعی راہ اختیار نہیں کرتے

۲۰۵۔ کمال دیگر وایں جہل ناروا دیگر
کمال دوسری چیز ہے اور یہ جہل ناروا دوسری شئے ہے
کجاست نام ثریا کجا سرائے ثرا
کہاں بام ثریا اور کہاں تحت الثریٰ

۲۰۶۔ تو طالب حقی از حق ہمی طلب تحقیق
اگر تم طالب حق ہو تو حق ہی سے تحقیق طلب کرو
کہ تا شود لسوی رہنماست راہنما
تاکہ وہ کسی رہنما کی طرف تمہارا راہنما ہو جائے

۲۰۷۔ لعین فاسد وسودا بروں کن از سر خرد
لعین فاسد اور سودا کو اپنے سر سے دور کرو
کہ سر بدست سر، سرسری بہ تیغ بلا
کیونکہ سرسری سر کے ہاتھ میں سر دینا تیغ بلا کو سر دینا ہے

۲۰۸۔ ز عُجب دور شو ایں گفتہ را عجب شمُر

عُجب سے دور ہو اس بات کو تم عجیب نہ جانو

۲۰۹۔ بلند سر چہ شوی پا بوس مرداں کن

گھمنڈ کیوں کرتے ہو، اہل دل کے قدم چومو

۲۱۰۔ بچرخ بیں کہ بدیں سر بلندی و رفعت

آسمان کو دیکھو کہ اس بلندی کے باوجود

۲۱۱۔ ازاں زمیں بتر و تازگی ست تابندہ

زمین اس لئے تر و تازگی سے تابندہ ہے

۲۱۲۔ ز زہد خشک حذر کن کہ نیست منفعتی

زہد خشک سے پرہیز کرو کہ اسمیں کوئی نفع نہیں ہے

۲۱۳۔ مدام ذکر خدا کن ز دل کہ ذکر زباں

ہمیشہ دل سے ذکر خدا کرو کہ زبان سے ذکر

۲۱۴۔ مباش بندۂ آزادگانِ بے معنی

بے معنی آزاد بندوں کی طرح مت رہو

۲۱۵۔ ز طمطراق طراقی مخور کہ طاق و طرم

کسی کے طمطراق سے تم متاثر نہ ہو۔ کیونکہ شان و شوکت

۲۱۶۔ بعجز و عاجزی و انکسار کوش مدام

ہمیشہ عاجزی و انکساری اختیار کرو

۲۱۷۔ دوای درد دلت یاد ذو الجلال بود

تمہارے دردِ دل کی دوا یاد الٰہی ہے

۲۱۸۔ ازاں زماں کہ بہ ہستی زینت آمدہ ای

اس وقت سے جب سے کہ تم زینت کی ہستی میں آئے ہو

کہ سر فراختنت سر لبساید اندر پا

کہ سر کو فخر سے بلند کرنا سر کو پامال کرتا ہے

کہ پای بوس بزرگاں عزت کند والا

کہ بزرگوں کی پابوسی تمہیں عزت بخشتی ہے

ہمی شود بزمین کثیف ولیست فرا

کثیف زمین پر جھکتا ہے

کہ زرد رُخ شود از خجلت فدای سما

کہ وہ خود بھی شرمندہ ہے یہ دیکھ کر کہ بلند آسمان اس پر فدا ہے

بخور طعام و مخور ہیچ گہ ز نفس دغا

غذا کھاؤ نفس سے دھوکہ نہ کھاؤ

کشد ترا ز دل انجمن بروی ریا ۵۶

تجھکو ریا کی انجمن میں لے جاتا ہے۔

کہ بند سلسلۂ غم کنند و دام عنا

کہ وہ تمہیں غم کی زنجیر اور رنج کے دام میں بند کرتے ہیں

بہ پیش جلوۂ مقصود سازدت اعمیٰ

جلوۂ مقصود کے سامنے تم کو اندھا بنا دیں گے

کہ چشم مردم ازیں سرمہ می شود بینا

کہ آدمی کی آنکھ اسی سرمہ سے بینا ہوتی ہے

۵۷ نہ درد یاد بجز درد دادن دلہا

لوگوں کو دکھ دینے کے سوا اور کوئی دکھ نہیں ہے۔

خدا است یار تو اما تو یار نفس و ہوا

خدا تو تمہارا یار ہے لیکن تم نفس کے دوست ہو

۲۱۹۔ غبارِ نفس و ہوا ہل، بحلِ مشکل کوش
نفس کے غبار کو چھوڑ دو اور مشکل کو حل کرنے کی کوشش کرو
کہ ہست نفس بہ بند تو، خود بہ بندِ ریا
کہ نفس تیری قید میں ہے اور تو خود ریا کی قید میں ہے

۲۲۰۔ دریں سبیل ریا را مجال نیست سلوک
ریا کے راستے سے سلوک محال ہے یا سلوک کے راستے میں ریا کی گنجائش نہیں
محال ہست کہ پوئی براہِ حق ز ریا
حق کے راستے کو ریا سے طے کرنا محال ہے۔

۲۲۱۔ ہر آنکہ پای ریا می نہد بریں پایہ
اس مقام پہ جو ریا کا قدم رکھتا ہے
رواں بکامِ نہنگ است و کامِ اژدرہا
اسکی جان نہنگ کے منہ میں ہے اور منہ اژدر کے منہ میں

۲۲۲۔ بنقل روی کن از دل، ز عقل رخ گرداں
علم منقول کی طرف دل سے متوجہ ہو اور علم معقول (فلسفہ) سے
کہ پیش خواجہ نقل است، عقل تو مولیٰ
کہ خواجہ کے نزدیک نقل ہے اور تمہاری عقل (اس نقل کی) غلام ہے

۲۲۳۔ ہر آنکہ تابع عقل ہست و نیست تابع نقل
جو عقل کے تابع ہے اور نقل (وحی) کے تابع نہیں ہے
ز عقل دور بود، غافل است و عقل آرا
وہ عقل سے دور ہے، غافل ہے اور صرف عقل آرا ہے

۲۲۴۔ ہر آنکہ صحبت بد را گزید بد شد یار
جس نے بُری صحبت اختیار کی اور بُرا ہو گیا
کہ باد ہیچ رباید چو می رود، بہ ہبا
ہوا جب ہبا بن جاتی ہے تو اس میں کچھ وزن نہیں رہتا

۲۲۵۔ مدہ بہ جاہل دوں رفتہ دست اندر دست
کسی جاہل کے پاس جا کر اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ مت دو
چو روبروی تو مردی دوید و گفت او، لا
جب تیرے سامنے کوئی اہل دل آیا تو اُس نے کہا کہ وہ (اہل دل) نہیں ہے۔

۲۲۶۔ میان خدمت درویش چست باش و مباش
درویشوں کی خدمت میں کمربستہ رہو اور مت بنو
زجہل والۂ گفتار، مجمعِ فقرا
نادانی سے سبھی فقراء کی باتوں کے شیدا

۲۲۷۔ شود چو پیر مکمل ترا میسر شد
جب تم کو پیر کامل مل جائے گا تو ایسا ہو گا کہ
دلت شگفتہ بمانند گل ز بادِ صبا
تمہارا دل ایسا شگفتہ ہے جیسے پھول صبا سے

۲۲۸۔ ز خوابِ غفلت و مستی عجب بیروں شو
خواب غفلت اور عجب کی مستی سے باہر نکلو
کہ نیست خواب چو مستی فرا خورد دانا
مستی کی طرح خواب بھی عقلمند کے لائق نہیں ہے۔

۲۲۹۔ دماغ پیش گرفتن دماغ را خشکی ست
اپنی عقل کو (مرشد پہ) مقدم رکھنا دماغ کی خشکی ہے
چو خشک گشت دماغت جنوں شود پیدا
تیرا دماغ خشک ہو گا تو جنون پیدا ہو گا۔

۲۳۰۔ اگرچہ بندہ بسوی گناہ شد راغب

اگرچہ بندہ گناہ کی طرف راغب ہوا

تو قادری کہ بشوئی خیال بد ز حشا

اے خدا تو قادر ہے کہ خیال بد کو دھو دے دل سے

۲۳۱۔ اگرچہ نامہ سیہ میکنم ازیں معنی

اگرچہ میں گناہ سے اپنا نامہ سیاہ کرتا ہوں

تو بر صلایہ دل شو ز فضل غالیہ سا [۸۱]

تو اپنے فضل سے (طلمات کی سیاہی کو) دھو کر اسے غالیہ سا بنا دے (معنی و معطر کر دے) [۸۲]

۲۳۲۔ تو بندہ را بسوی خویش کش کہ نفس عنید

تو بندہ کو اپنی طرف کھینچ لے کہ سرکش نفس

بہ بند خویش کشد ہر دمی کہ حی معنا [۸۲]

ہر دم اپنی گرفت میں کھینچتا ہے کہ آؤ ہمارے ساتھ

۲۳۳۔ ز شر نفس مرا در اماں بدار چنانکہ

نفس کے شر سے مجھ کو اماں میں رکھ جس طرح

نگہ ز تیغ بداری ز ذکر زکریا

تو شر کا قمع کرتا ہے ذکر زکریا سے

۲۳۴۔ چو سرکشم ز نفس سرکشی سازد

جب میں نفس سے سرکشی کرتا ہوں تو نفس مجھ سے سرکشی کرتا ہے

چنانکہ سرکشی من نمایدش ہترا [۸۳]

اس طرح کہ میری سرکشی اس کو ہیبت ناک نظر آتی ہے

۲۳۵۔ چو سوی زاغ نگہ میکنم شوم در خط

جب میں کوے کی طرف دیکھتا ہوں تو اپنے کو بلندی سے پستی کی طرف محسوس کرتا ہوں

کہ من بغفلتم او گوید از دروں حقا [۸۴]

کہ میں غفلت میں ہوں، وہ دل سے حقا کہتا ہے

۲۳۶۔ ز فاختہ بپرد فاختہ ز چہرہ من

فاختہ کو دیکھ کر میرے چہرے سے فاختہ اڑتی ہے

کہ گوید از دل و جاں حق یکی بود ہر جا

کہ دل و جان سے کہتا ہے کہ ہر جگہ حق ایک ہی ہے۔

۲۳۷۔ بزرگتر بود از من کلاغ صحرائی

صحرائی کوا مجھ سے بہتر ہے

کہ می زند بدرختی کہ میرود قاقا

کہ جس وقت پیڑ پہ جاتا ہے وہ قاقا کہتا ہے (یعنی اسکی طبیعت اور

(اور حقیقتاً ایسی کیفیت ہے)

۲۳۸۔ بہر سحاب کہ برق نگاہ من تازد

جس بادل پہ میری برق نگاہ پڑتی ہے

ہمی فشاند غیر شرار در احیا

اس سے ذی حیات پہ چنگاریاں برستی ہیں (بجائے پانی)

۲۳۹۔ چوں سوی سوق بچشم کنم بقصد شادی

جب میں اپنی نگاہوں میں بقصد شادی بازار جانے کا تصور کرتا ہوں

الم بطبع فزاید ز منع تیغ و شرا

تو طبیعت میں الم کا اضافہ ہو جاتا ہے تیغ و شرا کے منع کرنے کے سبب

۲۴۰۔ چو اسم خویش نویسم بنامہ زیر دست

جب میں خط میں اپنا نام لکھتا ہوں

ز ننگ مختفی از نام من شوند اسما

تو ننگ و عار کے سبب اسماء پوشیدہ ہو جاتے ہیں

۲۴۱۔ زبسکہ جہل بمن آشناست ہر مجہول
بہ چوں کہ جہل سے میری آشنائی بہت زیادہ ہے، اسلئے
بمن قرابت خود را ہمی کند القا
ہر مجہول مجھ سے اپنی قربت بچاہتا ہے

۲۴۲۔ نہ علم فقہ مرا و عقاید ست و حدیث
نہ میرے پاس فقہ کا علم ہے نہ عقاید کا اور نہ حدیث کا
نہ فکر ذکر کہ دل را ازو کنم ابرا
نہ ذکر کی فکر کہ اسکے ذریعہ دل کو آزاد کروں

۲۴۳۔ بکار نفس و ہوا دستگیر من تعجیل
نفس ہوا کے کام میں عجلت میری دستگیری کرتی ہے
برائے شوق خدا پای بند من ابطا
خدا کے شوق کی راہ میں پا شمالی میرا پاؤں پکڑ لیتی ہے

۲۴۴۔ تو در جوار کرم کش مرا و زانساں کن
تو اپنے جوار کرم میں مجھے لے لے اور ایسا کر دے
کہ نالد از حسد من بلیس چوں قرنا
کہ ابلیس مجھ سے حسد میں قرنا کی طرح نالہ کرے

۲۴۵ بشکر خویش زبانم کشای و نعمت دہ
میری زبان کو اپنے شکر کی توفیق عطا فرما اور نعمت دے
کہ تا شوم زلب تنگ شکر شکر خا
تاکہ میں اپنے تنگ لب سے شکر ادا کر کے لذت حاصل کروں

۲۴۶۔ حسود بر من چوں موز مویہ سنجد سر
حاسد مجھے موز مویہ کی طرح سمجھتا ہے۔
مرا چو شاہ فلک کن حسود را ہر با [۸۶]
مجھے شاہ فلک (خورشید) کی مانند بنا دے اور حاسدوں کو دور بھگا دے

۲۴۷۔ دل مرا کہ سیاہ ہست روشنائی دہ
میرا دل جو سیاہ ہے اسے روشنی عطا فرما
بسان روز کہ دید از ہزار تاب ضیا
دن کی طرح جس نے روشنی کی ہزار تابش دیکھی

۲۴۸۔ اگرچہ سگ منشم درمیان بیشۂ جہل
اگرچہ جہل کے جنگل میں میں کتے کی مانند ہوں
اسد بغاب کمالم کن ای کمال افزا
مجھے کمال کے جنگل کا شیر بنا دے اے کمال بڑھانے والے

۲۴۹۔ اگرچہ جامۂ اقبال را قبا کردم
اگرچہ میں نے اقبال کا جامہ چاک کر دیا ہے
قبا برای قبا کردنم تو ساز قبا [۸۷]
میرے پہننے کے لئے تو جامہ کی قبا بنا دے

۲۵۰۔ مرا بصارم توفیق یار و یاور شو
توفیق کی تلوار سے میری مدد فرما
کہ تا بنفس کنم زاں حسام تیز غزا
تاکہ میں اسکی تیز دھار سے جنگ کروں

۲۵۱۔ مرا کہ ہست شکم خالی از طعام ورع
میرا پیٹ تقویٰ کی غذا سے خالی ہے
بدہ ز خوانچۂ تقوی ز دست فضل غذا
مجھے تقویٰ کے دستر خوان سے فضل کے ہاتھ سے غذا دے

۲۵۲۔ اگرچہ صاحب تقویٰ نیم دریں آواں
اگرچہ اس وقت میں صاحب تقویٰ نہیں ہوں

تو در برِ من عریاں قبا بنہ از تقویٰ
تو میرے عریاں جسم کو تقویٰ کا لباس پہنا دے

۲۵۳۔ مرا بحق براہیم آزر اندر دم
حضرت ابراہیم کا واسطہ مجھے فوراً

ببخش عون کہ تا بشکنم سر عزّا
مدد دے کہ میں مغرور سر کو توڑ دوں

۲۵۴۔ اگر بہ بندگی خود گزیں کنی یارب
یارب اگر تو اپنی عبادت کے لئے مجھے منتخب کرے

ز ذوق تارک ذوقی شود ثریا سا
تو ذوق عبادت سے ذوقی کی پیشانی ثریا کی طرح روشن ہو جائے

۲۵۵۔ اگر سگ در والای تو شود ز قبول
اگر تیری بلند درگاہ کا کتا، ذوقی تجھے قبول ہو جائے

بسیر چرخ نہد از کمال رفعت پا
تو یہ بلندی کے کمال کا پاؤں آسمان پہ رکھے

۲۵۶۔ سپرد بر درِ تو کار خود تو دانی کار
اس نے اپنے کو تیرے در کے سپرد کر دیا ہے، اپنا کام تو جانے

جز ایں نداند ذوقی بیوقار و علا
اس کے سوا بیوقار ذوقی کچھ نہیں جانتا

۲۵۷۔ بسال یکصد و ہفتاد بر ہزار شگفت
۱۱۷۰ھ میں کھلا

بہ بوستان جہاں ایں چنیں گل رعنا
دنیا کے بوستاں میں یہ گل رعنا

۲۵۸۔ بہ جو از سحاب قلم شد چکیدہ در دامن
جب قلم کے بادل سے دامن میں ٹپکا

خرد نمود مسمّیٰ بہ لوء لوء لالا
تو عقل نے اس کا نام روشن موتی رکھا

فرہنگ و حواشی

(۱) خدا کسی مکان میں محدود نہیں لیکن موجود ہے (۲) وجود میں ہر طرف خدا کا جمال نظر آتا ہے۔

(۳) اُس کے عشق میں آنسو شراب اور رُخ جام ہے، عجز سر کا تاج ہے اور فقر قبا۔

(۴) عقل اس کے سمجھنے سے عاجز ہے اور اس کی ذات میں غور کرنے سے رنج و عنا کے سوا کچھ نہیں حاصل ہوتا۔

(۵) اُس کے سواد میں جس نے دلیری سے جانا چاہا اُسے سیاہی یعنی سیاہ روئی ملی اس لئے اس کی بارگاہ میں عاجزی سے جاؤ (تب روشنی پاؤ گے) کیونکہ روشنی بھی عاجز ہے (روشنی اوپر سے آکر زمین پر پھیلتی ہے اسلئے اُسکو عاجز کہا ہے)

(۶) اس کی ذات کے بارے میں غور کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے، یا یہ کہ تمہاری عقل کا پاؤں ٹوٹ جائے گا، یعنی عقل عاجز ہو جائے گی۔

(۷) "بہی" بمعنی بہبودی و بہتری (۸) دوسرے مصرعہ میں "بہی" ایک پھل کا نام ہے۔

(۹) اشارہ اس طرف ہے کہ جب "ف" کو لفظ صفا میں لکھتے ہیں تو "ف" کی آنکھ کھلی ہوئی ہوتی ہے۔ گویا کہ اُسے صفا حاصل ہو گئی۔ لیکن "ف" کو جب الگ لکھتے ہیں تو اس کی آنکھ بند رہتی ہے۔ اس لئے "ف" کی آنکھ صفا کی اصل نہیں ہے بلکہ صفا حاصل کرنے کے بعد اُس کی آنکھ کھلتی ہے۔ اسی طرح قلب کی آنکھ بیدار کرنے کے لئے بھی پہلے اُسے صفا حاصل کرنا پڑے گا، تب صفا کی "ف" کی مانند دل کی بھی آنکھ کھُلے گی۔

(۱۰) صلف زدن بمعنی لاف زدن اور عذرا، بمعنی آشکارا۔

(۱۱) جو لوگ چشمِ ظاہری سے خدا کو دیکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ڈینگ مارتے ہیں اُن کی داڑھی مونچھ کے بال اُکھاڑ پھینکو، صرف دو بال چھوڑ دو جیسے بھیڑیں ہوتی ہیں۔ اشارہ اس طرف ہے کہ اُن کی عقل بھیڑ بکریوں کی طرح ہے (رویت باری پہ حضرت قربیؔ اور ذوقیؔ نے رسالے لکھے ہیں، جو دوسرے رسالوں کے ساتھ دار التصنیف حضرتؒ مکان ویلور سے شائع ہو چکے ہیں۔)

(۱۲) کوئی ایسا (پیر) ہے جو تنہائی میں ایک کو بلا کر پوچھتا ہے کہ کیا تمہیں خدا کا دیدار ظاہری آنکھوں سے ہو گیا؟۔ (اشارہ یہ ہے کہ اُس آدمی کو پہلے سے سکھا دیا ہوگا کہ وہ لوگوں میں بیان کرے کہ میں نے خدا کا دیدار چشمِ سر سے کر لیا)

۱۳؎ بجہ امر ہے جہیدن سے یعنی دُور ہو جاؤ۔

۱۴؎ کوئی (پیر) ایسا ہے جو کہتا ہے شریعت پر عمل کرنے سے دُور ہو جاؤ، کیونکہ خدا کی معرفت پر پردہ پڑا ہے، اور نماز و روزہ وغیرہ سے وہ پردہ اُٹھنے والا نہیں ہے۔

۱۵؎ کوئی کہتا ہے کہ خدا کی معرفت یہی ہے کہ ہر چیز میں خدا ہے۔

۱۶؎ جمع، تفرقہ، جمع الجمع، عینیت وغیریت حقیقی اصطلاحی وغیرہ کی اصطلاحات حضرت ذوقی کے والد اور مرشد حضرت ابو الحسن قربی نے بیان کی ہیں اور انہوں نے اپنے مرشد مخدوم عبدالحق ساوی سے ان مسائل میں استفادہ کیا ہے۔ راقم کی نظر سے عبدالحق ساوی کی تصانیف نہیں گذری ہیں۔ اس لئے صرف حضرت قربی کی تصانیف سے ان موضوعات پر اختصار کے ساتھ یہاں لکھا جاتا ہے۔ دراصل مسئلہ وحدۃ الوجود ہی کے بیان کا یہ بھی ایک طریقہ ہے جسے حضرت قربی نے اپنے مرشد سے سیکھا ہے۔ حضرت قربی کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ وحدۃ الوجود پر اس طریقہ سے مخدوم ساوی سے پہلے کسی نے بحث نہیں کی ہے۔ حضرت قربی لکھتے ہیں، کہ وحدۃ الوجود کے قائلین سے ہمارا کوئی نزاع نہیں ہے بلکہ ہماری اور اُن کی بحثوں کا مآل ایک ہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ صوفیہ کے قول سے عام لوگ گمراہ ہو رہے تھے اور نادان خدا اور بندہ کے فرق کو نہیں سمجھتے تھے، ہماری بحث کے طریقہ سے یہ اشکال دُور ہو جاتا ہے۔

وحدت الوجود پر جو سب سے بڑا اعتراض کیا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ موجود کو موہوم اور غیر حقیقی قرار دینے پر ثواب وعقاب اور تکلیف شرعیہ کا تصور ختم ہو جاتا ہے، اس لئے حضرت قربی نے پہلے یہ بحث کی ہے کہ وجود حقیقی ہے۔ یعنی وجود کا اطلاق جس شئے پر بھی ہوگا وہ حقیقی ہوگا۔ اس مسئلہ پر مکمل بحث کا طریقہ تو یہ ہوگا کہ پہلے متقدمین صوفیہ سے لیکر متاخرین تک کے اقوال پیش کئے جائیں کہ انہوں نے نظریۂ وحدۃ الوجود کے ساتھ ثواب وعقاب کے تصور کو کس طرح قائم رکھا ہے اور اس کے بعد حضرت قربی کے دلائل کو پیش کیا جائے لیکن ایسا کرنے کے لئے ایک کتاب درکار ہوگی، اس لئے ہم صرف حضرت قربی کے بیان کو اختصار کے ساتھ پیش کرنے پر اکتفا کریں گے۔

حضرت قربی کہتے ہیں کہ حقیقت اس کو کہتے ہیں کہ لفظ جس کے لئے وضع کیا گیا ہو اس کا اطلاق موضوع لہ پر حقیقی ہوگا۔ مثلاً علم کا اطلاق ہر اُس فرد پر حقیقی ہوگا جو عالم ہو۔ اس میں واجب یا ممکن کی کوئی قید نہیں ہے۔

باری تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور زوال ونہایت سے پاک اور لامحدود ہے، اور مخلوق کا علم ان صفات سے خالی ہے۔ اس کے باوجود لفظ علم کا اطلاق موضوع لہٗ کے لئے ہر جگہ حقیقی ہے۔ اسی طرح وجود کا اطلاق بھی جس پر ہوگا وہ حقیقی ہوگا۔ اس لئے عبد اور معبود کا فرق جاتا رہا اور یہ زندقہ اور گمراہی ہے۔ اور اگر صرف غیریت ثابت کیا تو اس سے قرآن کی بہت سی آیات واحادیث کا مفہوم ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً جس طرف تم منہ کرو، ادھر خدا ہی ہے اور یہ کہ اگر تم رسی سے لٹکائے جاؤ تو اللہ ہی پہ گروگے۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ غیریت بھی حقیقی ہے اور عینیت بھی حقیقی ہے، تو یہ دو متضاد باتیں ہیں اور دو متضاد باتوں کا اجتماع محال ہے۔ اس لئے حضرت قربیؒ نے متقدمین کی صوفیہ کی تقلید میں وجود مجازی یا ظلی یا وہمی تو نہیں کہا، لیکن ایک اصطلاح دوسری وضع کی اور وہ ہے علینیت حقیقی اصطلاحی اور غیریت حقیقی اصطلاحی، یعنی خالق ومخلوق میں عینیت وغیریت حقیقی اصطلاحی ہے۔ اس صورت سے مخلوق کا وجود وہمی نہیں رہتا اور تکلیف شرعیہ کا تصور باقی رہتا ہے۔

حضرت قربیؒ نے حقیقی اصطلاحی کی وضاحت اس طرح کی ہے۔ تمام دنیا کے لوگ الفاظ استعمال کرتے ہیں اور ہر لفظ سے مراد وہی ہوتا ہے جو اس کے لغوی معنی ہوتے ہیں۔ اس لئے لغوی معنی کے اعتبار سے دو چیزوں میں عینیت لغوی ہوگی یا غیریت لغوی۔ مثلاً جب ایک کہا جائے گا تو دو مراد نہیں ہوں گے، اور جب دو کہا جائے گا تو اس سے ایک مراد نہیں ہوں گے۔ ایک سے ایک ہی سمجھا جائے گا، اور دو سے دو۔ دو متضاد کو جمع نہیں کر سکتے۔ کہ ضدّان لا یجتمعان۔ لیکن قرآن میں عینیت اور غیریت کی آیتیں ہیں۔ مثلاً تم نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا اور غیریت کی آیتیں اس طرح ہیں کہ قائم کرو نماز زکوٰۃ وغیرہ۔ آیات عینیت میں لغت واقع کے مطابق نہیں ہے۔ مثلاً "تم"، "وہ" نہیں ہو سکتا، اور "وہ" "تم" نہیں ہو سکتا، لیکن یہاں دونوں میں اتحاد پایا جاتا ہے، جو جمع پہ دلالت کرتا ہے۔ اس لئے اس اتحاد واتفاق کا نام اصطلاحی رکھا یعنی ان میں عینیت اور غیریت حقیقی اصطلاحی ہے، کیونکہ اسے وہمی نہیں کہہ سکتے، اور صرف حقیقی کہنا اس لئے درست نہ ہوگا کہ لغت کا اطلاق خلاف واقع ہوا ہے۔ لیکن بہرحال دونوں کو جمع کیا گیا ہے، اس لئے اسے عینیت حقیقی اصطلاحی کہا۔ اس لئے حضرت قربیؒ فرماتے ہیں کہ رب ہر چیز کا عین ہے۔ عین ہونے کے اعتبار سے نہیں، اور وہ ہر شئے کا غیر ہے۔ غیر ہونے کے اعتبار سے نہیں، لہٰذا یہ عینیت

اور غیریت حقیقی اصطلاحی ہے اور ان دونوں کو ثابت کرنا جمع الجمع ہے اور یہی توحید ہے۔ عین کو غیر سمجھنا فرق ہے اور اس کے غیر کو معدوم سمجھنا جمع ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ خدا کا غیر پورے طور پر کوئی نہیں ہے تو کفر و اسلام کی تمیز اٹھ جائے گی، اس لئے جمع بلا تفرقہ زندقہ ہے۔

حضرت قربی لکھتے ہیں کہ اصطلاحات زمانہ کے اعتبار سے وضع کی جاتی ہیں، اس لئے نئی اصطلاحات وضع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے (جو پوری بحث جاننا چاہے اُسے دیکھنا چاہیئے مجموعۂ رسائل قربی مطبوعہ دار التصنیف حضرتؒ مکان ویلور)

یہاں جن اصطلاحات کا ذکر کیا گیا ہے، وہ سب حضرت ذوقی نے اپنے اس قصیدے میں بیان کی ہیں، اس لئے یہ مختصر تحریر اُن اشعار کو حل کرنے میں معاون ثابت ہوگی۔

۱۷ اندھے پن کی وجہ سے اپنے کو زلف کی طرح پیچ و تاب میں دیکھا اور اپنی قدر و قیمت نہ پہچانی۔

۱۸ کوئی ایسا ہوا کہ خدا کو چھوڑ کر اُس کی خواہش طلب دنیا کی طرف ہوئی، اس کا دل جس میں صبح کی روشنی پوشیدہ تھی اُسے تاریک خواہشات کی طرف لے گیا۔

۱۹ تری دامن یعنی تر دامنی بمعنی گناہ۔

۲۰ حاصل کلام یہ ہے کہ دماغ میں تکبر کے سبب یہ گناہ میں مبتلا ہوئے۔ شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ خطا کے کھیت میں آہو کی طرح یہ کیوں پہنچ گئے؟ جس طرح ختن کے آہو اپنے مشک کے سبب ممتاز ہیں، اُسی طرح یہ اپنے لباس فاخرہ کے شکن پر مغرور تھے اور اپنے کو دوسروں سے ممتاز سمجھتے تھے، یہ تکبر ہی ان کا گناہ ہے۔

۲۱ اس میں حدیث کی اصطلاحات ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ صحیح حدیثوں کا انکار کرتے ہیں، اور ضعیف و غریب حدیثوں کا اعتبار کرتے ہیں۔

۲۲ "درو ست" میں ضمیر "او" کا مرجع گیا یعنی گیاہ ہے۔ گیاہ سے مراد جڑی بوٹیاں ہیں جن سے مریض کو شفا حاصل ہوتی ہے۔ اور کا مرجع بھی ہو سکتا ہے، لیکن پہلا مفہوم اولیٰ ہے۔

۲۳ بادل کے آنسو سے سمندر میں روشن موتی بنتے ہیں۔ مشہور ہے کہ کسی خاص بارش کے پانی سے موتی بنتا ہے۔

۲۴ لالا بمعنی بندہ و خادم۔ ترجمہ یہ ہے کہ اے بندے! خدا کے نزدیک کوئی متکبر شخص کب سرخرو ہوا۔؟

۲۵ غُرر۔ جمع ہے غُرّہ کی۔

۲۶ؑ گل طاہا سے مراد ذات اقدس سرورِ کائنات ہے اور سین سے اشارہ ہے آپؐ کے دانتوں کی طرف یعنی آپ قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے کہ سب دانت باہر آ جائیں بلکہ صرف تبسّم فرماتے تھے۔

۲۷ؑ عین طہور سے مراد آنحضرتؐ۔

۲۸ؑ اگر تمہیں خندہ بلائے تو کلا بچہ کر لب کھولو یعنی انکار کر دو، اور اگر گریہ بلائے تو بلّی کہہ کر اس کے قریب ہو جاؤ۔

۲۹ؑ ہای و ہوی سحر یعنی گریۂ سحری

۳۰ؑ پہلے مصرع میں آہو بمعنی چشم اور دوسرے مصرعہ میں آہو بمعنی عیب ہے۔ پہلے مصرعہ میں حمائے سحر بمعنی صبح کی گرمی۔

۳۱ؑ ملوع = روشنی، ولوع = جذب و شوق۔ درون پالا = دل کو صاف کرنے والا۔

۳۲ؑ جبل المتین کو مضبوطی سے تھامنے والا، اہل فضل میں ایسا زیر دست ہو جاتا ہے جیسے شراب۔ شراب سے اس لئے مثال دی ہے کہ شراب پینے سے اس کی کیفیت آدمی کے دل و دماغ پہ چھا جاتی ہے، گویا آدمی زیر دست ہو جاتا ہے اور شراب زبردست۔

۳۳ؑ بدرا سے مراد بدراہ یا بدرلے ہے۔ یہاں دونوں معانی موزوں ہو سکتے ہیں۔

۳۴ؑ مطلب یہ ہے کہ محض موٹا کپڑا پہن کر عارف نہیں بن سکے۔

۳۵ؑ زہد کی وجہ سے نحیف و لاغر ہو کر عرفان نہیں حاصل ہوتا۔ ترسا اور دوسرے کافر بھی زہد میں بہت تیز ہوتے ہیں۔

۳۶ؑ جسکل بمعنی جانور کا بچہ، جمع حساکل اور خیفہ وہ ہے جس کی دو آنکھیں دو رنگ کی ہوں۔

۳۷ؑ رقطا کو ہندی میں چنکبرا کہتے ہیں۔

۳۸ؑ و ۳۹ؑ - یہ دونوں شعر قطعہ بند ہیں، ترجمہ یہ ہے کہ اگر تم لکڑی کے سلنڈر پہ لوٹتے ہو تاکہ تمہیں کچھ آمدنی ہو جائے تو اس پیشہ کو چھوڑ دو، اور راہِ حق پہ دوڑو، تاکہ تمہارے دامن سے سینکڑوں سمندر جاری ہوں جن سے دوسروں کو موتی حاصل ہوں گے۔ لکڑی کے سلنڈر پہ لوٹنے سے مراد غالباً کچھ کھیل تماشا ہے جسکو دکھا کر لوگ پیسہ کماتے ہیں۔ اس سے ہر وہ کام مراد لیا جا سکتا ہے جو غیر نافع ہے۔

۴۰ؑ یہاں اولیٰ مؤنث ہے اوّل کا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم مہرِ حق سے سنگ سیاہ پہ نظر ڈالو گے تو تمہاری پہلی ہی نظر میں سنگِ سیاہ میں وہ تابش پیدا ہو جائے گی جس کے سامنے موتی بھی ماند ہو جائے گا۔

۴۱ طوَی بمعنی گرسنہ۔

۴۲ عریق ۔ بیشۂ پُر درخت ، شریٰ ۔ جائے خرید و فروخت ، بازار۔

۴۳ عذار گاہ مُراد رخسار ۔ آگا مخفف ہے آگاہ کا ۔ پہلے مصرعہ میں از کرمش سے مراد از کرم خویش ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلم کی تیز رفتاری کے سبب ضمیر کے استعمال کی طرف شاعر متوجہ نہ ہو سکا ۔ مُرید کے ریا سے آگاہی اور اس ریا سے مُرید کو آگاہ کرنا مُرشد کا سراسر کرم ہے۔

۴۴ ما اصل میں ماء ہے بمعنی پانی ۔ دم در دم کشیدن' بمعنی سانس پر سانس لینا یعنی سینے میں بھری ہوئی سانس کو نکالے بغیر دوسری سانس لینا جو ممکن نہیں۔

۴۵ مطلب یہ ہے کہ کریم کے احسانمند لوگ لڑائی کے وقت اُس کے دشمنوں سے جنگ کر کے ان کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔

۴۶ اگر بادشاہ رعایا کا مربّی اور انصاف پسند ہے تو وہ گویا ظلّ خدا ہے ، ورنہ اسکا وجود منحوس اور سایۂ بوم کے مانند ہے۔

۴۷ بر بنائے شہرت یا ممکن ہے کہ کسی روایت کی بناء پر سکندر کی یہ خصوصیت یہاں ٹھہری ہو ۔ نظام الملک طوسی نے سیاست نامہ لکھا ہے کہ دارا کے وزیر نے خفیہ طور پر سکندر سے سازش کر لی تھی اور یہی دارا کی شکست کا خاص سبب تھا۔

۴۸ غبرا سے مراد' زمین ہے۔

۴۹ عنقا سے مراد گوشہ نشین صوفی ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم عُزلت نشیں صوفی بن جاؤ ، لیکن اگر تم ظلم کروگے تو قُرب خداوندی سے محروم رہو گے اور تمہاری عبادت کا کوئی ثمر نہ ہو گا۔

۵۰ خردۂ عدل = طالب عدل ، خلا = خلوت ، ملا = جلوت

مطلب یہ ہے کہ اگر تم عدل اختیار کرو گے تو خواہ تم خلوت میں ہو' یا اجتماع میں ' بہر صورت تمہیں ابدی زندگی ملے گی۔

۵۱ یعنی اگر بادشاہ عادل نہیں ہے تو اس کو سچے اور نہایت وفادار ساتھی میسّر نہیں ہوں گے ۔

۵۲ رات کو سورج انا کا دعویٰ نہیں کر سکتا کیونکہ جو پوشیدہ ہو گیا اس کے لئے انا کا دعویٰ جائز نہیں۔ رات کے کوّے (یعنی رات) نے سورج کو انجیر سمجھ کر نگل لیا۔

۵۳ بِستا مخفف ہے بِستاد کا بمعنی توقف و اقامت ۔ بظاہر ترجمہ یہ ہے کہ سورج کو اقامت دی یعنی

اُسے مقیم و ساکن بنایا۔ لیکن پورے مصرعہ سے یہ مفہوم بھی برآمد ہو سکتا ہے کہ سورج کو اس طرح اقامت دی تاکہ وہ دن کو روشنی دے سکے۔ اس طرح سکون کا مفہوم دور ہو جاتا ہے اور اقامت کا مفہوم اس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ سورج کی حرکت بھی اپنے حد سے اندر رہے جیسے کوئی شخص ایک گھر یا شہر یا ملک میں مقیم ہو اور اسکی حرکت جائے اقامت کے اندر محدود ہو تو اُسے اسکی حدود کے اندر مقیم ہی کہا جائے گا۔ اس کے علاوہ رات کو سورج کی روشنی ظاہر نہ ہونے کا سبب یہ بتانا کہ سورج کو موقوف کر دیا گیا ایک شاعرانہ انداز بیان ہے۔ جیسے پہلے کہا کہ رات کے کوّے نے سورج کو انجیر سمجھ کر نگل گیا' یہ محض ایک شاعرانہ انداز بیان ہے۔

۵۴ آہن شبگیر، مراد رات کی سیاہی۔

۵۵ ستاروں کی سرشت میں غم اور خوشی سے مراد کواکب کا سعد و نحس ہونا ہے۔ آگے کے اشعار میں اُن تاثیرات کا ذکر کیا ہے جو مختلف ستاروں سے منسوب ہیں۔ مقصود خدا کی حمد بیان کرنا ہے جو ان ستاروں اور اُن کی تاثیرات کا خالق ہے۔

۵۶ بطلیموسی فلسفہ کے مطابق زمین ساکن ہے۔ بطلیموس کو بعض مورخین نے یونان کا بادشاہ لکھا ہے، جو صحیح نہیں ہے۔ یہ Hadriamus (۱۱۷ء تا ۱۳۸ء) اور Antoninus (۱۳۸ء تا ۱۶۸ء) جو شاہان روم تھے' ان کے عہد حکومت میں تھا۔ علم ہیئت پر اس کی کتاب المجسطی اپنے فن میں بے نظیر سمجھی جاتی ہے۔

۵۷ آرجا = اطراف   ۵۸ زیبق = پارہ، کُر = بہرہ، غبرا = گرد و غبار۔

۵۹ مردم کیا۔ یعنی مردم کیا بمعنی سر برآوردہ اور فرماں بردار لوگ۔

۶۰ عنا و رخا = رنج و راحت   ۶۱ ہرزہ درا = فضول گو۔

۶۲ بومی مراد پاک و صاف، صیا، تھا = ناپاکی۔

۶۳ لاف و گزاف کے سبب بندہ پہ بندہ کی مثال ممتنع ہو جاتی ہے، یعنی بندہ بندگی کے احکامات بجا لانے سے قاصر رہ جاتا ہے اور کام کے وقت وہ بیماری کا بہانہ کرتا ہے۔

۶۴ لاف و گزاف کرنے والے یا مذہب سے بے پروا لوگ بزرگوں کی تعظیم نہیں کرتے۔ انہیں بزرگوں میں بھی عیب ہی نظر آتا ہے، گویا وہ عنبر کو گائے کی سرگین سمجھتے ہیں۔

۶۵ شتّی = بکھرا ہوا ، سَورت = شدّت ۔ قوّت ۔

۶۶ ہُرمُس نام کی کم از کم تین شخصیتیں ہوئی ہیں، اور تینوں علم وفضل خصوصًا علم نجوم میں کمال رکھتے تھے۔ بعض مصنفین نے ہُرمُس نام کی محض ایک فرضی شخصیت قرار دی ہے اور نجوم، کیمیا اور سحر وغیرہ میں اُن سے کتابیں منسوب کردی گئی ہیں۔ ہُرمُس یونانی لفظ ہے اور یونانیوں کے ایک دیوتا کا نام ہے، جس کو سکندر یونانی کے زمانہ میں مصریوں نے تحوت دیوتا قرار دیا اور مصر میں یہ خدا مانا جاتا تھا اور قدیم مصری تمام علوم کا انتساب اُسی سے کرتے تھے۔ لیکن فلسفہ ونجوم میں جو ہُرمُس مشہور ہے، وہ ہُرمس بابلی ہے۔ یہ سقراط کا ہم عصر تھا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ قدما کی فلسفہ اور نجوم کی کتابوں کی تصحیح کی، جو اس زمانے میں خراب ہوچکی تھیں۔ اس کی خود بھی اپنی کئی تصانیف ہیں۔ پانچویں صدی ہجری کے ایک اندلسی حکیم کے بقول کواکب کی شعاعوں کے مطارح اور بروج فلک کی ہمواری میں اس کا خاص نظریہ ہے جو اس کے تقدم اور فضیلت علمی پر دلالت کرتا ہے۔ احکام نجوم سے اس کی تصانیف میں سے کتاب الطول، کتاب الحرض اور کتاب قضیب الذہب ہیں۔ فن کیمیا کی کتابوں سے صرف نظر کرکے ہُرمُس کی کتاب الحرض پہلی کتاب ہے جو یونانی زبان سے عربی میں ترجمہ کی گئی۔ اس کا ترجمہ جو ۱۲۵ھ میں کیا گیا۔ یہ اموی دَور تھا۔ ان کے علاوہ بھی ایک اور ہرمس مشہور ہے، جو فیثاغورث کا شاگرد تھا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اُس نے حکمت حضرت سلیمان علیہ السلام کے شاگردوں سے سیکھی تھی اور علم ہندسہ مصریوں سے حاصل کیا تھا۔ حضرت ذوقؔ کے شعر میں ہُرمُس سے مراد وہ شخصیت ہے جو فلسفہ اور علم وفضل میں مشہور ہے۔

بقراط مشہور یونانی حکیم وطبیب۔ جالینوس نے اس کی تصانیف کی تعداد ایک سو سے زائد بتائی ہیں۔ اس کی کئی کتابوں کا ترجمہ مسلمانوں نے کیا۔ کتاب "طبقات الاطباء" وغیرہ میں اس کے حالات ملتے ہیں۔

۶۸ آوا مخفف ہے آواز کا۔

۶۹ جس طرح کسی لفظ کا تصور اس کے معنی کے بغیر نہیں ہوتا اسی طرح لفظ عالم کا تصور اس کے معنی کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ میں بحیثیت عالم کے بہت مشہور ہوچکا ہوں لیکن عالم کہلانے کا مستحق اس وقت

ہو سکوں گا' جب علم کے معنی میرے اندر پیدا ہو جائیں گے یعنی جب علم کے مطابق میرا عمل ہو گا اور میرا عمل میرے عالم ہونے کا معنی یا گواہ بن جائے گا۔

۴۰ گوا مخفف ہے گواہ کا۔ یہاں کوا بھی ہو سکتا۔ ذوقی نے گ کے لئے دو مرکز نہیں لگائے ہیں بلکہ کاف اور گاف دونوں کو ایک مرکز کے ساتھ یکساں لکھا ہے۔ گوا مخفف ہو گا کوۃ کا بمعنی روزن خانہ۔ اس صورت میں ترجمہ یوں ہو گا کہ آسمان مانند کفگیر ہے اور ستارے مانند روزنِ خانۂ آسمان۔

۴۱ عشاق کا لشکر بغیر طبل کے ہوتا ہے۔ ان کا آہ و نالہ ہی طبل ہے۔ میں نے جو آہ و نالہ کیا ہے' اس سے بوڑھوں میں بھی شور و غوغا پیدا ہو گیا ہے۔ یعنی وہ بوڑھے جو خدا سے بے پروا تھے ان کو بھی اپنے گناہوں کا احساس ہونے لگا ہے اور وہ بھی آہ و نالہ اور شور و غوغا کرنے لگے ہیں۔

۴۲ اس شعر کے پہلے مصرعہ میں نمایدکا فاعل مُسِین ہے جو اس کے قبل شعر میں آچکا ہے۔ مُسِین بمعنی بوڑھا یعنی بوڑھا آدمی بلند آواز سے آہ و نالہ کرتا ہے۔

۴۳ سید ابو الحسن قربیؔ' حضرت ذوقیؔ کے والد اور مُرشد ۱۱۱۸ھ میں بیجاپور میں پیدا ہوئے۔ چار یا پانچ سال کی عُمر میں وہاں سے ہجرت کر کے والد کے ہمراہ ویلور آئے۔ ۱۲ سال کی عمر میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ذہانت و حافظہ خداداد تھا۔ تحصیل علم کے بعد یہاں شیخ فخر الدین جھکری اور شیخ عبدالحق ساوی سے سلوک کی تعلیم حاصل کی۔ عبدالحق ساوی کے مرید ہو گئے۔ فارسی شاعری کا ذوق نہایت ستھرا تھا۔ فارسی کا دیوان اب نایاب ہے۔ اردو دیوان چھپ چکا ہے۔ تصوف اور اردو فارسی شعر و ادب میں آپ کی شخصیت دکن میں ایک روشن مینار کی ہے۔ ۱۱۸۲ھ میں وفات پائی۔ مزار احاطۂ حضرتؒ مکان میں ایک گنبد میں ہے' (تفصیل کے لئے دیکھئے "انوار اقطاب ویلور" اور "اللطیف کا اقطاب نمبر")۔

۴۴ مفہوم یہ ہے کہ اگر تم خدا سے تحقیق طلب کرو گے تو وہ کسی رہنما کی طرف تمہاری رہنمائی کر دے گا۔ یعنی تمہیں مرشدِ کامل سے ملا دے گا جو تمہاری ہدایت کرے گا۔

۴۵ اپنے سر میں فاسد خیال رکھنا اپنے کو بے معنی فکر کے حوالہ کرنا ہے۔ یہ بے معنی فکر تمہارے سر کے لئے تیغ بلا ثابت ہو گی۔

۴۶ تمام صوفیاء ذکر پر زور دیتے ہیں۔ کوئی پہلے ذکر جلی کی تعلیم دیتا ہے' اس کے بعد ذکر خفی کی اور کوئی

پہلے ذکر خفی کی تعلیم دیتا ہے، اس کے بعد ذکر جلی کی۔ مقصود قلب کو ذاکر بنانا اور ریا سے پاک کرنا ہے۔ مرشد اپنے تجربہ کے مطابق تعلیم دیتا ہے۔

۷۷ھ یعنی لوگوں کو دکھ دینے کا جو عذاب ہے، وہ یاد الٰہی سے بھی معاف نہیں ہو سکتا۔

۷۸ھ مولا بمعنی غلام اور خواجہ سے مراد آنحضرتؐ کی ذات ہے جنہوں نے خود بھی محض اپنی عقل سے احکامات نہیں کئے بلکہ حکم الٰہی پاکر اُسے لوگوں تک پہنچایا جس کا نام قرآن ہے اور وہ منقول ہے۔

۷۹ھ ھَبا بمعنی گرد وغبار وگرد وہوا کہ سورج کی روشنی میں روزن سے دکھائی دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہَبا سے ہوا کچھ زیادہ بوجھ نہیں اُٹھا سکتی۔

۸۰ھ جاہل کو اپنا پیر نہ بناؤ۔ جاہل پیر کی خاصیت یہ ہے کہ اگر تم کو کوئی کامل پیر مل جائے، تو وہ اس کا انکار کرتا ہے۔

۸۱ھ اپنے فضل کی خوشبو کی اُبٹن میرے سنگ دل پہ پیس کر اس کو نرم اور معطّر بنا دے۔

۸۲ھ حیّ معنا = ہمارے ساتھ آو۔ ۸۳ھ ہُرّا = ترس و بیم، آواز نہیب

۸۴ھ حَط = اعزاز و بلندی سے ذلت و پستی کی طرف مائل ہونا۔

۸۵ھ ایطاء بمعنی پامال کرنا یا کسی کو ایسے کام کا حکم دینا جس سے وہ ناواقف ہو۔ مطلب یہ ہے کہ نفسانی خواہشات کی تکمیل میں تو میری عجلت پسندی میری فوراً مدد کرتی ہے۔ یعنی نفس کی طرف فوراً مائل ہوتا ہوں اور خدا کے حکم کی تعمیل میں پامالی یا جہل میرا پاؤں پکڑتا ہے۔

۸۶ھ غالباً یہ لفظ ہربان کا مخفف ہے جس کے معنی بھاگنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حاسدین میرے سر کو کیلے کے بال سے موازنہ کرتے ہیں گویا میرے سر کے بال کے مشابہ ہیں۔ یعنی حاسد مجھے بے مغز اور احمق سمجھتے ہیں، اے خدا مجھے آسمان کی بلندی عطا فرما اور حاسدوں کو دور بھگا دے۔

توبوا الی اللہ جمیعاً ایہا المؤمنون

از
حضرت مولانا مولوی محمد حسین صاحب
ایم۔ اے
استاذ دار العلوم لطیفیہ
حضرت مکان۔ ویلور

صغیرہ گناہ کن حالات میں کبیرہ گناہ ہوجاتے ہیں:

اگر گناہ صغیرہ کرنے پر کسی کو اصرار ہو اور وہ اس کو ہمیشہ کرتے رہے تو وہ کبیرہ ہوجاتا ہے۔ یہ مقولہ بطور ضرب المثل مشہور ہے کہ اصرار کے ہوتے ہوئے صغیرہ صغیرہ نہیں رہتا اور استغفار کے ہوتے ہوئے کبیرہ کبیرہ نہیں رہتا۔ اگر کسی سے کوئی ایک گناہ کبیرہ صادر ہوجائے اور پھر دوبارہ نہ کیا جائے تو بہ نسبت اس گناہِ صغیرہ کے جس کو ہمیشہ کیا جاتا ہے ایسے گناہِ کبیرہ کے معاف کئے جانے کا زیادہ امکان رہتا ہے۔ اگر پانی کا ایک ایک قطرہ بھی لگاتار اور بیہم کسی پتھر پر ٹپکتا رہے تو پتھر پر اس کا اثر ہوجاتا ہے۔ امریکہ میں متہم جرم سے اقبالِ جرم کرانے کے لئے تعذیب کے طریقوں میں سے بعض اوقات یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ وہ اس طرح متہم جرم کو جکڑ بند کردیتے ہیں کہ وہ بالکل حرکت نہیں کرسکتا اور پھر اس کے سر پر مثلاً ہر دس سکنڈ (لمحے) کے وقفہ سے پانی کا ایک قطرہ اوپر سے ٹپکایا جاتا ہے۔ بظاہر پانی کے قطرے سے متہم کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی لیکن ہر دس سکنڈ کے وقفہ سے ایک ایک قطرے کے سر کے ایک ہی مقام پر ٹپکنے سے اس کے اعصاب پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ وہ متہم پریشان ہوجاتا ہے اور اگر یہ عمل کچھ مدت جاری رہے تو وہ باؤلہ ہوجاتا، اور اقبالِ جرم کردیتا ہے۔ اگر یہ سارا پانی ایک ہی وقت میں بہا دیا جاتا تو کوئی اثر نہ ہوتا۔

اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر الاعمال ادوعہا وان قلّ سب سے اچھا عمل وہ ہے جو اگرچہ تھوڑا ہے مگر ہمیشہ کیا جاتا ہے۔ اگر عمل قلیل جو ہمیشہ کیا جاتا ہے نافع ہے، تو وہ عمل کثیر جس پر مداومت نہیں ہوتی اور جو ترک کردیا جاتا ہے۔ دل کے تزکیہ و قلب کے منور کرنے میں قلیل المنفعت ہے۔ اسی طرح تھوڑی سی برائی جس پر ہمیشہ عمل کیا جاتا دل کے تاریک کرنے میں اس کی تاثیر زیادہ ہوتی ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ جب کوئی گناہ کبیرہ صادر ہوتا ہے تو اس کے آگے اور پیچھے کئی گناہ صغیرہ ہوتے ہیں۔ کوئی شخص کسی کو اچانک بے سبب قتل نہیں کرتا۔ اس کو دشمنی اور عداوت رہی ہوگی۔ قتل کی تیاری کی ہوگی۔ ہتیار فراہم کئے ہوں گے، موقع کی تلاش کی ہوگی۔ چوری کے لئے بھی چور کئی منصوبے تیار کرتا ہے، مال کے مالک کی اپنے مال کی حفاظت سے غفلت کی تاک میں رہتا ہے۔ چوری کے بعد مالِ مسروقہ کے ساتھ پکڑے نہ جانے کی تدبیریں عمل میں لاتا ہے وغیرہ۔ زانی سے بھی بغیر تمہیدات اور مقدمات کے فعل زنا صادر نہیں ہوتا۔ یہ تمہیدات و مقدمات گناہ صغیرہ ہیں اور ان میں بعض ایسے گناہ صغیرہ ہیں جن کے بعد عموماً لازمی طور پر گناہ کبیرہ واقع ہوجاتا ہے۔ زنا کے باب میں حنفیوں نے ان مقدمات اور تمہیدات کو دواعی زنا سے تعبیر کیا ہے اور دواعی زنا پر بعض احکام زنا کا اجرا کیا ہے۔

اگر کوئی ایسا ایک گناہ کبیرہ تصور کیا جائے کہ وہ بغیر تمہیدات اور اسباب و دواعی کے اچانک واقع ہوجائے اور ایک دفعہ صادر ہونے کے بعد دوبارہ نہ کیا جائے تو بہ نسبت اس گناہ صغیرہ کے جس کو کوئی اکثر اور بار بار کرتا ہے، ایسے گناہ کبیرہ کے لئے عفو و مغفرت کا زیادہ امکان ہے اور اس کی امید کی جاسکتی ہے۔

صغیرہ کے کبیرہ ہوجانے کی دوسری صورت یہ ہے کہ صغیرہ گناہ کرنے والا اپنے گناہ کو بالکل ہلکا اور معمولی سمجھتا ہے اور اس کے مواخذہ سے بے پروا رہتا ہے۔ ہر گناہ سے چاہے صغیرہ ہو یا کبیرہ مواخذہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر گناہ معصیت اور امر الٰہی کی مخالفت ہے اور ہر معصیت قابل مواخذہ ہے۔ اگر بندہ اپنے کسی گناہ کو عظیم سمجھے تو وہ عنداللہ حقیر و صغیر ہوتا ہے۔ اور اگر کسی گناہ اور معصیت اور مخالفت امر الٰہی کو ہلکا اور حقیر سمجھے تو وہ عنداللہ عظیم ہوتا ہے۔ سورۂ النور میں فرمایا:

وتحسبونه هينا وهو عند الله عظيم

یعنی تم اس کو ہلکا گناہ سمجھتے ہو اور وہ اللہ کے پاس گناہ عظیم ہے۔

بندہ اپنے کسی گناہ کو اس وقت عظیم سمجھتا ہے، جب اس کے دل میں اس سے نفرت و کراہت ہوتی ہے۔ اس نفرت و کراہت سے اس گناہ کے اثر کی شدت کم ہوجاتی ہے۔ بندہ اپنے گناہ کو اس وقت سہل ہلکا اور حقیر سمجھتا ہے جب وہ اس سے مانوس ہوتا ہے، اور وہ اس کی نظر میں پسندیدہ ہے، ایسے وقت میں اس کے گناہ اور معصیت کی تاثیر دل پر گہری ہوتی ہے۔ مقصود تو یہی ہے کہ طاعات

سے دل منور ہو جاتے ہیں اسی لئے دل کو تاریک اور سیاہ کرنے والی برائیوں سے احتراز کرنا اور بچنا لازم ہے
امام بخاری نے روایت کی ہے المومن یری ذنبہ کالجبل فوقہ یخاف ان یقع علیہ والمنافق یری ذنبہ کذباب علیٰ انفہ فطارہ مومن اپنے گناہ کو ایسا پہاڑ سمجھتا ہے جو اس کے اوپر واقع ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں وہ پہاڑ اس پر نہ گر پڑے، اور منافق اپنے گناہ کو ایسی مکھی سمجھتا ہے جو اس کی ناک پر گزرتی ہے اور وہ اس کو اُڑا دیتا ہے۔

مومن کے دل میں جس قدر اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کا شعور ہوتا ہے اسی قدر وہ اپنے ہر گناہ کو عظیم سمجھتا ہے۔ جب وہ اللہ کی عظمت کا خیال کرتا ہے جس کی اس نے نافرمانی کی تو وہ ہر صغیرہ کو کبیرہ سمجھنے لگتا ہے، اس لئے بعض عارفین نے کہا کہ کوئی گناہ صغیرہ نہیں بلکہ ہر مخالفت اور نافرمانی کبیرہ ہے بعض صحابہ نے تابعین سے کہا کہ تم ایسے اعمال کرتے ہو جو تمہاری نظریں بال سے زیادہ باریک ہیں اور ہم انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مہلکات اور موبقات میں شمار کرتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام کی معرفت عظمت وجلالِ الٰہی کامل تھی، اسی لئے صغائر بھی ان کی نظر میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے اعتبار سے کبائر تھے۔ اسی لئے جاہل کے کسی گناہ کے مقابل عالم کا وہی گناہ زیادہ سنگین ہوتا ہے۔ عوام کے بہت سے امور سے تجاوز اور درگزر کیا جاتا ہے، جو اگر عالم سے صادر ہوں تو درگزر نہیں کیا جاتا۔ گناہگار اور نافرمان جس قدر عالم اور جاننے والا ہو، اسی قدر اس کا گناہ زیادہ ہوتا ہے۔

گناہگار کا اپنے صغیرہ گناہ پر خوش ہونا اس گناہ کے کرنے پر قادر ہونے کو ایک نعمت سمجھنا اور اس گناہ کے باعث شقاوت ہونے سے غافل ہونا بھی منجملہ ان اسباب کے ہے جن سے صغیرہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ کسی شخص کے دل میں صغیرہ گناہ کی حلاوت جس قدر غالب ہوگی اسی قدر وہ کبیرہ ہو جائے گا۔ دل کے سیاہ اور تاریک کرنے میں اس کی تاثیر زیادہ ہوگی۔ بعض گناہگار ایسے ہیں جو اپنے گناہ پر مدح اور تعریف کے متمنی ہوتے ہیں، کیونکہ ارتکاب گناہ سے انہیں اس قدر خوشی اور فرحت حاصل ہوئی ہے۔ کسی کی آبرو ریزی کی تو وہ اپنے دوستوں سے فخریہ کہتا ہے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں نے اس کو کتنا ذلیل کیا۔ لین دین میں غبن کیا تو بصد غرور یہ کہتا ہے کہ میں نے اس کو کیسے احمق بنالیا۔ ایسی صورتوں میں

صغیرہ گناہ کبیرہ ہوجاتے ہیں۔

تمام گناہ مہلکات ہیں۔ جب انسان گناہ کرنے کی طرف اکسایا جاتا ہے اور شیطان اس پر غالب آجاتا ہے تو چاہئے کہ وہ اس حالت کو اپنے لئے مصیبت سمجھے نہ کہ نعمت۔ غمناک ہو کہ دشمن نے اس پر غلبہ پا لیا۔ خوشی کا کوئی موقعہ نہیں کیونکہ وہ اس گناہ اور نافرمانی کی وجہ سے اللہ سے محجوب اور دور ہوگیا۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بندہ گناہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے گناہ پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ اس کا گناہ فاش نہیں کیا جاتا تو وہ یہ نہیں خیال کرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کی پردہ پوشی کرکے اس کو مہلت دیتا ہے اور مہلت دیکر اس کو گناہگاری کی جسارت اور جرأت میں مبتلا کرتا ہے۔ بلکہ وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ گناہ کرنے کے مواقع فراہم کرکے اللہ نے اس پر بڑی عنایت کی۔ اس کا ایسا خیال کرنا عقوبت الٰہی سے بے پروائی اور اپنے تئیں عذاب سے مامون سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

ویقولون فی انفسھم لولا یعذبنا اللہ بما نقول حسبھم جھنم یصلونھا فبئس المصیر وہ اپنے دلوں میں یہ کہتے ہیں کہ ہم جو کہتے ہیں اس پر اللہ ہمیں کیوں نہیں عذاب دیتا' ان کے لئے جہنم کافی ہے جہاں وہ جلیں گے اور وہ برا ٹھکانا اور مرجع ہے (المجادلہ)۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بندہ گناہ کرتا ہے اور اس کے بعد اپنے گناہ اور اپنی نافرمانی کا فخر و غرور کے ساتھ ذکر کرتا ہے' یا ایسا ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے گناہ کرتا ہے اور انہیں گناہ کرنے کی رغبت دلاتا ہے۔ اس کے ایک گناہ کے ساتھ کئی گناہ صادر ہوجاتے ہیں۔ اور اس کا وہ ایک گناہ بہت سنگین ہوجاتا ہے۔ دوسرے شخص کو گناہ کی ترغیب دینا گناہ کرنے کے اسباب۔ اس کے لئے فراہم کرنا' اس کو گناہ کرنے پر آمادہ کرنا اور گناہ کی پاداش سے بے پروا بنانا یہ سب اس کے گناہ میں اضافہ کرتے ہیں اور وہ گناہ بہت شدید ہوجاتا ہے۔

حدیث صحیح میں وارد ہے کہ میری تمام امت کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں بجز مجاہرین کے جو علی الاعلان گناہ کرتے ہیں۔ بندہ رات کو گناہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ جب صبح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی اس پردہ پوشی کو اپنے گناہ کے ذکر سے فاش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ہے کہ وہ جمیل کو ظاہر کرتا اور قبیح کی پردہ پوشی کرتا ہے' اور یہ امر بندوں کے حق میں اللہ کی

کی نعمت ہے۔ بندہ کا اس پردہ کو فاش کرنا کفرانِ نعمت ہے۔

بعض بزرگوں نے فرمایا: گناہ مت کرو اور اگر گناہ کرنا ہی پڑے تو دوسروں کو اس گناہ کی رغبت مت دلاؤ۔ اگر ایسا کیا تو وہ دو گناہ ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: المنافقون والمنافقات بعضهم من بعض یأمرون بالمنکر وینهون عن المعروف۔ منافق مرد اور منافق عورتیں اپنے نفاق اور رسول اور مؤمنین کی دشمنی میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں کیونکہ ایک ہی چیز کے اجزاء ایک جیسے ہوتے ہیں، وہ برائی کا حکم کرتے اور نیکی سے روکتے ہیں۔

بعض بزرگوں نے یہ فرمایا کہ اس سے زیادہ کوئی شخص اپنے بھائی کی ہتک، حرمت اور آبرو ریزی نہیں کرتا کہ وہ اپنے اس بھائی کی گناہ کرنے میں مدد کرے اور اس گناہ کو ہلکا بنا کر پیش کرے۔ عامی سے جو گناہ سرزد ہوتا اگر وہ عالم سے سرزد ہو تو وہ گناہ شدید ہوتا ہے۔ اگر وہ عالم ایسا ہو جس کی لوگ پیروی کرتے ہیں تو اس کا گناہ اور بھی شدید ہوتا ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جو مر جاتا ہو تو اس کے سارے گناہ اس کے ساتھ دفن ہو جاتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ جو شخص کوئی بُرا طریقہ سنت سیئہ رائج کرتا ہے تو اس پر نہ صرف اس کے اس عمل کے گناہ کا بوجھ ہوتا ہے بلکہ ان تمام لوگوں کے گناہ کا بوجھ بھی اس پر ہوتا ہے جو اس بُرے طریقہ پر عمل کرتا ہے اور ان کے اپنے گناہ کے بوجھ میں کمی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

ونکتب ما قدموا وآثارهم اور ہم لکھ دیتے وہ (اعمال) جو انہوں نے کئے اور ان کے آثار بھی۔ آثار سے مراد وہ امور ہیں جو عمل اور عامل کے گزر جانے کے بعد اس عمل سے متعلق ہیں رہ جاتے ہیں، یعنی ان کے نقشِ قدم جن کی دوسرے پیروی کرتے ہیں۔

آئندہ اشاعت میں توبہ کی تکمیل، اس کی شرطوں اور آخر عمر تک توبہ کے دوام و استمرار کی ضرورت سے بحث کی جائے گی۔

مقام صوفیہ

از ڈاکٹر سید وحید اشرف
ایم اے- پی ایچ ڈی
شعبۂ فارسی مدراس یونیورسٹی
مدراس

اس مضمون میں تصوف یا صوفیہ کی تعلیمات سے بحث کرنا مقصود نہیں ہے اگرچہ اس مضمون سے صوفیہ کے محض احوال کوائف اوران کے مقام کا کچھ پتہ چل سکیگا لیکن حقیقت میں ان کے مقام کو پوری طرح سمجھنا عام انسانوں کی فہم سے باہر ہے کہ ان کے بارے میں خود حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری میرے اولیاء میری چادر میں پوشیدہ ہیں اوران کو سوائے میرے کوئی پوری طرح نہیں پہچانتا

پچھلے ادوار میں صوفیہ کی مخالفت میں کہیں اکا دکا افراد ہی نظر آتے تھے، لیکن چودھویں صدی میں ان کی مخالفت نے باقاعدہ تحریک کی شکل اختیار کرلی ہے- اس دور میں ایک بڑی قباحت یہ بھی ہے کہ کچھ لوگ تصوف کے نام پر ہی صوفیہ کی تعلیمات کو غلط طور پر پیش کرتے ہیں اور کوئی جماعت باقاعدہ مہم کے طور پر اُن کی رد میں کتابیں لکھنے اور عوام میں مشتہر کرتی ہے-

ایک مختصر مضمون میں ان سب کا جواب اس طرح دے دینا کہ جس سے عام لوگوں کو تشفی ہو جائے بہت دشوار ہے صوفیہ نے کہیں کہیں بعض اعتراضات کا خود جواب دیا ہے لیکن اس دور میں چونکہ صوفیہ کی مخالفانہ تحریک نہ تھی اس لئے انہیں خود اپنی مخالفت کا زیادہ علم نہ ہوسکا اور جواب میں کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی- ابن تیمیہ کے شاگرد حافظ ابن قیم نے صوفیہ کی مخالفت میں تزکیۂ نفس پر کتاب لکھی لیکن اس میں بھی کوئی ایسی بات نہیں جو مسلمانوں کے عقیدہ کے خلاف ہو- اگر اس میں سلوک کا ذکر نہیں ہے، تو صوفیہ اسے سب کے لئے ضروری بھی قرار نہیں دیتے-

ہمیں محی الدین ابن عربی کے زمانے میں اسپین میں صوفیہ کی مخالفت کا کچھ ذکر ملتا ہے لیکن وہ بھی محض انفرادی طور پر تھا- کوئی تحریک نہ تھی- تغلق کے دور میں ہندوستان میں ابن تیمیہ کے بعض شاگردوں

صوفیہ کے خلاف آواز پھیلانی چاہی، جو تھوڑے دنوں ایوانِ حکومت کی حد تک موثر رہی، اس کے بعد ختم ہو گئی۔

لیکن ان ابتدائی مخالفتوں سے دکن کے ہاتھ میں ایک داؤں ضرور آ گیا۔ یورپ میں جب مستشرقین پیدا ہونے شروع ہوئے اور جب انہوں نے دیکھا کہ مادی غلبہ کے باوجود اسلام کی تسخیری قوت کو توڑنے میں وہ ناکام ہیں تو اس نے اسلام کی اصل قوت پر ضرب لگانا چاہا۔ ان کو یہ بھی خوف ہوا کہ اسلام کی روحانی قوت سے اگر اہل یورپ آشنا ہو گئے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اسلام یورپ میں بھی پھیلنا شروع ہو جائے، اس لئے مستشرقین نے ہر طرح کا جھوٹا پروپگنڈا کرنا شروع کیا۔ یورپ میں مشتہر کیا گیا کہ اسلام میں روحانیت نام کی کوئی چیز نہیں ہے اور اس کو جو کچھ غلبہ حاصل ہوا ہے وہ صرف مادی طاقت اور تلوار کے زور پر، لیکن جب انگریزوں کا مشرق میں زیادہ عروج ہوا، بعد ان کی خود ایک بڑی تعداد نے اسلام کی روحانیت کا یہاں مشاہدہ کیا تو یوں کہنے لگے کہ اسلام میں کچھ روحانیت ہے لیکن یہ خود اسکی اپنی نہیں ہے بلکہ عیسائیوں سے قریب آنے کے بعد انہوں نے عیسائی مذہب سے حاصل کیا ہے۔ یہ پروپگنڈا کچھ دنوں تک چلا، لیکن اس خیال سے کہ ان کے جھوٹ کا بھانڈا نہ پھوٹ جائے انہوں نے تصوف کا ڈنڈا ویدانت سے ملا دیا۔ چونکہ ہر ملک اور ہر قوم میں انبیاء کی تعلیمات آئی ہیں، اس لئے ان میں تحریف کے باوجود بعض تعلیمات کا باقی رہ جانا بالکل ممکن ہے، اس لئے بعض مماثلتیں دکھانا بھی آسان ہے۔ ان مماثلتوں کی بنیاد پر یہ کہہ دیا کہ قرآن میں انجیل و توریت سے نقل کیا گیا ہے۔ روحانی تعلیمات پر ویدِ عیسائیت اور یونانیت کا اثر ہے۔ لیکن آخر کار یہ جھوٹ بھی کمزور نظر آنے لگا، تو آخری میں مشہور مستشرق آربری نے اقرار کیا کہ اسلام کی تعلیمات میں بھی یقیناً روحانیت ہے، البتہ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کتنا اس میں اسلامی ہے اور کتنا ویدانیت، یونانی فلسفہ اور عیسائیت کے سبب ہے۔ گویا ان کے نزدیک یہ روحانیت کسی نہ کسی طرح غیر اسلامی تعلیمات ہی کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے، ورنہ اسلام میں یہ طاقت نہیں کہ اس پر عمل کر کے آدمی زیادہ روحانی طاقت حاصل کر سکے اور اب مستشرقین کو یہ اطمینان ہے کہ جو کام وہ ایک صدی سے زیادہ عرصہ میں خود نہیں کر سکے، اب وہی کام اسلام کے نام لیوا

کر لیے ہیں۔

ہم نے بہت اختصار سے یہ تاریخی جائزہ لیا ہے جن کو پوری تفصیل دیکھنا ہو وہ ملاحظہ فرمائیں، آر بری کے وہ لیکچرس جو اس نے کلکتہ میں اس موضوع پر دئے تھے اور جو عرصہ ہوا کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کے دشمنوں کو سب سے زیادہ خطرہ صوفیہ سے ہی تھا، یہی نہیں بلکہ خود مسلمانوں میں ظالموں اور جابروں کو سب سے زیادہ خوف صوفیہ کا تھا۔ اس کے بھی نفسیاتی، اور تاریخی اسباب ہیں۔

یہ سب کو معلوم ہے کہ بنو امیہ کو خاندانِ اہل بیت سے ہمیشہ خطرہ محسوس ہوا اور اسی سبب سے واقعۂ کربلا پیش آیا۔ اس کے بعد بنو عباس کا دَور ہوا، اسی دَور میں امام حسینؓ کی اولاد میں حضرت زیدؒ نے خروج کیا اور وہ شہید ہوئے۔ اس کے بعد حضرت امام حسنؓ کی اولاد میں محمد اور ابراہیم دو بھائیوں نے خروج کیا۔ ان کے تقویٰ کے سبب نفسِ زکیہ اور نفسِ رضیہ کے القاب سے مشہور تھے ان کا ساتھ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ نے دیا۔ جس کی پاداش میں ان دونوں کو ابو جعفر منصور نے اتنے کوڑے لگوائے کہ امام ابو حنیفہؒ خون سے لہو لہان ہو گئے اور امام مالکؒ کا ایک ہاتھ شانہ سے اُتر گیا۔ عباسی اپنے کو مقبول بنانے کے لئے خود اپنے کو اہل بیت اور اصلی سادات میں شمار کرتے تھے۔ اور بنو فاطمہ کو طالبی کہتے تھے۔ یعنی ابو طالب کی اولاد ہیں۔ ایسا ہی ہوا کہ سادات کے کئی بچوں عباسی بادشاہوں نے دیوار میں چنوا دیا۔ یہ سب اس وجہ سے تھا کہ سادات کی مقبولیت سے مسلمان بادشاہوں کو ہمیشہ خطرہ محسوس ہوتا تھا[۱]

نفسِ زکیہ اور نفسِ رضیہ کا خروج اور ان کی ناکامی کے بعد سادات نے تبلیغ و ہدایت کو اپنا لائحۂ عمل بنالیا، لیکن اس کے باوجود وہ مامون نہ رہے اور دنیا کے طالب ان سے خطرہ ہی محسوس کرتے رہے۔ اس کی چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت سید اشرف جہانگیر (م در حدود ۸۲۹ھ) ایران میں ایک سفر میں تھے کہ ایک مقام پر جہاں تیمور تھا آپ بھی پہنچے۔ آپ کے ساتھ فقراء کی ایک بڑی تعداد ہوتی تھی اور چہرے سے شاہانہ جلال بھی نمایاں تھا۔ کچھ لوگوں نے تیمور تک یہ خبر پہنچائی اور یہ آگ لگائی کہ ان سے حکومت کو خطرہ ہے۔ تیمور نے آپ کو بلوایا۔ آپ نے ملاقات کی۔ کچھ گفتگو ہوئی تیمور تقحمش خاں پر چڑھائی کے لئے ایک لشکر بھیج چکا تھا۔ اس جنگ کے انجام کے بارے میں تردد تھا

[۱] یہ تاریخی واقعات عام اسلامی تاریخی کتابوں میں مل جائیں گے۔ مناظر احسن گیلانی (۱۳۷۵ھ) نے اپنی کتاب ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی میں حوالوں کے ساتھ نقل کیا ہے ۱۲

اور حضرت اشرف جہانگیرؒ سے اس کا انجام پوچھا آپ نے دیوان حافظ سے فال نکال کر کہا ع

"اے پادشاہ کوش کہ صاحب قرآن شوی"

عجیب اتفاق ہے کہ نہ صرف تیمور فتحیاب ہوا بلکہ بعد ازاں وہ صاحب قرآن کے لقب سے مشہور ہوگیا۔ تیمور کو جب معلوم ہوا کہ یہ خود سلطنت کو چھوڑ چکے اور انہیں حبّ جاہ و دولت سے کوئی سروکار نہیں ہے تو اس نے آپ کو چھوڑ دیا، ورنہ تیمور کے ظلم اور سفاکی کا حال کس کو نہیں معلوم۔

اس طرح کی مثالیں اگر ہم پیش کرنا چاہیں تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا اور مثالیں ختم نہ ہونگی، اس لئے یہاں انگریزوں کے دور کی صرف ایک اور مثال پیش کر دی جاتی ہے:۔

حضرت قطبؒ ویلور کے خلاف مفسدوں نے انگریزی حکومت کو یہ خبر پہنچائی کہ آپ مریدوں اور عوام کو بغاوت پر آمادہ کر رہے ہیں۔ آپ کے ماننے والوں کی تعداد لاکھوں تک تھی۔ اس خبر پر آپ کو قید کیا گیا، لیکن قید میں آپ کی بعض روحانی خصوصیات اور کرامت کو دیکھ کر جیل کے اہلکار خوفزدہ ہو گئے۔ آپ نے عدالت میں اپنی صفائی پیش کر دی اور قرآنی تعلیمات سے یہ ثابت کیا کہ ایسے موقعوں پر مسلمان کا کیا شیوہ ہونا چاہئے اور ظاہر ہے کہ ان حالات میں بغاوت کسی طرح جائز نہ تھی، اس وقت انگریزوں کا استیلا اس دیار میں کامل ہو چکا تھا۔ عدالت نے آپ کو بری کر دیا۔ بلکہ وکٹوریہ کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو اس نے آپ کی قدر افزائی کی، اور نقد و خلعت روانہ کیا۔ آپ نے قبول کرنے سے انکار کیا اور اسلام کی دعوت دی، آج بھی وہ مکتوب موجود ہے۔ ملکۂ وکٹوریہ نے جواب میں اسلام کی سچائی کا اقرار کیا، مگر قبول کرنے سے معذرت کی۔ حضرت قطبؒ ویلور نے اپنی پوری زندگی تبلیغ وارشاد میں گذاری اور اس جوار میں اسلام کی بے بہا خدمات انجام دیں اور ان کے بعد بھی یکے بعد دیگرے یہ سلسلہ جاری رہا اور آج بھی جاری ہے۔

یہ دو واقعات صرف نمونہ کے طور پر پیش کئے گئے ہیں۔ ان کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سادات کرام نے جب یہ دیکھا کہ حکومت کے حصول میں دین کی خدمت انجام دینا ناممکن ہے تو انہوں نے ایسی طرز زندگی اختیار کی جس سے یہ شائبہ بھی نہ ہو سکے کہ ان کے دلوں میں دنیا کی دولت و جاہ کا کچھ بھی لالچ ہے کہ وہ عوام و خواص کے اندر رسولؐ کا اسوۂ زندگی پیش کر سکیں۔ ان کے دلوں میں حب دنیا طمع، حسد، بغض و نفاق، فساد و کینہ، غیبت وغیرہ عیوب نکال کر اُن کے اندر اخلاق حسنہ پیدا کریں۔

تاکہ ان کے دلوں میں صفائی اور کردار میں پاکیزگی پیدا ہو۔ کچھ لوگوں نے ان سادات کرام کی تقلید کی اور وہ بھی ولایت کے بلند درجہ پر فائز ہوئے اور آج بھی انہیں اجلۂ صوفیہ میں شمار کیا جاتا ہے جیسے جنید بغدادی، ابوسعید ابو الخیر، بایزید بسطامی وغیرہ لیکن اکثریت ان میں سادات کی ہے بلکہ شاید یہ مبالغہ نہ ہوتا اگر کہا جائے کہ نوے فیصد صوفیہ سادات سے ہیں۔

ایک طرف تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ مخصوص حالات کا یہ نتیجہ تھا کہ صوفیہ اپنی زندگی کو اس طرح ظاہر کرنے پر مجبور تھے جس سے یہ پوری طرح ثابت ہو جائے کہ ان کو حکومت و دولت سے کوئی غرض نہیں ہے، دوسرے یہ کہ انسانی خمیر ہی کچھ ایسا ہے کہ کسی بھی دور میں کسی شخص کو ایسا مصلح ماننے کے لئے وہ آمادہ نہیں ہوتا جب وہ یہ کہ باور کر لے کہ یہ مصلح ذاتی اغراض سے بالکل خالی ہے اور اگرچہ اصلاح و تبلیغ کا کام ہر حال میں ضروری ہے لیکن تبلیغ واصلاح اور تعلیمات و نصائح مؤثر اس وقت ہوتے ہیں، جب خود معلم و مصلح سچائی و خلوص کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہو اور جب تک اسکی سچائی کا ثبوت لوگوں کو مل نہیں جاتا تب تک تعلیمات کا اثر زیادہ نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیہ نے ہر اعتبار سے اپنی زندگی سے یہ ثابت کیا کہ وہ اپنی تعلیمات میں کامل مخلص ہیں، اور خود اس پر عمل کرنے والے ہیں۔

ہم کہہ چکے ہیں کہ اس مضمون میں صوفیہ کی تعلیمات سے بحث کرنا مقصود نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا صوفیہ نے غیر اسلامی تعلیمات پر عمل کیا؟ کیا صوفیہ نے جھوٹ پروپگنڈا کیا؟ یا صوفیہ نے خلوص کے ساتھ اسلام کو سمجھنے کی کوشش تو کی لیکن وہ قرآن وسنت اور ائمہ فقہا کے کلام کو سمجھ نہ سکے اور اس لئے غلطی میں پڑ گئے۔ ان سوالوں کا جواب ہم صرف تاریخی پس منظر میں ڈھونڈھنا چاہتے ہیں اور شواہد بے شمار ہیں جن کو پیش کرنے کے لئے کتاب درکار ہوگی، اس لئے ہم چند مثالوں پر اکتفا کریں گے۔

پہلا سوال یہ ہے کہ کیا صوفیہ نے غیر اسلامی تعلیمات پر عمل کیا؟ اس کا جواب کئی طرح سے دیا جا سکتا ہے، اول تو غیر اسلامی تعلیمات پر عمل کر کے روحانی طاقت حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔ غیر اسلامی طریقہ سے ریاضت و مجاہدہ کر کے جو قوت حاصل ہوتی ہے اسے استدراج کہتے ہیں اور استدراج کے حصول کے لئے شیطانی قوتیں مسخر کی جاتی ہیں، اور یہ ماننا پڑے گا کہ رحمانی قوت کے آگے شیطانی قوت نہیں ٹھہر سکتی۔ صوفیہ کا مقابلہ ہندوستان

میں اکثر انہیں استدراجی قوتوں سے ہوا، جس کے نتیجہ میں جن لوگوں کے اندر حق کو قبول کرنے کا داعیہ تھا انہوں نے اسلام قبول کیا۔ طوالت کے خیال سے ہم یہاں پھر مثالوں سے گریز کرتے ہیں۔

یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے بلکہ عام طور سے آج کل یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس روحانی قوت کے حصول میں صوفی کے دنیاوی امور، تمدنی ترقی، سماجی بہبودی کے کاموں سے علیحدہ ہونا پڑتا ہے۔ اگر سبھی لوگ اس پہ عمل کرنا شروع کر دیں، تو انسانی تہذیب کا کارواں اتنا پیچھے رہ جائے کہ وہ مادی ترقی میں دوسری قوموں سے بالکل پیچھے رہ جائے گا اور اسلام مادی زندگی اور مادی ترقی سے کنارہ کشی کی تعلیم نہیں دیتا۔ لہٰذا یہ روحانی ترقی اسلام کے مقصد ہی کے خلاف ہے۔

لیکن یہ اعتراض بہت سی غلط فہمیوں پہ مبنی ہے اور اگر یہاں گنجائش ہوتی تو ہم دکھاتے کہ یہ اعتراض خود اسلام کی جڑ اور بنیاد پہ ضرب کاری ہے، اس لئے ہم اپنے جواب کو ممکنہ حد تک محدود رکھیں گے۔

اول تو صوفیہ نے عوام کو یہ تعلیم ہی نہیں دی کہ وہ سب کے سب چلّہ کشی پہ آمادہ ہو جائیں، اور راہِ سلوک کی تکمیل کریں۔ دوسرے یہ سب کے لئے ممکن بھی نہیں ہے۔ اس کا ملکہ مخصوص افراد میں ہوتا ہے۔ اگر وہ مخصوص افراد اپنے اس ملکہ کو استعمال کریں، تو راہِ سلوک میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ لاکھوں میں کوئی ایسا ہوتا ہے جو اس کی سخت کسوٹی پہ پورا اترتا ہے اس لئے اگر کروڑوں آدمیوں میں چند آدمی دنیاوی کاموں میں حصہ نہ لیں تو اس سے تمدنی ترقی میں رکاوٹ نہیں ہوتی۔ تیسرے یہ کہ صوفیہ نے اپنی زندگی غیر ضروری اور غیر اہم کاموں میں نہیں صرف کیا۔ لوگوں کو دینی و اخلاقی تعلیمات اور ان کے اخلاق کو سدھارنے کا ذمہ اپنے سر لیا جس کے بغیر ساری مادی ترقیاں بیکار ہیں۔ آج ان کی تعلیمات کی کمی ہے۔ خود مسلمان میں اخلاقی بلندی اور پختگی کا فقدان نظر آتا ہے، اس لئے صوفیہ کے کام کی وہ اہمیت ہے جو جسم میں روح کی اہمیت ہے، اور اس پہ مزید طرہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے کام کا کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ انہوں نے دنیا سے صرف اتنا لیا جو جسمانی زندگی کے لئے ضروری ہے اور دنیا والوں کو وہ دیا جو روح کے لئے ضروری ہے۔

اب غور کیجئے ایک مدرسہ اور تعلیم گاہ کا معلم درس دیتا ہے تو اس کا معاوضہ لیتا ہے۔ تاجر اپنا نفع کھاتا ہے، سپاہی اپنی تنخواہ لیتا ہے، جو لوگ بھی اس تمدنی زندگی میں ہاتھ بٹاتے ہیں، وہ در اصل اپنی ذاتی غرض کے لئے، اگرچہ دنیا کا معمول یہی ہے، اور اس

کاروبار سے دنیا والوں کو فائدہ پہنچتا ہے لیکن صوفیہ نے سب سے زیادہ اہم کام کیا اور اس کا کوئی معاوضہ کسی سے نہیں لیا۔ درصل ان کے سامنے اسوۂ رسول تھا۔ ہمارے رسول جو معلّم انسانیت تھے وہ اپنی خدمات کے لئے کسی معاوضہ کے طالب نہ تھے، انہیں صرف انسانوں کی ہدایت مطلوب تھی۔ ان صوفیہ میں ہر طرح کے لوگ تھے۔ بادشاہ بھی تھے، تاجر بھی تھے، کاشتکار بھی تھے، مدرس بھی تھے، سپاہی بھی تھے اور اگرچہ پیشہ ایک معاش کے لئے تھا، یا قیام عدالت کے لئے تھا، لیکن وہ روحانی تعلیمات مفت دیتے تھے۔ یہ ہر شخص کے ذاتی احوال و کوائف پر منحصر تھا۔ یہ معلوم ہو جانے کے بعد یہ الزام کہ صوفیہ نے تمدنی زندگی کی ترقی میں رکاوٹ ڈالی محض ایک پُر فریب اعتراض ہے، نیز یہ کہ انہوں نے زندگی کا اہم ترین کام انجام دیا۔ اب اس سوال پر مزید بحث کی ضرورت نہیں رہ جاتی، تاہم یہ شک دلوں میں رہ سکتا ہے یا پیدا کیا جا سکتا ہے کہ دینی اور اخلاقی تعلیم دینے کے لئے ریاضت و مجاہدہ اور راہ سلوک اختیار کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات کھلی ہوئی ہیں اور بغیر سلوک کی تعلیم کے یہ فریضہ ادا کیا جا سکتا ہے۔

اس کا جواب ہم نہایت مستحکم طریقہ سے مفصلاً اور مدلل دے سکتے ہیں، لیکن بحث کو مختصر کرنے کے لئے صرف ایک مثال کے ذریعہ ہم اس کی ضرورت کو دکھائیں گے۔

ابھی استدراج کی بات آچکی ہے۔ استدراجی قوت رکھنے والا یہ نہیں سمجھتا کہ شیطانی قوت حاصل ہوئی ہے۔ وہ یہی سمجھتا ہے کہ اس کے پاس روحانی قوت ہے جو ریاضت و مجاہدہ سے حاصل ہوئی ہے، اور اس لئے اس کو یقین ہوتا ہے کہ وہ حق پر ہے، اور اس کی مذہبی تعلیمات ہی حق ہیں۔ اس غلط فہمی کے علاج کے بغیر اسے روحانی اور شیطانی قوت کا فرق بتانا نہایت دشوار ہے۔ اور جب تک یہ فرق نہ بتایا جائے اس پر حق ظاہر ہونے کی توقع بے سود۔

اب ذرا یہ دیکھیئے کہ یہ استدراجی قوت کیا چیز ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے آپ جادو کی حقیقت پر غور کیجیئے جادو کیا ہے؟ کچھ لفظوں کی قوت کا نام جادو ہے۔ جب ان لفظوں کی مشق خاص شرائط کے ساتھ کرتے ہیں تو بالآخر یہ قوت پیدا ہو جاتی ہے، یعنی جادو کے عامل کے اندر شیطانی قوت پیدا ہو جاتی ہے اور شیطان اس کا مسخر ہو جاتا ہے۔ اس مشق کے لئے اس کو بالعموم ناپاک اور حرام چیزوں کو استعمال کرنا پڑتا ہے۔ جب جادو کے لفظوں میں

یہ قوت ہے کہ اس کے ذریعہ انسان سے غیر عادی کاموں اور چیزوں کا ظہور ہو سکتا ہے تو رحمانی لفظوں میں بدرجۂ اولیٰ یہ قوت ہونی چاہیئے کہ اس کے عامل کے لئے وہ قوتیں مسخر ہو جائیں، جو رحمانی ہوں اور ظاہر ہے جہاں رحمانی قوت اور حق کا غلبہ ہوگا وہاں باطل نہیں ٹھہر سکتا۔ اس قوت کے حصول کے لئے رحمانی الفاظ کو خاص شرائط کے ساتھ استعمال کرنا پڑتا ہے۔ پاکیزگی وطہارت، اکل حلال، عبادت خدا، صوم وصلوٰۃ۔ ہر حرام چیزوں سے بچنا اس کی اوّلین شرائط ہیں، اگرچہ ان کا حصول دین کا مقصود نہیں ہے، لیکن دین کو اس قوت سے عاجز نہ ہونا چاہیئے کیونکہ باطل جس انداز سے اٹھائے اس کو اسی انداز سے قائل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سے ظاہر ہے ایک وقت میں اس کی خاص ضرورت تھی کہ حق کو اس طرح بھی ظاہر کیا جائے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ قرآن وحی الٰہی ہے اور اسلامی تعلیمات رحمانی تعلیمات ہیں کیونکہ اس رحمانی قوت کا عامل دراصل خود رحمان ہے اور اگر یہ تعلیمات رحمانی نہ ہوتیں تو رحمانی قوت کا حصول بھی ناممکن تھا۔

ہمارا جواب صرف اس موقع کے لحاظ سے ہے، ہم نے اسلام کی تعلیمات سے یہاں اصولی طور پر بحث نہیں کی ہے ورنہ روحانیت کی ضرورت اور زیادہ کھل کر سامنے آتی۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا صوفیہ نے جھوٹ پروپیگنڈا کیا؟ اس کا جواب دینے سے پہلے ہم یہ کہیں گے، یہ وہ نفوسِ قدسیہ ہیں کہ اگر ان پر جھوٹ کا گمان بھی کیا جائے تو پھر کوئی بھی اس قابل نہیں رہ جائے گا جس کو سچا سمجھا جا سکے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح کے بچپن کا واقعہ مشہور ہے کہ ڈاکوؤں نے راہ میں گھیر لیا اور پوچھا تمہارے پاس کچھ ہے۔ آپ نے سچ بتا دیا کہ ۸۰ دینار ہیں، ڈاکوؤں کو یقین بھی نہیں آیا کہ ایک لڑکے کے پاس اتنا مال ہوگا، لیکن آپ کی ماں نے جو تعلیم دی تھی کہ جھوٹ کبھی نہ بولنا تو ایسے کٹھن وقت پر اس کم عمری میں اس پر عمل کر کے دکھا دیا۔

خواجۂ اجمیری نے گھر بار چھوڑ دیا۔ اجمیر صرف چالیس آدمیوں کے ساتھ اس وقت آئے جبکہ شہاب الدین غوری شکست کھا کے جا چکا تھا، اور پرتھوی راج اس سبب سے آگ بگولا تھا کہ غوریوں نے اس کی سلطنت پر حملہ کیا تھا۔ اس حال میں اس کی سلطنت میں یہ مٹھیوں کے ساتھ قدم رکھنا بظاہر ہوشمندوں کا کام نہ تھا کیونکہ جان بوجھ

کر اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا تھا۔ لیکن یہ خیال صرف اُن لوگوں کو ہوگا جو صرف مادّی قوت ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ پرتھوی راج نے خواجہؒ کو قتل کرنے کی بڑی کوشش کی لیکن ناکام رہا اور آخر کار اُسے تخت و تاج سے محروم ہو کر دنیا سے رخصت ہونا پڑا۔

حضرت سید اشرف جہانگیرؒ نے سلطنت کو ترک کر دیا۔ ابراہیم شاہ شرقی نے جاگیر پیش کرنا چاہی تو اُسے قبول نہ کیا اور جواب یہ دیا کہ خدا نے مجھے اپنی ساری دنیا میرے تصرف میں دے دی ہے اور وہ چیز جو میرے ہی تصرف میں ہے اُسی میں سے تھوڑا سا حصہ مجھے دینا چاہتے ہو، اور سید علی ہمدانی نے کشمیر کا تین بار سفر کیا اور تنہا انہیں کی کوششوں اور تعلیمات سے وہاں اسلام پھیلا۔ اُس زمانے میں وہاں کوئی بیرونی فوج بھی نہیں جا سکتی تھی اور وہاں اس طرح اسلام پھیلا کہ وہاں مسلمانوں کی اکثریت ہو گئی۔ علاؤ الدین خلجی جیسے ظالم بادشاہ نے حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو اپنے دربار میں بلانا چاہا، جب آپ نے انکار کیا تو کہلا بھیجا کہ وہ خود آپ کے گھر پر آئے گا۔ آپ نے کہا فقیر کے گھر میں دو دروازے ہیں ایک طرف سے بادشاہ آئے گا، دوسری طرف سے فقیر نکل جائے گا، بادشاہ عادل ہو تو اُس سے ملنا عین سعادت ہے۔ حضرت نظام الدینؒ اولیاء اپنے طرزِ عمل سے بتا رہے تھے کہ بادشاہ ظالم ہے اور جب تک وہ عدل اختیار نہ کریگا اس کا منہ نہ دیکھینگے، لیکن یہ طرزِ عمل اختیار کرنے کا مطلب یہ تھا کہ اب سر جلاد کے حوالے ہو گیا۔

یہ مثالیں صرف مشتے نمونہ از خروارے ہیں، کیا یہ کام جھوٹ پروپگنڈا کرنے والوں کے ہو سکتے ہیں۔ ہم سے آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بہت سے غیر مسلمین نے بھی اپنے مقصد کے حصول کے لئے جان کی بازی لگادی ہے۔ اس لئے اس میں صوفیاء کی کیا تخصیص ہے؟ بیشک یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ وہ غیر مسلمین جنہوں نے اپنے مقصد کے حصول کے لئے جان کی بازی لگادی، وہ اپنے مقصد میں مخلص تھے۔ بس ہم بھی یہی کہنا چاہتے ہیں کہ صوفیہ بھی اپنے مقصد میں مخلص تھے اور ان کا مقصد کیا تھا اسکی تو بحث پہلے ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ جھوٹ صدیوں تک نہیں چھپا رہ سکتا۔

اب تیسرا سوال یہ رہ جاتا ہے کہ کیا صوفیہ نے اسلام کو سمجھنے میں غلطی کی؟ صوفیہ کرام بالعموم وہ تھے جو نابغہ تھے۔ عقل ذہانت اور حافظے میں ان کی قوتیں غیر معمولی تھیں۔ اس کا اندازہ ان کی کتابوں اور ان کے ملفوظات سے ہوتا ہے۔ ان میں خصوصیت کے ساتھ ہم چند نام یہاں لے سکتے

ہیں۔ امام غزالیؒ۔ محی الدین ابن عربی۔ شیخ شہاب الدین سہروردی۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مولانا رومؒ۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیری حضرت نظام الدین اولیاءؒ۔ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری۔ سید اشرف جہانگیر سمنانی اور حضرت مجدد الف ثانی۔ سید محی الدین عبداللطیف ذوقی قادریؒ۔ یہ صرف مثال کے طور پر ہم نے چند نام لئے ہیں۔ جو صاحب تصنیف نہیں بھی ہیں وہ بھی غیر معمولی ذہانت رکھتے تھے۔

ہم نے اوپر جن لوگوں کے نام لئے ہیں ان میں سے ہر ایک اجتہادی صلاحیت کا حامل تھا، لیکن انہوں نے خود اجتہاد سے کام نہیں لیا۔ اسے یا تو مشیت الٰہی کہیے یا یہ کہنا پڑیگا کہ صوفیہ نے کمال دانشمندی اور احتیاط سے کام لیا۔ انہوں نے خود اجتہاد نہ کر کے ائمہ مجتہدین کی پیروی اختیار کی۔ وہ مشہور چاروں فقہ میں سے کسی ایک فقہ کے پیرو تھے۔ اس لئے ان پر اجتہادی غلطی کا بھی الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ اب ذرا بعد کے ان لوگوں کو قیاس کیجئے جو بزعم خود اپنے کو تقلید سے بالا تر سمجھتے ہیں۔

ان سوالوں کے مختصر جوابات کے بعد ہم یہاں ضمناً یہ بھی بیان کرتے چلیں کہ صوفیہ نے دنیاوی فلاح سے یکسر کنارہ کشی نہیں کی۔ یہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ بہت سے صوفیہ نے شک کے لئے خود کوئی پیشہ بھی اختیار کیا۔ جن لوگوں نے صرف فتوح پر گزارہ کیا اس کا سبب یہ تھا کہ شرعی طور پر جائز تھا۔ اور بعض حالات میں فتوح نہ قبول کرنا خدا کی ناراضگی کا سبب بھی بن سکتا تھا۔ دوسرے یہ کہ خدا پر انہیں اس درجہ توکل تھا کہ ہر روز کی آمد اسی روز دوسروں پر صرف کر دیتے تھے اور کل کے لئے کچھ بچا کر نہ رکھتے تھے۔ انہوں نے صحیح معنوں میں اختیاری طور پر فقر کی زندگی بسر کی۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے دوسرا فلاحی کام یوں انجام دیا کہ عوام کی اصلاح کے ساتھ خواص، علماء، امراء، حکام اور بادشاہوں کی اصلاح کا بھی کام کیا۔

حضرت سید اشرف جہانگیر نے ابراہیم شاہ شرقی ہوشنگ خاں، غوری شاہ، مالوہ اور مشرقی یوپی کے امراء و حکام کو خاص طور سے مؤکداً بادشاہ و امراء کے فرائض سے آگاہ کیا، اس لئے کہ اگر بادشاہ امراء اور علماء کی اصلاح ہو جائے تو معاشرہ میں عدل کا قیام اور اصلاح اور امن زیادہ آسانی سے ہو سکتا ہے، اور یہ کام کوئی معمولی کام نہ تھا۔

سید علی ہمدانی نے کشمیر کے بادشاہوں کی اصلاح کی اور ان کی وہ کتاب جو بادشاہ کے لئے

لکھی تھی آج بھی ذخیرۃ الملوک کے نام سے موجود ہے۔ سید محمد گیسو دراز نے دکن کے حکمرانوں کی اصلاح [illegible] کی کوشش کی۔

قطب الدین ایبک سے بلبن تک غلام خاندان نے جس عدل و انصاف سے حکومت کی یہ صوفیہ کے اثرات کا نتیجہ تھا۔ شہاب الدین غوری نے ہندستان کی حکومت بجائے اپنے خاندان میں منتقل کرنے کے اپنے ایک لائق غلام کے حوالہ کردی۔ جو حضرت قطب الدین بختیار کاکی سے قریب تھا۔ قطب الدین ایبک نے بجائے اپنے خاندان میں حکومت منتقل کرنے کے اپنے قابل غلام شمس الدین التمش کے حوالہ کردی۔ اگر غلام خاندان کے بادشاہوں کے کردار کا کچھ عکس دیکھنا چاہتے ہوں تو ملاحظہ کیجیے پروفیسر خلیق احمد نظامی کی انگریزی کتاب 'تیرھویں صدی عیسوی میں ہندوستان میں مذہب و سیاست کے چند پہلوؤں کا مطالعہ'۔ یہ تمام بادشاہ صوفیہ کی تعلیمات سے متاثر تھے۔ ہندوستان کی بیشتر ریاستوں میں صوفیہ نے اصلاح و تبلیغ کا کام جاری رکھا تھا اور انہوں نے بادشاہوں کی اصلاح کی کوشش کی۔

حضرت قطب ویلور نے اپنے زمانہ میں بہت سے راجاؤں وغیرہ کو تبلیغی خطوط لکھے، ان میں جو لوگ صاحب تصنیف تھے ان کی کتابیں مکتوبات، اور ملفوظات آج بھی اُن کی تبلیغی و اصلاحی مساعی پر گواہ ہیں۔

اب ہم قارئین کی توجہ ایک اور مسئلہ کی طرف منعطف کرنا چاہتے ہیں۔ ہر مسلمان کو معلوم ہے، کہ اس کے لئے نمونۂ عمل رسولؐ کی زندگی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے رسول کی پیروی کی بار بار تاکید کی ہے۔ اسی تاکید کے سلسلہ میں یہ بھی کہا ہے کہ اے رسول تم مسلمانوں سے کہدو کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری اتباع کرو۔ جو لوگ تمہاری اتباع کریں گے اللہ انہیں اپنا دوست بنالے گا۔ اس آیت کے تین اجزا ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ سے محبت کرو، اللہ سے محبت کی دلیل اتباع رسولؐ ہے۔ پھر اتباع کا ثمرہ بھی بیان کیا ہے جو اس آیت کا تیسرا جزء ہے یعنی اتباع رسولؐ کے نتیجہ میں خدا اپنے بندے کو اپنا دوست بنالے گا۔

یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو جنت میں داخل کرے گا اور بہت سے مقامات پر جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ لیکن یہاں بجائے جنت کی بشارت دینے کے اپنی دوستی کی بشارت

دے رہا ہے۔ یہ اس سے بھی بڑی بشارت ہے کیونکہ اس بشارت میں جنت کی بشارت از خود شامل ہے۔

جہاں تک اتباع رسول کا تعلق ہے اس کی علامت کا بیان قرآن وحدیث میں موجود ہے، جن کے اندر یہ علامات ظاہری طور پر پائی جائیں گی اس پر اتباع رسول کا حکم لگایا جائے گا اور اس کے باوجود یہ ضروری نہیں کہ اس کے دل میں اللہ کی محبت غالب ہے۔ یہ معاملہ اللہ اور اسکے بندے کے درمیان ہے۔ نیتوں کا حال اور قلب کی کیفیت خدا ہی کو معلوم ہے۔ اسکی مثال کے لئے ابلیس کی مثال کافی ہے۔ ابلیس جب تک عبادت کرتا رہا اس وقت تک کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کے دل میں کھوٹ ہے۔ وقت آنے پر جب کھوٹ ظاہر ہو گیا تو اس کی عبادت کچھ کام نہ آئی۔ اسی لئے جب بندہ کے قول یا فعل سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو، جو اصول دین کے خلاف ہو، اور وہ اتباع رسول پر عامل ہو تو اس پر اتباع رسول ہی کا حکم لگایا جائے گا۔ اگرچہ واقعی یہ اتباع ہے یا نہیں اس کا علم صرف خدا کو ہے۔ اس لئے کہ اتباع میں محبت بھی شامل ہے اور اس کے معنی ہیں اطاعت بالمحبت۔ رسول کی محبت فرض ہے اس لئے صرف لفظ اتباع استعمال کرنے کا مطلب یہی ہوا کہ رسول کی اطاعت محبت کے ساتھ کرو اور محبت کا تعلق قلب سے ہے۔

اگرچہ اعمال اس کے مظاہر ہیں اور شرعی حکم مظاہر پر لگایا جاتا ہے، اس لئے اللہ سے محبت کرنے والے میں یہ مظاہر نظر آئیں تو اس کو علاماتِ محبت پر محمول کیا جائے گا یہاں تک مسئلہ آسانی سے حل ہو گیا، لیکن جب اللہ نے بندہ کو اپنا دوست بنا لیا تو اس کی کیا علامات ہیں؟

اس وقت اتفاق سے ہمارے ہاتھوں میں ایک کتاب بنام اسلامی تصوف موجود ہے جس کے مصنف سید محمد عروج قادری ہیں۔ اس کتاب میں لکھتے ہیں:۔

"اس کتاب میں فلسفۂ یونان اور ویدانیت سے متاثر تصوف کے بجائے وہ تصوف پیش کیا گیا ہے جو قرآن کریم اور احادیث نبوی میں موجود ہے۔ اس میں صوفیہ کرام کے وہی اقوال واحوال نقل کئے گئے ہیں جو کتاب وسنت سے متصادم

نہیں ہیں۔

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ مصنف کے نزدیک ان ہی صوفیہ کرام کے یہاں ایسے اقوال واحوال بھی ہیں جو قرآن وسنت کے خلاف ہیں اور وہ دین اسلام کو چھوڑ کر فلسفۂ یونان اور ویدانت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔

لیکن مصنف کی کتاب سے کہیں یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ فلسفۂ یونان اور ویدانت کی کون سی تعلیمات ہیں جن کو صوفیہ نے اپنا مأخذ قرار دیا ہے، درمیان میں جملۂ معترضہ کے طور پر یہ بات آگئی تھی مقصد یہ ہے کہ ہم پہلے اسی کتاب سے وہ علامات پیش کریں گے جو صوفیہ کے مخالفین کے نزدیک بھی اللہ کے دوست ہونے کی علامات ہیں۔ انہوں نے اس سلسلہ میں ایک حدیث کا ترجمہ پیش کیا ہے جو یہاں نقل کیا جاتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو پکار کر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تو بھی اس سے محبت رکھ، پھر جبرئیل اس سے محبت کرتے ہیں اور آسمان والوں میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، تم لوگ بھی اس سے محبت رکھو تو اہل آسمان اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر اس شخص کے لئے زمین میں حسن قبول پیدا کر دیا جاتا ہے۔"

اسلامی تصوف ص ۲۸۹

آپ حدیث بالا کی روشنی میں حقیقت پہ نظر ڈالئے تو اس سے انکار کی گنجائش نہ ہوگی کہ امتِ مسلمہ میں سوادِ اعظم جن لوگوں سے بے لوث، پُرخلوص اور دلی محبت رکھتا ہے، وہ یہی گروہ صوفیہ ہے، اس کے لئے کسی دلیل کی حاجت نہیں یہ خود اظہر من الشمس ہے۔ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب۔

رسولِ اکرم اور صحابۂ کرام کے بعد دنیائے اسلام میں صوفیہ کے علاوہ کوئی بھی شخصیت ایسی نہیں ہے، جس کے لئے سوادِ اعظم میں ایسی محبت اور عقیدت اور حسن قبول ہو جیسی کہ صوفیہ کے بارے میں ہے۔ ان کی مقبولیت سے یہ اظہر من الشمس ہے کہ اللہ انہیں دوست رکھتا ہے۔

مصنف نے ایک اور حدیث اگرچہ باب مجاہدہ میں نقل کی ہے لیکن اس حدیث میں اللہ کے پاس محبوب ہونے کی علامات بیان کی گئی ہیں۔

ہمارے سامنے اس وقت حدیث کی کوئی کتاب نہیں ہے، ہم مصنف کے ترجمہ اور ان کے تبصرہ کو من وعن پیش کرتے ہیں:—

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جس کسی نے میرے کسی ولی سے عداوت کی تو میں اسے آگاہ کرتا ہوں کہ اس کے خلاف میری طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔ بندہ جن چیزوں سے میرا تقرب حاصل کرتا ہے ان میں مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ فرائض ہیں جو میں نے اس پر عائد کئے ہیں، اور بندہ مسلسل نوافل کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ میرا محبوب بن جاتا ہے تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اسکی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے دیتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔"

اس کے بعد مصنف یوں تبصرہ فرماتے ہیں:- "یہ حدیث تصوف کا ایک بنیادی ماخذ ہے اور ائمہ صوفیہ نے اپنی کتابوں کے مختلف ابواب میں اس سے استدلال کیا ہے۔ اس حدیث قدسی میں تمثیل کا پیرایہ اختیار کیا گیا ہے۔ کان، ہاتھ، پاؤں بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ فرائض کی ادائیگی اور نوافل کی کثرت سے اللہ کی محبت اتنی غالب آجاتی ہے کہ بندے کی مرضیات، اللہ کی مرضیات میں گم ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ اپنی آنکھوں سے وہی کچھ دیکھتا ہے اور کانوں سے وہی کچھ سنتا ہے جو اللہ کو پسند ہو، ہاتھوں سے وہی کچھ پکڑتا ہے جس کا پکڑنا جائز ہو، اور اس کے قدم اس طرف اٹھتے ہیں جہاں جانے کی اللہ نے اجازت دی ہو۔ گویا اس کے تمام حرکات وسکنات اپنے محبوب حقیقی کے اشارہ چشم وابرو کے ماتحت ہو جاتے ہیں ـــ سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔ یہ تصوف کا سب سے اونچا مقام ہے۔" (ص ۲۶۷، ۶۸)

مصنف نے اس حدیث کی جس طرح وضاحت کی ہے اور پھر اسے تصوف کا سب سے اونچا مقام قرار دیا ہے، یہ در اصل تصوف کا ابتدائی مقام ہے۔ لیکن حدیث کا جو صحیح مفہوم ہے اس کے مطابق ضرور یہ تصوف کا سب سے اونچا مقام بیان کیا گیا ہے۔ نوافل کی کثرت سے پہلے اپنے ہوش و حواس، ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان کو ان تمام امور سے بچانا ضروری ہے جو اللہ کو ناپسندیدہ ہیں۔ اور ہر حرام فعل سے اعضا کو باز رکھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ اس

میں کسی صوفی یا غیر صوفی کی تخصیص نہیں، عبادات کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بندہ صرف نمازیں پڑھتا رہے اور اپنے اعضاء سے ہر معیوب کام کرتا ہے۔ نوافل پڑھے یا نہ پڑھے، صرف فرائض ادا کرے جب بھی اپنے اعضا کو ہر مذموم فعل بلکہ ارادے سے باز رکھنا ضروری ہے، جو عبادت کا ایک مقصود بھی ہے۔ مصنف نے نوافل کا ثمرہ نہیں بیان کیا بلکہ عمل ہی کو عمل کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اس طرح کے تمثیلات کے مفہوم کی طرف کلام الٰہی ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ خدا نے جب کہا کہ :-

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ

تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تم نے جب تیر پھینکا تو تمہارا پھینکنا خدا کا پھینکنا تھا اور جس میں خدا کی مشیت و قوت شامل ہو تو اس کے اثر کو کون روک سکتا ہے۔

ظاہر ہے کہ تیر پھینکنے والا ہاتھ رسول کا ہاتھ تھا لیکن خدا نے تمثیل کے طور پر اُسے اپنا ہاتھ قرار دیا۔ اس طرح بیان بھی فرائض و نوافل کا ثمرہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کا دوست زبان سے جو کہہ دیتا ہے وہ گویا اللہ کی مرضی ہوتی ہے اور وہ صادر ہو کے رہتی ہے۔ اسکی آنکھ وہ دیکھ لیتی ہے جو عام لوگ نہیں دیکھ سکتے، اس کو ایک حدیث میں یوں بھی بیان کیا گیا ہے:

اتقوا فراسة المؤمن فانہ ینظر من نور اللہ۔ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ ان معانی کے ثبوت میں اگر واقعات پیش کئے جائیں تو دفتر تیار ہو جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ساریہ بن زنیم کو جمعہ کے خطبہ میں خبر دینا جبکہ وہ ایران میں تھے، اور حضرت عمرؓ مدینہ میں حضرت عثمانؓ کا ایک شخص کو اس بات پہ متنبہ کرنا کہ کسی غیر عورت پہ قصداً نظر ڈالی تھی اور اس طرح کے بیشمار واقعات ہیں۔

اس حدیث میں ایک امر کو مصنف نظر انداز کر گئے ہیں یعنی جس نے اللہ کے ولی سے عداوت کی اُسے آگاہ کرتا ہوں کہ اس کے خلاف میری طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔

اس لئے مولانا رومؒ لکھتے ہیں :-

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکان زند

جب خدا کسی کے عیب کا پردہ چاک کرنا چاہتا ہے تو اُسے پاک لوگوں پہ طعنہ زنی پہ آمادہ کرتا ہے۔

پھر لکھتے ہیں :-

ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد
تا دلِ صاحبدلی نامد بدرد

خدا نے اس وقت تک کسی قوم کو رسوا نہیں کیا جب تک کہ اس نے اللہ کے کسی ولی کو نہیں ستایا۔

اللہ کے اولیاء سے عداوت اور ان کو ستانے کے نتائج تاریخ کس طرح پیش کرتی ہے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:-

واقعۂ کربلا کے بعد دشمنان اہلبیت کا جو انجام ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔ ایک صحابی کا چشم دید بیان ہے کہ دشمنوں کے سر کے ڈھیر لگے تھے، ایک سانپ آیا اور ابن زیاد کے سر میں ناک کے ایک نتھنے سے داخل ہوتا اور دوسرے نتھنے سے باز آتا' اور بار بار یہی کرتا رہا۔ ان دشمنوں کا انجام جہنم میں جو ہوگا وہ تو ہوگا ہی' دنیا میں بھی خدا نے نشانی دکھا دی کہ یہ مغضوب ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ کے ولی سے عداوت کی۔

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی لکھتے ہیں کہ خوارزم کے بادشاہ علاؤالدین نے شیخ سعدالدین حموی کو قتل کرادیا۔ سبب یہ تھا کہ ان کے پیر شیخ نجم الدین کبریٰ نے انہیں لوگوں کی ہدایت کے لئے خوارزم بھیجا تھا۔ ان کے وعظ کی مقبولیت کو دیکھ کر کچھ لوگوں میں حسد پیدا ہوا اور ان کے خلاف سازش کی۔ بادشاہ نے بغیر تفتیش کے غصہ میں آکر انہیں قتل کرا دیا۔ بعد میں اسے حقیقت حال کی خبر ہوئی۔ ایک طشت میں زر اور دوسرے طشت میں خنجر لیکر شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں پہنچا کہ اگر دیت چاہئے تو یہ زر ہے اور قصاص چاہئے تو میرا سر ہے اور یہ خنجر ہے۔ شیخ کبریٰ نے کہا کہ تیرا سر اور سعدالدین کا سر برابر ہے۔

سعدالدین کے سر کے بدلے میں ایران کا سر' توران کا سر' خراسان کا سر' بغداد کا سر وغیرہ خون سے بہہ جائیں گے۔ اسکے بعد چنگیز کا حملہ ہوا' اور جو کچھ ہوا مورخین کا ہاتھ اسے لکھتے ہوئے کانپ جاتا ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاء اور فیروز تغلق میں کشیدگی ہوئی۔ بادشاہ نے کہا کہ بنگال کی فتح کی واپسی کے بعد تمہاری خبر لوں گا۔ آپ نے فرمایا' "دلی ہنوز دور است"۔ فتح سے واپس ہوا۔ راستے میں ایک تعمیر کردہ مکان میں اس کا استقبال کیا گیا۔ دعوت میں لوگ بیٹھے تھے کہ مکان کی چھت گر پڑی۔ اور سب کے سب ختم ہو گئے۔

بنگال کے سلطان نے شیخ علاؤالدین پنڈوی کو اپنی سلطنت سے نکال دیا۔ وہ باہر نکل گئے، لیکن تھوڑے دنوں میں اس کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے وزیر کش نے سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ اس کا متبنّیٰ بیٹا جیل میں تھا جو حضرت

نورالدین قطب عالم کی محبت سے مسلمان ہو گیا اور جلال الدین کے نام سے حکمران ہوا۔

اسپین کے دور زوال میں صوفیہ کی تحقیر شروع ہو گئی۔ اگرچہ عام طور سے لوگ صوفیہ کے خلاف نہیں تھے لیکن کئی بادشاہوں نے انہیں ستانا شروع کر دیا تھا۔ بوالت کے خوف سے ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ محمد ابن جبیر ایک بزرگ تھے اور بادشاہ وقت کی محفل میں بھی ان کا جانا ہوتا تھا۔ ایک بار ان کی موجودگی میں شراب کا دور چلنے لگا۔ اور ان کی طرف بھی پیالہ بڑھایا گیا۔ انہوں نے انکار کیا تو بادشاہ کو غصہ آگیا اور حکم دیا کہ زبردستی ان کی حلق میں شراب ڈالی جائے۔ اور حلق تک بھر دی جائے۔ اس واقعہ کے بعد محمد بن جبیر نے گھر بار بیچ کر وطن ترک کر دیا کہ جہاں شریعت پر پابندی ممکن نہ ہو، وہ جگہ رہنے کے لائق نہیں۔ مشرق میں یہ زمانہ صلاح الدین ایوبی کا تھا۔ محمد بن جبیر نے مشرق میں پناہ لی اور مصر میں وفات پائی۔ انہوں نے اپنے سفرنامہ میں یہ حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ اسپین میں زوال کی علامات شروع ہو چکی تھیں، لیکن اس کے بعد تیزی سے زوال ہونے لگا، اور پھر جو کچھ ہوا وہ تاریخ کا زبردست المیہ ہے۔ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے ایسے بھی دشمن تھے جنہوں نے ایکبار آپکے حجرے میں آپ پر چاقو سے حملہ کیا اور آپ خون سے لہو لہان ہو گئے، لیکن کوئی بد دعا نہ دی۔ وفات کے وقت مرشد کے تبرکات کو بھی قبر میں اپنے ساتھ دفن کرنے کی وصیت کی۔ لوگوں نے کہا سید محمد گیسو دراز کو اپنا سجادہ نشین بنا دیجیئے۔ جواب دیا اس کو غم کھانا ہے۔ جہاں اللہ کے ولی کے دشمن ہوں وہاں عافیت نہیں۔ اس کے بعد ہی دہلی پر تیمور کا حملہ ہوا۔ سید محمد گیسو دراز دہلی سے ہجرت کر گئے۔ اور پھر جو ہنگامہ ہوا وہ تاریخ میں محفوظ ہے۔ اس حدیث میں خود ان لوگوں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے جو آج کل اللہ کے دوستوں سے مخالفت پر آمادہ ہیں اور اس طرح خود انہوں نے خدا کے خلاف اعلان جنگ کر رکھا ہے، تو چاہیئے کہ اب وہ اپنے انجام سے خبردار رہیں کیونکہ خدا سے جنگ کرنے والا کبھی فلاح نہیں پا سکتا۔

یہ چند مثالیں صرف مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ آپ کہیں گے کہ ان تاریخی واقعات کے تاریخی اور مادی اسباب ہیں جنہیں مورخین نے بیان کیا ہے اور ہم نے کہاں کی بات کہاں سے ملا دی ہے۔ لیکن قرآن بھی ہمیں تاریخ کے مطالعہ کا طریقہ بتاتا ہے جو مغربی نقطۂ نظر کے برعکس ہے۔ لیکن صوفیہ کے مخالفین اکثر مادی نظریات پر زیادہ اعتماد

کرتے ہیں اور مغربی طرزِ فکر کی پیروی کررہے ہیں، قرآن میں کہیں یہ لکھی نہیں ہے کہ قوموں کا عروج وزوال اور فتح وشکست صرف مادی اسباب کی بنا پر ہوتا ہے۔ بلکہ زوال کے لئے سب سے پہلے اخلاقی گراوٹ پیدا ہوتی ہے، جو خدا کی نافرمانی کا نتیجہ ہے۔ اس کے بعد مختلف شکلوں میں عذابِ الٰہی نازل ہوتا ہے۔ اس کی ایک شکل دشمن سے مغلوب ہونا ہے، قرآن کے اس بیان کی تائید بعض دوسرے مفکرین نے بھی کی ہے۔ اس میں مشہور فلسفی مورخ ابن خلدون کا نام سرِ فہرست ہے۔ جدید دور میں مشہور فرانسیسی فلسفی پیلیبیان نے اس موضوع پر کتاب لکھی ہے جو انقلاب الامم کے نام سے اردو میں ترجمہ ہو چکی ہے، اس نے بھی اقوام عالم کی اخلاقی حالت کا جائزہ لیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ کسی قوم کے زوال کے مادی اسباب پیدا ہونے سے پہلے ان میں اخلاقی زوال پیدا ہوتا ہے مسلمانوں میں اخلاقی زوال ان کی دین سے بے پروائی کے سبب ہی ہوتا ہے۔ اللہ کے ولی سے عداوت انتہائی بے دینی کی علامت ہے جس کے نتیجہ میں اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے غضب نازل ہونے کے مادی اسباب پیدا ہوتے ہیں۔ دنیا میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ اسباب کے تحت پیدا کرتا ہے۔ ظاہر بین نگاہیں صرف عالمِ اسباب پر ہوتی ہیں، اور اللہ کی مشیت سے غافل ہوتی ہیں لیکن روحانیت اور اخلاقی قوت پر یقین رکھنے والے کی نظر مسبب الاسباب پر ہوتی ہے کیونکہ جو کچھ واقع ہوتا ہے اس کی مشیت سے واقع ہوتا ہے۔ اور درحقیقت اللہ کے دوستوں کے وجود سے دنیا کا وجود قائم ہے۔ یہاں ہم ایک اور علامات کا ذکر کرتے ہیں جس کا بیان قرآن میں ہے کہ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود، ان کے چہروں میں سجدوں کے اثر سے پہچان ہے یعنی وہ اپنے چہروں سے پہچان لئے جاتے ہیں کہ وہ ساجدین وخاشعین ہیں۔ سیما کے معنی فارسی شاعروں نے مجازاً پیشانی لکھ دیا ہے۔ لیکن عربی میں صرف پیشانی کے معنی میں نہیں استعمال ہوتا۔ اگر پیشانی میں سجدوں کا نشان مراد ہوتا تو وجوہ کہنے کی ضرورت نہ تھی، صرف یہ کہنا کافی تھا کہ پیشانی میں سجدوں کے نشان سے پہچان لئے جاتے ہیں۔ اور بالعموم صحابۂ کرام کی پیشانیوں میں سجدے کے ایسے نشان نہ تھے، جو آج کل چند دنوں کے نمازیوں میں بھی نظر آنے لگتے ہیں۔ راقم الحروف نے ایسے بھی لوگ دیکھے ہیں زندگی بھر جن کی نماز قضا نہیں ہوئی، سوائے اتفاقاً کسی سبب سے جس کا حال معلوم

نہیں، اس کے علاوہ بھی وہ تہجد اور بہت سے نوافل کے پابند تھے لیکن پھر بھی ان کی پیشانیوں پر کوئی گھٹا نہیں تھا۔ درصل آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایمان و عبادت کے سبب ان کے چہرے نورانی ہو جاتے ہیں اور یہ کیفیت ان کے چہروں سے نمایاں ہوتی ہے۔ آیت مباہلہ نازل ہونے کے بعد جب حضورؐ، حضرت علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ اور حسینؓ کو لے کر مباہلہ کے لئے نکلے تو اس وقت حسنینؓ تو بہت چھوٹے تھے لیکن ان لوگوں کی صورتوں کو دیکھ کر پادریوں نے کہا کہ ہم وہ چہرے دیکھ رہے ہیں کہ اگر یہ پہاڑ کو حکم دیں تو وہ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائیں، ان سے کوئی مباہلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ کسی کی ہمت نہ ہوئی۔

حضرت عمرؓ جب فتح بیت المقدس کے لئے گئے تو راہب نے ان کو دیکھ کر کہہ دیا کہ یہی وہ شخصیت ہے جس کی فتح کی پیشین گوئی ان کی کتابوں میں ہے۔ حضرت عمرؓ کو دیکھ کر دشمن لرز جاتے تھے۔ حضرت سید اشرف جہانگیر کو پہلی بار جب ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے دیکھا تو دیکھتے ہی کہہ دیا کہ یہ بزرگ عالی حال ہیں۔ راقم الحروف کے والد کی عمر کا آخری وقت تھا اور وہ مریض تھے، چک بندی ہو رہی تھی، اسی معاملہ میں ان کو طلب کیا گیا۔ ان کو دیکھ کر حاکم نے کہہ دیا کہ ان کی گواہی پر فیصلہ کر دیا جائے گا کہ یہ جھوٹ نہیں بول سکتے اور انہیں کی گواہی پر فیصلہ کر دیا۔

صوفیہ کی مخالفت میں جن لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں، انہوں نے وہ اعمال بیان کئے ہیں جو ان کے نزدیک قرآن و سنت سے ثابت ہیں۔ ان میں جن باتوں کی تائید واقعی قرآن و سنت سے ہوتی ہے ہمیں ان سے کوئی اختلاف نہیں ہے اور نہ کسی صوفی کو اختلاف ہے۔ تمام صوفیہ کہتے ہیں کہ شریعت پر عمل ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس کے بغیر نہ اسے طریقت حاصل ہو سکتی ہے نہ حقیقت نہ معرفت۔ شریعت پر کامل اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کا نام تصوف ہے۔ اخلاص کا معاملہ افراد سے متعلق ہے۔ مختلف افراد میں نفس کی مختلف کمزوریاں ہوتی ہیں، اور جب تک نفس کو مکمل طور پر قابو میں نہ کر لیا جائے یعنی اپنی مرضی کو خدا کی مرضی کے کلیتہً تابع نہ کر لیا جائے کامل اخلاص نہیں پیدا ہو سکتا۔

شیخ علاؤ الدولہ سمنانی (م ۷۳۶ھ) اپنی کتاب العروہ لاہل الخلوہ والجلوہ میں لکھتے ہیں کہ ہر آدمی کو خود غور کرنا چاہئے کہ اس کے نفس میں کیا کمزوریاں ہیں، اور اسی کے مطابق اس کو

علاج اور پرہیز سے کام کرنا چاہئیے۔ ہم یہاں جزئیات اور مثالوں میں نہیں جانا چاہتے۔ غرضیکہ صوفیہ نے اخلاص کامل پیدا کرنے کے لئے نفس کی تادیب کے طریقے اختیار کئے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں انہیں شریعت پر عمل کرنے کے ثمرہ کا تجربہ ہوا۔ اس تجربہ کو وہ کتابوں میں بیان کرتے ہیں، جن لوگوں کو اس کا تجربہ نہیں ہے، وہ صوفیہ کا انکار کرنے لگتے ہیں، حالانکہ اللہ کی اطاعت کا اثر باطن پر پڑنا بدیہی اور لازمی ہے۔ ایک اثر تو ظاہری اخلاق میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ چیز تو غیر مسلم ریاضت کرنے والوں میں بھی پائی جاتی ہے لیکن دوسرا اثر یہ ہے کہ مثلاً کلام میں تاثیر، تجلیات ربانی کا مشاہدہ، غیب سے نصرت، خدا پر ایسا ایمان کہ اُسے یقین ہو جائے کہ خدا ہی اس کے لئے کافی ہے (ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ) خدا سے وہ جو طلب کرے اس کا فوراً پورا ہو جانا وغیرہ، یہ وہ اثرات ہیں جو باطن میں ظاہر ہوتے ہیں۔ صوفیہ نے جن باتوں کا بیان کیا ہے عمل کے بعد تجربہ حاصل ہونے کے بعد بیان کیا ہے، اور جتنے مخالفین نے ان کے خلاف لکھا ہے انہوں نے خود اپنے لکھنے کے مطابق بھی عمل نہیں کیا۔ جس نے عملی ہی نہیں کیا اُسے اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔

اگر معترض بھی اپنے عمل میں کامل اخلاص پیدا کر لے اور شریعت پر اخلاص کے ساتھ عمل کرے، تو اُسے بھی اُن تجربات کا مشاہدہ ہوگا جو صوفیہ بیان کرتے ہیں اور پھر وہ مجبور ہوگا کہ صوفیہ کی تائید کرے۔ ہزاروں صوفیہ جن باتوں کی تائید کرتے ہیں تو وہ محض وہم نہیں ہوسکتی اور جنہوں نے شریعت پر کامل اخلاص کے ساتھ عمل نہیں کیا انہیں صوفیہ پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

آخر میں ایک قول اور اس کے لئے ایک مثال پر ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں، حضرت سید اشرف جہانگیر نے امام احمد غزالی کا ایک قول نقل کیا ہے جو فرماتے ہیں کہ مجھے منکرین صوفیہ کے سوء خاتمہ کا خوف ہے۔ (مکتوبات اشرفی)

یہاں شیخ عبدالقادر جیلانی کا ایک واقعہ یاد آ گیا جسے حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی نقل کیا ہے اور متعدد کتابوں میں یہ واقعہ ملتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ایک بزرگ سے ملنے گئے جن کے بارے میں لوگوں کا خیال تھا کہ یہ غوث وقت ہیں، راستے میں ایک ساتھی نے کہا کہ بڑے غوث بنتے ہیں، آج ان سے ایسے سوالات کروں گا کہ جواب نہ بن پڑیگا، ساری غوثیت نکل

آئے گی۔" دوسرے نے کہا، خیر یہ تو نہیں ہے مگر میں بھی پوچھوں گا دیکھیں کیا جواب دیتے ہیں۔ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے کہا کہ یہ کیا کم سعادت ہے کہ ہمیں غوث کا دیدار ہوگا۔ یہ جائے ادب ہے، نہ کہ جائے سوال، یہ باتیں ہوگئیں اور تینوں غوثِ وقت کے پاس پہنچے۔

غوثِ وقت نے پہلے شخص کی طرف مخاطب ہوکر کے کہا، دیکھ تیرا سوال یہ ہے اور جواب یہ ہے اور تو جہنمی ہے۔ دوسرے کو کہا تو گردن تک غرق ہو جائے گا۔ اور شیخ عبدالقادر جیلانی سے کہا کہ تمہاری جگہ یہ ہے اور اپنی مسند کی طرف اشارہ کیا اور مسند پہ بٹھایا، گویا یہ اشارہ تھا اُن کے مقامِ غوثیت تک پہنچنے کا۔ پہلے صاحب کا لقب بعد میں ابوالادیان ہوا کیونکہ یہ غیر مذاہب والوں سے مناظرہ کرنے میں مشہور ہوئے اور یہودیوں سے مناظرہ کے لئے روم بھیجے گئے۔ وہاں کسی یہودی عورت کے عشق میں گرفتار ہوگئے۔ شرط قرار پائی کہ انہیں دین بدلنا پڑیگا، اگرچہ یہودی کسی غیر یہودی کو اپنے دین میں داخل کرتے، لیکن عشق تو عجب بلا ہے اس کا بھوت ذات نسل، مذہب کچھ نہیں دیکھتا۔ پھر ابوالادیان معمولی آدمی نہ تھا، مسلمانوں کا بڑا عالم تھا، مصلحت یہی تھی کہ ایسے کو یہودی بنا لیا جائے۔ چنانچہ وہ یہودی ہو گئے۔ دوسرے صاحب کو قاضی بنا دیا گیا۔ اور وہ رشوت لیکر فیصلہ کرتے تھے۔ اسطرح وہ گردن تک گناہوں میں غرق ہو گئے۔ ان دونوں کا نام بھی حافظ ابن حجر عسقلانی نے دیا ہے۔ لیکن اس وقت میرے ذہن میں محفوظ نہیں ہے۔ یہ قلم برداشتہ مضمون لکھ دیا ہے اور غوثِ اعظم سے آج کون مسلمان واقف نہیں ہے۔

مخزن السلاسل

پندرھویں اور آخری قسط

تصنیف انیف

قدوۃ السالکین عمدۃ الکاملین سراج العارفین

حضرت مولٰنا سید شاہ ابوالحسن ثانی قادری

قدس سرہٗ العزیز

مترجم:-

مولٰنا مولوی محمد حسین صاحب ایم اے

استاذ دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطبؒ ویلور۔

مخزن السلاسل کی آخری قسط: خرقۂ الیاسیہ، خرقۂ ابی الدرداییہ کے دو سلسلوں اور خرقۂ نبویہ کے چار سلسلوں، پر مشتمل ہے۔ صاحب مخزن السلاسل نے ایک سو اکانوے سلاسل میں اپنے نبیرۂ خاص حضرت مولانا سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری ثم ویلوری کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

الحمدللہ آپ کی اولاد امجاد (یعنی بزرگانِ مکان حضرت قطبؒ ویلور) میں ایک سو اکانوے سلاسل کے اندر اجازت و خلافت کا سلسلہ جاری ہے۔

مترجم: محمد حسین عفرلہٗ

واما الخرقة الیاسبیة فواحدة

وهی لبسها الفقیر شاه ابو الحسن
من ابن عم امه السید نور الله وهو من
ابیه السید علی محمد وهو من السید محمد
وهو من ابیه السید جلال ماه عالم وهو
من ابیه السید حسن وهو من ابیه السید
عبد الغفور وهو من ابیه السید احمد وهو
من ابیه السید راجو وهو من ابیه السید
محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم من
عند الله وهو من ابیه السید برهان الدین
ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم
وهو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد الله
الشیرازی وهو من الشیخ ناصر الدین
محمد عیسی السوسی وهو من افضل الدین
الطوسی وهو من الشیخ شمس الدین محمد
الارکنی وهو من الشیخ نور الدین احمد
بن عبد الله وهو من الشیخ جمال الدین
ابی بکر بن یوسف بن ابی نعم المصری
وهو من الشیخ صدر الدین ابی الحسن وهو
من ابیه الشیخ عماد الدین عمر بن ابی الحسن
وهو من [illegible] معین الدین ابی عبد الله

اور خرقۂ الیاسیہ ایک ہے۔

اسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے
بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے
اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے
اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے
اور انہوں نے اپنے والد سید حسن سے اور انہوں نے
اپنے والد سید عبد الغفور سے اور انہوں نے اپنے والد
سید احمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید راجو
سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد ابن عبد اللہ
سے جن کا لقب اللہ کی طرف سے شاہ عالم تھا اور انہوں
نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ سے جو
قطب عالم مشہور تھے اور انہوں نے شیخ ابی الفتوح احمد
بن عبد اللہ شیرازی سے اور انہوں نے شیخ ناصر الدین
محمد عیسی السوسی سے اور انہوں نے افضل الدین الطوسی
سے اور انہوں نے شیخ شمس الدین محمد الارکنی سے
اور انہوں نے شیخ نور الدین احمد بن عبد اللہ سے اور
انہوں نے شیخ جمال الدین ابی بکر بن یوسف
بن ابی نعیم المصری سے اور انہوں نے شیخ صدر الدین
ابی الحسن سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ
عماد الدین عمر بن ابی الحسن سے اور انہوں نے
اپنے دادا معین الدین ابی عبد اللہ محمد بن احمد

محمد بن احمد بن حمویۃ الحموی وھو
من المقرب عند اللہ فی الناس الخضر و
الیاس علیھما السلام وھو من خاتم
النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ و
علیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور
المبین بواسطۃ روح الامین۔

اما الخرق ابی الدرائیۃ فثنتان

احدھما لبسھا الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو من
ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد
وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم
وھو من السید شیر محمد بن احمد وھو
من جدہ السید عرب شاہ وھو من ابیہ
السید محمد زاھد وھو من اخیہ السید
محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من
عند اللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین
ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم
وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن
عبد اللہ الشیرازی وھو من الشیخ بابا
حبیب الدھلوی المصری وھو من الشیخ

بن حمویۃ الحموی سے اور انہوں نے اللہ کے پاس
مقرب لوگوں کے درمیان خضر والیاس علیہما
السلام سے اور انہوں نے خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد
الامین سے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ
وسلم اور انہوں نے ذی النور المبین کے حکم
سے بواسطۂ روح الامین پہنا۔

خرقۂ ابی الدرائیہ دو ہیں:۔

ان میں سے پہلا اسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی
والدہ کے چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا، اور
انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے
سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم
سے اور انہوں نے سید شیر محمد بن احمد سے، اور
انہوں نے اپنے دادا سید عرب شاہ سے اور انہوں
نے اپنے والد سید محمد زاہد سے اور انہوں نے اپنے
بھائی سید محمد بن عبد اللہ سے جن کا لقب اللہ کی
طرف سے شاہ عالم تھا اور انہوں نے اپنے والد سید
برہان الدین ابی محمد عبد اللہ سے قطب عالم مشہور
تھے اور انہوں نے شیخ ابی الفتوح احمد بن
عبد اللہ شیرازی سے اور انہوں نے شیخ
بابا حبیب الدہلوی المصری سے اور انہوں نے شیخ

عبداللہ المصری وھو من الشیخ احمد
الیمنی وھو من الشیخ ابراھیم الخضری
وھو من الشیخ عبدالرحمٰن الزواجی وھو
من الشیخ علی الکولدی المعروف بعلی
بہ وھو من الشیخ عفیف الدین ابراھیم
الکرخی وھو من الحرب بن رامیال وھو من
محمد بن یزید عروس الشیرازی وھو من
فضیل بن عیاض وھو من علاء المسیب
وھو من زاھد الصحابۃ سید اھل
الصفۃ ابی الدرداء وھو من خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد
الامین صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم
وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ روح الامین۔

الثانیۃ

لبسھا الفقیر شاہ
ابوالحسن من ابن عم امہ السید نوراللہ
وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من
السید محمد وھو من ابیہ السید جلال
ماہ عالم وھو من ابیہ السید حسن وھو
من ابیہ السید عبدالغفور وھو من ابیہ
السید احمد وھو من ابیہ السید راجو
وھو من ابیہ السید محمد بن عبداللہ

عبداللہ مصری سے اور انہوں نے شیخ احمد الیمنی
سے اور انہوں نے شیخ ابراھیم الخضری سے
اور انہوں نے شیخ عبدالرحمٰن الزواجی سے اور
انہوں نے شیخ علی الکولدی المعروف بعلی بہ سے
اور انہوں نے شیخ عفیف الدین ابراہیم الکرخی سے
اور انہوں نے الحرب بن رامیال سے اور انہوں نے
محمد بن یزید عروس الشیرازی سے اور انہوں نے
فضیل بن عیاض سے اور انہوں نے علاء المسیب
سے اور انہوں نے زاہد الصحابہ سید اہل صفہ
ابی الدرداء سے اور انہوں نے خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد
الامین سے صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ
وسلم اور انہوں نے ذی النور المبین کے حکم سے بواسطۂ روح الامین پہنا

دوسرا خرقہ

اس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے
اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نوراللہ سے پہنا
اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں
نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال
ماہ عالم سے اور انہوں نے اپنے والد سید حسن سے اور
انہوں نے اپنے والد سید عبدالغفور سے اور انہوں نے
اپنے والد سید احمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید
راجو سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد بن عبداللہ

الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو
من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد
عبد اللہ المشھور بقطب العالم وھو من
الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی
وھو من الشیخ عفیف الدین جنید
الکازرونی وھو من الشیخ ناصر الدین
محمد وھو من ابن الدسیرۃ وھو من
الشیخ فخر الدین الفارسی وھو من ابیہ
ابراھیم الفارسی وھو من الشیخ نصر
بن خلیفہ البیضاوی وھو من ابی الفتح
عبد السلام البیضاوی وھو من ابیہ
احمد بن محمد بن سالبہ وھو من الشیخ
مومٰی بن محمد بن علی البنا وھو من الحرب
بن رامیال وھو من محمد بن یزید
عروس شیرازی وھو من فضیل بن
عیاض وھو من علاء المسیب وھو
من زاھد الصحابۃ سید اھل الصفۃ
ابی الدرداء وھو من خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین محمد
الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ
وسلم وھو من امر ذی النور المبین
بواسطۃ روح الامین۔

سے جن کا لقب شاہ عالم اللہ کی طرف سے تھا،
اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد
عبد اللہ سے جو قطب عالم مشہور تھے اور انہوں نے
شیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی
سے اور انہوں نے شیخ عفیف الدین جنید
الکازرونی سے اور انہوں نے شیخ ناصر الدین
محمد سے اور انہوں نے ابن الدسیرہ سے اور انہوں
نے شیخ فخر الدین الفارسی سے اور انہوں نے
اپنے والد ابراہیم الفارسی سے اور انہوں نے شیخ
نصر بن خلیفہ بیضاوی سے اور انہوں نے ابی
الفتح عبد السلام البیضاوی سے اور انہوں نے
اپنے والد احمد بن محمد بن سالبہ سے اور انہوں نے
شیخ مولٰی بن محمد بن علی البنا سے اور انہوں نے
حرب بن رامیال سے اور انہوں نے محمد بن یزید
عروس الشیرازی سے اور انہوں نے فضیل بن
عیاض سے اور انہوں نے علاء المسیب سے اور
انہوں نے زاہد الصحابہ سید اہل الصفہ ابی
الدرداء سے اور انہوں نے خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد
الامین سے صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم
اور انہوں نے ذی النور المبین کے حکم سے
بواسطۂ روح الامین پہنا۔

اما الخرقة النبوية التي لبس اربعة اولياء الله تعالىٰ من النبي صلى الله عليه وسلم بلا واسطه وهي خمسة۔

اما الثنتان منها لابي البيان الذي رأى النبي عياناً بعد عصره والبسه الخرقة المباركة وكان الملبوس معه معاينا للخلق۔ وهذا مشهور متواتر بالبلاد الشامية والديار المصرية ولم يشارك احد في هذه الكرامة العظمي بهذه الطريقة المثلى۔

احدهما لبسها الفقير شاه ابو الحسن من ابن عم امه السيد نور الله وهو من ابيه السيد علي محمد وهو من السيد محمد وهو من ابيه السيد جلال ماه عالم وهو من السيد شير محمد بن احمد وهو من جده السيد عرب شاه وهو من ابيه السيد محمد زاهد وهو من اخيه السيد محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم من عند الله وهو من ابيه السيد برهان الدين ابي محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من الشيخ ابي الفتوح

وہ خرقۂ نبویہ جنکو چار اولیاء اللہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ پہنا، پانچ ہیں۔

ان میں سے دو ابوالبیان کے ہیں جنہوں نے آپ کے زمانہ کے بعد نبی کو بالمشافہ دیکھا اور آپ نے ان کو خرقۂ مبارک پہنایا اور یہ پہنایا ہوا لباس ان کے پاس تھا اور لوگوں نے اس کو دیکھا اور یہ امر بلاد شامیہ اور دیار مصریہ میں مشہور و متواتر ہے، اور کوئی بھی اس کرامۃ عظمیٰ میں اس اعلیٰ طریقہ سے ان کا شریک نہیں۔

ان میں سے پہلا اس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نور اللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے سید شیر محمد بن احمد سے اور انہوں نے اپنے دادا سید عرب شاہ سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد زاہد سے اور انہوں نے اپنے بھائی سید محمد بن عبد اللہ سے جن کا لقب اللہ کی طرف سے شاہ عالم تھا اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ سے جو قطب عالم مشہور تھے اور انہوں نے شیخ ابی الفتوح

احمد بن عبداللہ الشیرازی وھو من الشیخ شرف الدین عبدالرحیم بن عبدالکریم الجرحی وھو من القاضی کمال الدین ابی الفضل محمد بن احمد بن عبدالعزیز الفرندی العقیلی وھو من القاضی عزیز الدین عبدالعزیز بن جماعة وھو من ابیہ القاضی بدرالدین محمد بن جماعة وھو من ابیہ الشیخ برھان الدین ابی اسحٰق ابراھیم وھو من عمہ ابی الفتح نصراللہ وھو من ابی عبداللہ محمد الفرات وھو من قطب الاقطاب فرد الاحباب ابی البیان بنّا بن محمد وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ و علی آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطة روح الامین ۔

احمد بن عبداللہ شیرازی سے اور انہوں نے شیخ شرف الدین عبدالرحیم بن عبدالکریم الجرحی سے اور انہوں نے قاضی کمال الدین ابی الفضل محمد بن احمد بن عبدالعزیز الفرندی العقیلی سے اور انہوں نے قاضی عزیز الدین عبدالعزیز بن جماعہ سے، اور انہوں نے قاضی بدرالدین محمد بن جماعہ سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ برہان الدین ابی اسحٰق ابراہیم سے اور انہوں نے اپنے چچا ابی الفتح نصراللہ سے اور انہوں نے ابی عبداللہ محمد الفرات سے اور انہوں نے قطب الاقطاب فرد الاحباب ابی البیان بنّا بن محمد سے اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے حکم سے ذی النور المبین کے بواسطۂ روح الامین پہنا ۔

الثانیہ

لبسھا الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امہ السید نوراللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من ابیہ السید

دوسرا اسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نوراللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے اپنے والد سید

حسن وهو من ابیه السید عبد الغفور وهو من ابیه السید احمد وهو من ابیه السید راجو وهو من ابیه السید محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم من عند الله وهو من ابیه السید برهان الدین ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد الله الشیرازی وهو من القاضی ابی الفضیل محب الدین ابی البرکات احمد بن ابی الفضل العقیلی وهو من القاضی عز الدین بن جماعة وهو من ابی عبد الله محمد بن الفرات وهو من قطب الاقطاب فرد الاحباب ابی البیان بنّا بن محمد وهو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی الله علیه وعلیٰ آله و اصحابه وسلم وهو من امر ذی النور المبین بواسطة الروح الامین۔

حسن سے اور انہوں نے اپنے والد سید عبد الغفور سے اور انہوں نے اپنے والد سید احمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید راجو سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد بن عبد اللہ سے جن کا لقب اللہ کی طرف سے شاہ عالم تھا اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم تھے اور انہوں نے شیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ شیرازی سے اور انہوں نے قاضی ابی الفضیل محب الدین ابی البرکات احمد بن ابی الفضل العقیلی سے اور انہوں نے قاضی اعز الدین بن جماعہ سے اور انہوں نے ابی عبد اللہ محمد بن الفرات سے اور انہوں نے قطب الاقطاب فرد الاحباب ابی البیان بنّا بن محمد سے اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے ذی النور المبین کے حکم سے بواسطۂ روح الامین پہنچا۔

وواحدة منها للشيخ شمس الحق والدين محمد بن محمود الحنفي الخوارزمي

الذي قال كنت مجاورا بالمدينة النبوية على ساكنها افضل الصلوٰة والتحية وكان من جملة اورادي اني كنت اقعد بعد صلوٰة الصبح بالجماعة في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم فاشتغل بالذكر والتلاوة الى الاشراق الى ان مضى عشرون يوما من شهر رجب سنة اثنتين وستين وسبعمائة وكنت قاعدا على عادة المذكورة في يوم عشرين وغلب عليّ النوم بحيث لا اقدر اشتغل بالذكر والتلاوة فرأيت النبي صلى الله عليه وسلم في المنام يلتفت اليّ ويقول أنت مكشوف الرأس فاخرج من رأسه المبارك طاقية بيضاء وناولني وقال البس هذه الطاقية وانا اقدم رأسي فقلت يا رسول الله انتم البسوني بيدكم المباركة فالبسني وحرفها من حوالي رأسي تثبت واستقرت فانتبهت باكيا خاشعا متضرعا والطاقية على

اور ان میں سے ایک شیخ شمس الحق والدین محمد بن محمود الحنفی

الخوارزمی کا ہے جنہوں نے کہا: "میں مدینہ منورہ علی ساکنہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی ہمسائگی میں تھا۔ میرے اوراد میں منجملہ نمازِ فجر باجماعت کے بعد مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھا رہنا اور اشراق کے وقت تک ذکر وتلاوت میں مشغول رہنا یہاں تک کہ ماہ رجب سنہ سات سو باسٹھ کے بیس دن گزرے اور میں عادت مذکورہ کے مطابق بیسویں دن بیٹھا تھا اور مجھ پر نیند اس طرح غالب ہوئی کہ مجھے قدرت نہ رہی کہ ذکر وتلاوت میں مشغول رہوں۔ پس میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ میری طرف متوجہ ہیں اور فرماتے ہیں تو ننگا سر ہے۔ پھر اپنے سر مبارک سے سفید طاقیہ (ایک قسم کی ٹوپی) نکالی اور مجھے دی اور فرمایا یہ طاقیہ پہن لے اور میں اپنا سر بڑھاتا ہوں۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ آپ اپنے دست مبارک سے مجھے پہنائیے۔ پھر آپ نے مجھے پہنایا اور اس کو میرے سر پہ گھمایا۔ وہ ٹھیک بیٹھی۔ پھر میں بیدار ہوا روتے ہوئے عجز وفروتنی اور گڑگڑاہٹ ظاہر

رأسی۔

وهی لبسها الفقیر شاه ابوالحسن من ابن عم امه السید نورالله وهو من ابیه السید علی محمد وهو من السید محمد وهو من ابیه السید جلال ماه عالم وهو من ابیه السید حسن وهو من ابیه السید عبدالغفور وهو من ابیه السید احمد وهو من ابیه السید راجو وهو من ابیه السید محمد عبدالله الملقب بشاه عالم من عندالله وهو من ابیه السید برهان الدین ابی محمد عبدالله المشهور بقطب العالم وهو من الامام شمس الدین ابی عبدالله بن قوام وهو من الامام العالم الربانی والولی الکامل السبحانی شمس الدین محمد بن محمود الحنفی الخوارزمی وهو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی الله علیه وعلی آله واصحابه وسلم وهو من امر ذی النور المبین بواسطة الروح الامین۔

وواحدة منها الشیخ احمد بن رداد

وهی لبسها الفقیر شاه ابوالحسن من

کرتے ہوئے، اور وہ طاقیہ میرے سر پہ تھی۔

اور اس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نوراللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے اپنے والد سید حسن سے اور انہوں نے اپنے والد سید عبدالغفور سے اور انہوں نے اپنے والد سید احمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید راجو سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد عبداللہ سے جن کا لقب تھا شاہِ عالم اللہ کی طرف سے اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبداللہ سے جو قطب عالم مشہور تھے اور انہوں نے امام شمس الدین ابی عبداللہ بن قوام سے اور انہوں نے امام العالم الربانی ولی کامل سبحانی شمس الدین محمد بن محمود الحنفی الخوارزمی سے اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے حکم سے ذی النور المبین بواسطۂ روح الامین پہنا۔

اور ان میں سے ایک شیخ احمد بن رداد کا ہے۔

اس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ

ابن عم امه السيد نوراللّٰه وهو من ابيه السيد على محمد وهو من السيد محمد وهو من ابيه السيد جلال ماه عالم وهو من السيد شير محمد بن احمد وهو من جده سيد عرب شاه وهو من ابيه السيد محمد زاهد وهو من اخيه السيد محمد بن عبد اللّٰه الملقب بشاه عالم من عند اللّٰه وهو من ابيه السيد برهان الدين ابى محمد عبد اللّٰه المشهور بقطب العالم وهو من الامام شمس الدين عبد اللّٰه بن قوام وهو من سلطان العارفين امام المتقين صاحب الكرامات منبع السعادات الشيخ احمد بن رداد وهو من خاتم النبيين رسول رب العالمين شفيع المذنبين محمد الامين صلى اللّٰه عليه وعلى آله واصحابه وسلم وهو من امر ذى النور المبين بواسطة روح الامين۔

کے چچیرے بھائی سید نوراللہ سے پہنا اور انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے اور انہوں نے سید شیر محمد بن احمد سے اور انہوں نے اپنے دادا سید عرب شاہ سے اور انہوں نے اپنے والد سید محمد زاہد سے اور انہوں نے اپنے بھائی سید محمد بن عبد اللہ سے جن کا لقب اللہ کی طرف سے شاہ عالم تھا اور انہوں نے اپنے والد سید برہان الدین ابی محمد عبد اللہ سے جو قطب عالم مشہور تھے، اور انہوں نے امام شمس الدین عبد اللہ بن قوام سے اور انہوں نے سلطان العارفین امام المتقین صاحب الکرامات منبع السعادات شیخ احمد بن رداد سے اور انہوں نے خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے ذی النور المبین کے حکم سے بواسطہ روح الامین پہنا۔

وواحدة منها المخدوم جهانيان

اور ان میں سے ایک مخدوم جہانیاں کا ہے۔

وهى لبسها الفقير شاه ابو الحسن من ابن عم امه السيد نوراللّٰه وهو

اور اس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچیرے بھائی سید نوراللہ سے اور

من ابیه السید علی محمد وهو من السید
محمد وهو من ابیه السید جلال ماہ
عالم وهو من ابیه السید حسن وهو
من ابیه السید عبدالغفور وهو من
ابیه السید احمد وهو من ابیه السید
راجو وهو من ابیه السید محمد بن
عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عنداللہ
وهو من ابیه السید برهان الدین ابی
محمد عبداللہ المشهور بقطب العالم
وهو من ابیه السید ناصر الدین محمود
وهو من ابیه قطب اقطاب العالمین
جلال الحق والشرع والدین الحسین
الحسنی البخاری المخدوم جهانیان
وهو من خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ
علیه وعلی آله واصحابه وسلم
فی المنام وهو من امر ذی النور المبین
بواسطة الروح الامین۔

انہوں نے اپنے والد سید علی محمد سے اور انہوں نے
سید محمد سے اور انہوں نے اپنے والد سید جلال
ماہ عالم سے اور انہوں نے اپنے والد سید حسن سے
اور انہوں نے اپنے والد سید عبدالغفور سے
اور انہوں نے اپنے والد سید احمد سے اور انہوں نے
اپنے والد سید راجو سے اور انہوں نے اپنے والد
سید محمد بن عبداللہ سے جن کا لقب اللہ کی طرف
سے شاہ عالم تھا اور انہوں نے اپنے والد سید
برہان الدین ابی محمد عبداللہ سے جو قطب عالم مشہور
تھے اور انہوں نے اپنے والد سید ناصر الدین محمود
سے اور انہوں نے اپنے والد قطب اقطاب العالمین
جلال الحق والشرع والدین الحسین الحسنی
البخاری المخدوم جہانیان سے اور انہوں نے
خواب میں خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد الامین صلی اللہ
علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اور آپ نے
ذی النور المبین کے حکم سے بواسطہ
روح الامین پہنا۔

فالآن قد تمت هذا الکتاب
بعون اللہ الملک الوهاب وهو مشتمل
علی مائة واحدی وتسعین سلسلة

اب یہ کتاب اللہ الملک الوہاب
کی مدد سے تمام ہوئی اور وہ ایک سو اکانوے
سلسلوں پر مشتمل ہے اور یہ تمام متصل ہیں۔

كلها متصل الى النبى صلى الله عليه وسلم
والله تعالى ينفع به الجامع ولمن جمع
لاجله ولكل راغب اليه وطامع فيه
وقد اصاب تاريخ اتمامه بالقاء واهب
الفضائل والفواضل ابوالحسن حاوی مخزن السلاسل
۱۰۹۲

الحمد لله اولا وآخرا وظاهرا وباطنا
وصلى الله على خير خلقه محمد وآله
واصحابه اجمعين، برحمتك يا
ارحم الراحمين۔

وافق الفراغ من نقل هذه النسخة
السنية المسماة بمخزن السلاسل لهنيئة
على يد راجى مولاه وطالب رضاه محمد اكرم
بن ابوبكر بن المولوى الحاج الحافظ القارى
احمد اكرمى السكرى الصديقى حفظهم الله بلطفه
الخفي وفضله الحقيقي اذان الصبح ليلة الاثنين
الثلثة من شهر رمضان المبارك ۱۳۳۷ سنة
الف وثلثمائة وسبع وثلثين وكان ذلك
باشارة من امره غنم وطاعته حتم مولانا
سيد السادات منبع البركات على الآداب
سمى لالقاب شيخنا ومولانا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اور اللہ تعالیٰ اس
کے ذریعہ جمع وتالیف کرنے والے کو اور جن کو جمع
کیا اور اس کی طرف ہر رغبت کرنے اور خواہش
کرنے والے کو نفع پہونچائے۔ واہب الفضائل
والفواضل کے القاء سے اسکے تمام ہونے کی تاریخ
ابوالحسن حاوی مخزن السلاسل۔ ہے
۱۰۹۲ھ

الحمد للہ اولاً وآخراً وظاہراً وباطناً صلی اللہ
علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔
برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اس نسخۂ مبارکہ کو نقل سے جس کا نام "مخزن
السلاسل" ہنیئہ ہے اپنے مولیٰ سے امید رکھنے والے
اور اس کی رضا کے طالب محمد اکرم بن ابوبکر بن
مولوی الحاج الحافظ القاری احمد اکرمی
السکری الصدیقی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے لطف
خفی اور فضل حقیقی سے محفوظ رکھے، کے ہاتھوں،
سنہ ۱۳۳۷ ایک ہزار تین سو سینتیس کے ماہ رمضان
مبارک کی تیسری تاریخ دوشنبہ کی شب اذان نماز فجر
کے وقت فراغت ہوی۔ اور یہ ان کے اشارہ سے ہوا
جن کا حکم غنیمت اور جن کی طاعت واجب
ہے۔ یعنی مولانا سید السادات منبع البرکات

ومن الیہ استاذنا مولانا المولوی
شمس العلماء
السیّد شاہ محی الدین عبد اللطیف
الحسنی الحسینی القادری حفید
قطب ویلور و ناظر مدرستہ اللطیفیۃ
بمکان المعمور ابداللہ جلالہٗ ونوالہ
واقام فیضہ وظلالہ الی یوم النشور۔

بلند آداب اور رفیع القاب والے شیخنا و ملاذنا
(ہماری پناہ گاہ) اور جو ہمارے استفادے کے مرجع
ہیں مولانا المولوی شمس العلماء
السیّد شاہ محی الدین عبد اللطیف
الحسنی والحسینی القادری حفید قطب ویلور
وناظر مدرستہ اللطیفیہ بمکان المعمور (آباد)
ابداللہ جلالہٗ ونوالہ واقام فیضہ وظلالہ
الی یوم النشور۔

(اللہ تعالیٰ ان کے جلال اور ان کی بخشش کو ہمیشہ رکھے
اور ان کے فیض اور سایوں کو قیامت تک قائم رکھے۔)

خوارق حیدریہ

ترجمہ و تلخیص:-
مولوی پی محمد ابوبکر ملیباری
لطیفی
مدرس دار العلوم لطیفیہ

درج ذیل چودھواں خارقہ حضرت میراں سید شاہ حیدر ولی اللہ نبیرہ قادری علیہ الرحمہ کے وصال کی پیشین گوئی اور اس کے متعلق دیگر امور و حقائق، اور انکشافات پر مشتمل ہے۔ متن مفہوم خیز ترجمہ کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہے۔ محمد ابوبکر ملیباری عفی عنہ

خارقہ چہار دہم کہ مشتمل و محتوی بر نقل فرمودن آن ولی اعظم اللہ اکبر سیدنا شاہ ذیجاہ حضرت میراں شاہ حیدر ولی اللہ نبیرۂ قادری رضی اللہ عنہ بعالم وصال و بیان واقعہ:-

یہ چودھواں خارقہ اس ولی اعظم اللہ اکبر سیدنا شاہ ذی جاہ حضرت میراں شاہ حیدر ولی اللہ نبیرۂ قادری رضی اللہ عنہ کے عالم وصال کی جانب کوچ اور رحلت کے واقعات پر مشتمل ہے۔

دریں دنیائے دنی و عالم فانی بر آفریدہ کہ بلباس وجود ملبس و ہر فردیکہ خلعت حیات بشری در بر داشتہ باشد لابد کہ او را تنگنائے خارستان عدم پارہ پارہ خواہد شد و دارد ممات ردائے زندگی او، از سر خواہد کشید، شربت موت شیرینی ست کہ در حلق ہمہ ہا رسیدنی و بار بیست کہ پشت صغیر و کبیر کشیدنی، چوں

اس دنیائے فانی کو وجود کے لباس سے ملبوس فرمایا، ہر فرد کو حیات کی خلعت سے زیب تن کیا۔ ضروری ہے کہ اس کو خارستان عدم کے کوچوں سے گذر کر پارہ پارہ ہونا ہوگا۔ اور دارد ممات سے زندگی کی چادر کو اپنے سر کھینچنا ہوگا۔ موت ایک شیریں جام ہے جو ہر بشر کے حلق تک پہنچتا ہے، اور ایک بوجھ ہے جو چھوٹے بڑے کو اٹھانا ہے

دنیا منزلے ست سراب عروسی است بے وفا و قحبہ ایست پُر دغا زنیست زیبا و پُر جمال فاطم بر مرداں حرام و بر نامرداں حلال، و جیفۂ است بدبو کلاباں ش از مکر و فریبش غافل از خدشہ جانستانش جاہل۔

اے عزیز، دنیا دار لیست فانی و آخرت سرائیست جاودانی، دنیا منزلیست پُر محن و آلام و آخرت مکانیست با عز و احترام اگر دنیا را شرف و راحت بودے حوالہ بقا بر آخرت نشدے، و نیز مردان خدا و سالکان راہ اسباب بے بقایش را پشت پا نزدندے، پس مرد عاقل و عارف کامل آنست کہ یکبارگی دل ازیں پُر وحشت منزل بر دارد و بر خندہ گریہ انگیز و شکر زہر آمیز او فریفتہ و غیرہ نشود من کل الوجوہ قطع علایقات و تعلقات ایں دار فانی کند، و ہمت بلند داشتہ از شداید و محن او دل تنگ نشود۔ و اجل موعود را پیش نہادہ خاطر خود داشتہ لذائذ فانیش بر دل خود سرد کند و دار عقبیٰ معمور دارد و از کشت زار الدنیا مزرعۃ الآخرہ توشہ کہ در آنجا بکار آید بر دارد و ہر گاہ کہ نفس و شیطان وسوسہ دہد،

دنیا ایک سراب، ایک بے وفا دلہن، دغاباز فاحشہ، اور ایک پُر جمال حسین عورت ہے۔ لیکن یہ دنیا طالبین آخرت پر حرام، اور طالب دنیا کے لئے حلال ہے اور ایک بدبو دار مُردہ ہے اور اسکے طلبگار کتے، اسکے مکر و فریب و جانستانی کے خدشہ سے جاہل ہیں۔

اے عزیز، دنیا ایک دار فانی ہے اور آخرت سرائے جاودانی ہے۔ دنیا ایک رنج و مصیبت کا مقام ہے اور آخرت عزت و حُرمت کی منزل ہے۔ اگر دنیا کو کوئی شرف و عزّت ہوتی تو آخرت کو مقامِ بقا قرار نہیں دیا جاتا، نیز مردان خدا و سالکان راہ اس اسباب بے بقا کو پاؤں سے ٹھوکر نہیں مارتے لہٰذا مرد عاقل و عارف کامل وہی ہے جو دل کو اس پُر وحشت منزل سے ہٹا لیتا ہے اور اسکی خوشی و مصیبت و فرحت و آلام اور اس کی خوشنمائی پر فریفتہ نہیں ہوتا ہے۔ اس دار فانی سے پوری طرح قطع تعلقات کر لیتا ہے اور بلند ہمتی سے اسکے رنج والم سے تنگ دل نہیں ہوتا۔ اور موت کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے دل کو اس کے فانی لذات سے دُور رکھتا ہے اور آخرت کے گھر کو آباد و معمور رکھتا ہے بمصداق "الدنیا مزرعۃ الآخرۃ" جو توشہ کہ وہاں کام آتا ہے لے جاتا ہے اور جب کبھی نفس اور شیطان وسوسہ پیدا کرے اور دل کو اس دنیائے فانی کی

و دل بسوئے دنیائے دنی کہ گذاشتنی وگذشتنی
است مائل راغب گرداند، پس دراں وقت
وقت موعود کہ ناچار رسیدنی است زن وفرزند
وخانماں جملہ اسباب زندگانی گذاشتنی
است بیاد آرد و یقین تصور کند کہ امرے
کہ مقدر است بقضا خواہد رسید و حکمے کہ
پیشتر ممتشی است بامضا خواہد آمد۔ عدم
ایں وجود بشری کہ بلباس بے وفائی و بے
بقائی متلبس است۔ پس از رسیدن ہنگام
موعود محو ودرمحو طمس درطمس انگارد بر
حکم "الطہر اذا تخلل بین الدمین
وھو فی مدۃ الحیض" آنرا وجود نہ
پندارد وبرحکم حدیث بزرگوار "کن فی
الدنیا کانک غریب اوکعابر سبیل وعد
نفسک من اصحاب القبور" مغرور ہستی
خود نہ شود ؎

باشی میان دنیا ہچو غریب رہ رو
زیں منزل پر آفت وبند کوچ خود شو

طرف راغب ومائل کرے جسے ترک کرنا اور چھوڑنا
ہے۔ پس اس وقت (موت) سے مفر نہیں ہے۔
زن وفرزند اور تمام اسباب زندگانی ترک کرنا
ہے۔ اسی وقت اس کو یاد کرے اور یقین و
تصور کرے، جو معاملہ کہ تقدیر میں ہے وہ پورا
ہوگا اور جو حکم کہ آگے آنے والا ہے وہ گذرچکا
اور اس وجود بشری کا عدم جو لباس بے
وفائی میں ملبوس ہے مقررہ وقت پہنچتے ہی
وہ لباس فنا و برباد ہو جاتا ہے۔
"الطہر اذا تخلل بین الدمین
وھو فی مدۃ الحیض"
کے حکم کے موافق اس کو وجود نہ سمجھیں
اور بفحوائے کلام نبوت "کن فی الدنیا
کانک غریب اوکعابر سبیل وعد
نفسک من اصحاب القبور" اپنی ذات
پر مغرور نہ ہو جائے۔

تو دنیا میں ایک غریب راہ رو کی طرح
زندگی بسر کر اور اس مصیبتوں بھری منزل سے
کوچ کرنے کی تیاری خود سے کرلے۔

یہ چوں آں رازدان کتاب لوح وقلم در لوح محفوظ دید کہ ہنگام خرامیدن خود بسوئے گلشن سرائے "ان للعارفین جنة" عنقریب است کہ شہباز روح خود از صید گاہ "الموت جسر" پرواز نمودہ بصید "یوصل الحبیب الی الحبیب" رسیدن نزدیک است روزے دریں اثنا ایں حرف گریہ انگیز دقفیہ زہر آمیز پیش حلیلہ جلیلہ میمون صاحبہ نام درمیان آورد کہ اے بلقیس زماں اے مریم آوان دریں ایام در لوح محفوظ چناں یافتم کہ حیدر عنان عزیمت ازیں زنداں سرائے محنت معطوف گردانیدہ بدار الملک "اذا رئیت ثم رایت نعیما وملکا کبیرا" خواہد رسید و در فرادیس واما الذین ابیضت وجوھھم ففی رحمة اللہ" خواہد خرامید اے یار جانی واے حریف زندگانی پس دریں وقت عزم تمام وجزم کلی حیدر ثانی براں متفرع است کہ کفنش از وجہ حلال باشد جائے وجامہ کہ حیدر دراں مدفون ومکفون باشد از وجہ ملک غیر نباشد اے ھمایوں از امروز منتظر باش و روزہا وماہا وہفتہ ہا

جب کتاب ولوح وقلم کا رازدان لوح محفوظ میں دیکھا کہ "ان للعارفین جنة" کی گلشن کی طرف چلنا ہے اور شہباز روح "الموت جسر" کے شکارگاہ سے پرواز کرکے "یوصل الحبیب الی الحبیب" کے شکار میں پہنچے۔ ایک روز یہ دل آزار وزہر آمیز معاملہ اپنی بیوی ہمایوں ماں صاحبہ کے سامنے پیش کیا، کہ اے بلقیس زماں، اے مریم آواں ان دنوں میں میں نے لوح محفوظ پر یہ مشاہدہ کیا کہ بندہ اپنی عنانِ عزیمت اس رنج وغم کے قیدخانے سے پھیرتے ہوے اذا رأیت ثم رأیت نعیما وملکا کبیرا" کی طرف پہنچ جائے گا۔ اور اما الذین ابیضت وجوھھم ففی رحمة اللہ" کی جنت میں سیر کرے گا اے یار جانی و اے حریف زندگانی پس اس وقت تمام عزم صمیم وارادے کے ساتھ حیدر ثانی اس منصوبہ پر ہے کہ اس کا کفن حلال ہو اور اس کے دفن ہونے کی جگہ اور کفن کا کپڑا دوسروں کی ملک سے نہ ہو۔" اے مبارک بیوی! آج کے دن سے منتظر رہو، اور وقت معینہ جو ضرور

در شمار آر از وقت موعود تا کہ ہر آئنہ
رسیدن است ۔
سہ سال است و بعد امروز مدت
سہ سال بتمام و کمال در سال چہارم ایں
مصیبت عظمیٰ بشما روئے خواہد داد، چوں
آں زبدۂ زماں ازاں سرور غیب داں ایں
حرف وحشت انگیز استماع فرمود دلش
بہم بر آمد و خاطرش پریشاں شد۔ فاما
از قضای یزدی چہ چارہ بر حکم صبوری
ضروری است ایں درد را بغیر از صبوری دوائے
نباشد، بنائے کار بر صبر و سکوں نہاد۔ حکم
آنسرور را کاربند شد و از ملک خاص و
انعام آں سرور بود حکم فرمود کہ دراں زمین
پنبہ کارند و محصول او من وعن بدیوان
خانہ آں ولایت پناہ سپارند فی الجملہ
محصول کشت بر حکم فرمودۂ آنحضرت بہماں
نوع در حرم خانہ پُر شرم و عفت آں عمدہ
زمین و زماں سپردند پس آں زبدۂ ثانی
از احتیاط تمام در نظافت و ازالۂ کثافت
پنبہ مشغول شد و چرخہ کہ از غیرتش
چرخ گرداں چرخہ وار گرد بر گرد او چرخ زدے
بعد ازاں رشتہ در دست خانگی

آنے والا ہے، دنوں، ہفتوں، مہینوں کا شمار
کرتے رہو، موت مقررہ وقت پہ ضرور آنیوالی ہے
ابھی تین سال ہے، آج کے بعد پورے
تین سال گذار کر چوتھے سال یہ عظیم مصیبت
تم پہ آشکار ہوگی، جب وہ زبدۂ زماں بیوی
اس سرور غیب داں سے یہ وحشت انگیز
خبر سنی، تو ان کا دل لرز اٹھا، اور وہ
پریشان ہوگئیں، مشیت ایزدی کے
آگے کوئی کیا کر سکتے ہیں صبر اختیار کرنا
چاہیئے۔ اس درد کا درمان سوائے صبر کے
اور کچھ نہیں، اور آپ نے سارے کاموں کی
بنیاد صبر و سکون پہ رکھی اور آپ کے حکم کو بجالایا۔
آپ نے حکم فرمایا آپ کی خاص زمین میں روئی
کی کاشت کی جائے اور اس کا من وعن محصول
آپ کے گھر پہنچا دیں۔ حسب حکم روئی کی کاشت
کی گئی اور اس کے تمام محصول کو اسی طرح
آپ کی باعفت و عصمت عمدہ زمین و
زماں بیگم صاحبہ کے سپرد کر دیا گیا۔ پھر
آپ کی بیگم پورے احتیاط کے ساتھ اس روئی
کی صفائی میں مشغول ہوگئیں اور کفن کے لئے
جتنا دھاگا درکار تھا اس وقت تک چرخہ گھماتی
رہیں ـــ اسکے ان دھاگوں کو ایک جا ایک

چابک دست دار' دراندک مدت جامہ
بافتہ ابیض وانور منور ہنوز "علیکم
ببیاض من الثوب کفنوا بہ
موتاکم" مستعد کردہ درنظر مبارک
بحضور آورد' آنسرور ازاں بغایت
شادان وفرحاں شدہ دعای خیر دربارہ
ہمایوں شاہ بی بی بتقدیم رسانیدند۔ چوں
مدت سہ سال موعود کہ آنسرور فرمودہ دو
سال ونیم بانصرام رسید روز بروز وقت
موعود کہ عبارت از اجل باشد نزدیک شدن
گرفت دراں اثناء کہ آنسرور را دختری
بود بدیع الجمال نام ماجمالی عجب صاحب
عرفان وادب دراں وقت آں دختر نیک
اختر در دارالسلطنت بیجاپور کہ در خانہ
میراں صاحب دادہ بودند' درخانہ شوہر
خود بود چوں ایام موعود خود معدودے
باقی ماندہ بود کہ اتفاقاً آنحضرت را از آں
دختر معلوم بیاد آمد' ارادہ کامل چناں
دامنگیر شد کہ آں را طلب کردہ دردم
آخریں از دیدار عزیز خود مشرف و
بہرہ ور گرداند۔ پس قاصدی برائے طلب
آں لخت جگر روانہ کردہ فاما رسیدن آں

دست جولا ہے کے حوالے کیا جس نے تھوڑی
سی مدت میں بہت ہی سفید وروشن کپڑا بمصداق
"علیکم ببیاض من الثوب کفنوا بہ
موتاکم" تیار کر دیا۔ آپ کی خدمت میں
پیش کیا تو آپ بہت شاداں وفرحاں ہوئے
اور اپنی بیوی ہمایوں شاہ کو دعائے خیر سے
نوازا۔

مقررہ تین سالہ مدت میں جب ڈھائی سال
گذر گئے تو پیام اجل دن بدن وقت مقررہ
سے قریب ہوتا چلا گیا' اس اثنا میں آپ
کی دختر نیک اختر بدیع الجمال جنہیں ماجمالی
کے نام سے پکارتے تھے انہیں دارالسلطنت
بیجاپور کے میراں صاحب کے گھرانے میں
دیا گیا تھا' ان دنوں وہ شوہر کے گھر رہا
کرتی تھیں جب آپ کے وقت مقررہ کے لئے
کچھ ایام باقی تھے تو اپنی دختر کو دیکھنے کی
خواہش بہت زیادہ ہونے لگی آخری
دیدار کے لئے اپنے دختر کو بلانے کیلئے ایک
قاصد روانہ کیا مگر اس دختر سعیدہ کو پہنچنے
میں دیری ہوتی گئی تو آپ نے پھر ایک قاصد
روانہ فرمایا۔ اس کے باوجود ان کے آنے کی
کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔ مقررہ ایام

رسیده در خدمت تاخیر شد باز یک
قاصدے فرستاد قضارا ہمچناں ہیچ اثرے
از آمدن آں سعیدہ ظاہر نشد دریں میاں
ایام معدودہ کہ آنسرور فرمودہ ہمگی با تمام رسید،
بلکہ روزے چند زیادہ شد، چوں رفیع المرتبت
دید کہ ہنوز تا حال قرۃ العین خویش را البشہود
نکشودہ باز یک قاصدے بجہد بلیغ روانہ بیجاپور
فرمود از صاحب حقیقی و مربی بادشاہ زمین و زماں
"ایدہ اللہ تعالیٰ وابقاہ" درکرت دوم سیوم
کہ آں سرور قاصداں برائے طلب نور چشم خود روانہ
فرمود از ہماں روز ترک طعام و شراب نمود
و روزے در حضور ہمایوں مانصاحبہ چنیں
تقریبہ فرمود کہ اے ہمایوں آگاہ باش، ہر
آفریدہ را وقتے کہ اجل او دراں مقرر ست
چو آں وقت برسد بر حکم لا یستاخرون
ساعۃ ولا یستقدمون" آں ہنگام موعود
برمن گذشتہ محض انتظاری آمدن دختر
میکشم کہ آں قطعۃ الکبد از ملاقات آخری
محروم و بے بہرہ نشود، و از چنیں سعادت
عظمیٰ نالہ و دریغ و آہ و واویلا نکشد، حقیقت
اینست حیدر بعالم بقا نمودہ سہ ماہ شد
پس وجود یکہ بعالم بقا رسیدہ باشد او را

پورے ہوکر کچھ دن زیادہ ہو چکے
تھے تب رفیع المرتبت سرور نے
دیکھا کہ آپ کی قرۃ العین اب
تک تشریف نہیں لائیں تو آپ نے
بیجاپور کی طرف ایک اور قاصد روانہ
فرمایا۔ صاحب حقیقی و مربی و شاہ زمین
و آسمان ایدہ اللہ تعالیٰ وابقاہ
نے شوق دیدار دختر کے لئے آپ کو
باقی رکھا تو آپ نے کئی ایک
قاصد روانہ فرمایا اور اسی روز سے
آپ نے کھانا پینا سب کچھ بند کر دیا۔
اور اپنے بیوی ہمایوں صاحبہ سے یوں کہا
اے ہمایوں! آگاہ ہو جاؤ کہ ہر مخلوق کے
لئے موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ
وقت آجاتا ہے تو لحظہ آگے نہیں ہوتا۔ وہ
وقت تو مجھ پر سے گذر گیا۔ محض میری دختر
کی آمد کا انتظار ہے۔ کہیں وہ لخت جگر
آخری ملاقات سے محروم نہ ہو جائے اور یہ سعادت
عظمیٰ نہ پانے پر آہ و نالہ و افسوس نہ کر
بیٹھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حیدر عالم بقا کی طرف
کوچ کئے ہوئے تین ماہ گذر چکے جو عالم بقا
کی طرف چلے جاتا ہے اس کو عالم فنا کے

بطعام وشراب عالم فنا چہ مناسبت، و
لہٰذا امساک ایں ہر دو نمودہ، چونکہ خدائے
عزوجل رشتۂ قل الروح من امر ربی
در قبضہ تصرف باریافتگان قرب وشہود
خود باز داد۔ من بعمر و قصد خود درمیاں
بود منتظر قدوم مسرت لزوم ایں صبیہ
ہستم کہ بمجرد دیدار رجوع بعالم بے یطعم
ولیسقی نمایم۔ وچوں طوطی خراماں در
فرادیس جناں پرواز کنم، اتفاقاً دریں
اثنا شور غوغا از خاندان ولایت برخاست
کہ اینک آں دختر میمنت اثر رسید لغایت
فرحاں وشاداں گشتہ بعد از ساعتے چند
درحضور پرنور خراماں شد۔

جبہ ماہ آسا وچہرۂ آفتاب نما بر
قدمین شریفین والد بزرگوار خود شود
وشاہ ہم از اشتیاق بسیار گاہے
برو رو گاہے بر دیدہ اش می بوسید
المقصہ روز دیگر آں رفیق محرمہ خود
ہمایوں بداں کہ مقدمہ مانع رجوع حیدر
بعالم بقا بود۔ غیر آں آمدن صبیہ نمی نمود
و امرے کہ حائل آں معنے باشد جز رسیدن
ایں دختر نبود اکنوں مہمان بہتر کہ داعی

کے طعام و شراب سے کوئی مناسبت نہیں ہوتی
لہٰذا میں نے کھانے پینے سے آپ نے
آپ کو اسی لئے روک رکھا ہے کیونکہ خدائے
عزوجل قل الروح من امر ربی کے رشتہ
کو اپنے تصرف میں قرب وشہود کی وجہ سے
پھر بھی مجھے زندگی عطا فرمایا ہے۔ میں
اس قصد وارادے کے درمیان تھا کہ میری
دختر کے آمد کی خوشی کا منتظر ہوں صرف دیکھنے
کے بعد لا یطعم ولا یشقی کی جانب رجوع
ہو جاؤں گا۔ فرحان طوطی کی طرح جنت کی
طرف کر جاؤں گا۔ اتفاقاً آپ کے خاندان میں
دختر نیک اختر کے پہنچنے پہ شور وغوغا شروع ہوا۔
جب یہ خوشخبری آپکے گوش مبارک تک پہنچی
تو آپ کو نہایت خوشی و مسرت ہوئی، کچھ دیر بعد
آپ کی دختر آپ کے پاس آئیں اور وہ مہ جبین
خورشید رُو اپنے والد بزرگوار کے قدموں میں
سر رکھ دیا۔ آپ نے فرطِ مسرت سے کبھی ان کے
چہرے کو اور کبھی آنکھوں کا بوسہ لیتے رہے
الغرض دوسرے روز آپ نے اپنی بیگم ہمایوں
صاحبہ کو طلب فرمایا اور کہا اے ہمایوں!
عالم بقا کی جانب حیدر کے رجوع ہونے میں مانع سوائے
دختر کی آمد کے کچھ بھی نہیں تھا اور جو رکاوٹ

وصل را جواب لبیک دہم، اے ہمایوں
اکنوں بر جبر وشاق مارا از خویش یگانہ
خالی کن محرم و نامحرم را از حضور من دور
گرداں کہ ایں وقت بر ما بس نازک ہست
و با دوست را سرہاست۔

پس آں عصمت پناہ حکم آں قبلہ
واصلاں را کار بند شدہ بر خاست و شبستان
خاص آنحضرت را از زن و مرد و صغیر و کبیر
و آزاد و اسیر یکبارگی بہ پرداخت۔ چوں
دید کہ حجلۂ خود از کیان خالی شد، آں گاہ
فرمود اے ہمایون قاعدہ آداب مراعات کن و
رسوم خدمت از دست مگذار کہ حضرت رسالت
پناہ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام و جدم حضرت
میراں محی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ باستقبال
من می آیند، دریں سخن بودند کہ ناگاہ
کوکبہ باہوی رسید آنحضرتین مع عالم قدس
مضجع آں سرور با ہزاراں عالم ارواح
شد۔ یک بیک بدیدار جمال آں نیّرین
افلاک وحدانیت آنحضرت ذیجاہ باطلعتے
چوں ماہ شب چہاردہم درخشاں برخاست
و دو سہ گام در پیش جداں خود شدہ در
محلیکہ خود نشستہ بود، ایں ہر دو عمدہ

اس معاملہ میں حائل تھی دختر کے آنے سے
جاتی رہی۔ اب میرے لئے یہی بہتر ہے، کہ
داعیٔ وصل کو لبیک کہوں۔

اے ہمایوں بیگم، اب اٹھو، اپنے
حرم سرا کو خاص و عام سے خالی کرو اور محرم نامحرم
کو اپنے حضور سے دُور کر دو کیونکہ یہ وقت ہمارے
لئے انتہائی نازک ہے، اور ہمارا دھیان خدا سے
لگا ہوا ہے۔ جب حکم آپکی اہلیہ محترمہ اس پہ کاربند
ہوئیں اور آپ کی بارگاہ سے مرد و عورت چھوٹے
بڑے آزاد و غلام کو اٹھایا۔ جب آپ نے دیکھا کہ کمرہ
تمام افراد سے خالی ہوگیا ہے تو آپ نے فرمایا، اے
بیگم صاحبہ خاطر تواضع کو ملحوظ رکھو اور خدمت
گذاری کے طور وطریق کو ہاتھ سے جانے نہ دو کیونکہ
رسالت پناہ افضل الصلوٰۃ والسلام اور میرے
دادا صاحب قبلہ میراں محی الدین رضی اللہ عنہ میرے
استقبال کے لئے آرہے ہیں، اس دوران اچانک
آپ کی آرام گاہ میں ایک شاہی سواری تیز رفتاری
کے ساتھ آپہونچی جس میں آپ حضرت کے علاوہ ہزاروں
ملائک تھے۔ آسمان وحدانیت کے آفتاب و مہتاب
کے بیک ظہور ہونے سے جن کا چہرہ چودھویں رات کے
چاند کی طرح جگمگا رہا تھا آپ اپنی جگہ سے اُٹھے اور ان
حضرات کے استقبال میں دو تین قدم آگے بڑھے، اور ان

خلقت را انشا بہ خود با دب فروتر بمقابلہ نشست آنگاہ رسول اکرم و غوث اعظم زبان تحسین جگر گوشہ خود چنیں کشادند کہ اے فرزند شائستہ آفریں ہزار آفریں کہ دریں دنیای غرور و ضلالت در معیشت و زندگانی تا حال کما حقہ جانب حق متعال نگاہ داشتی و سر موئے در رعایت آنجناب فرو نگذاشتی اکنوں لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون منشور رحمت تست عرش و کرسی و لوح و قلم و ملک و ملکوت مشتاق تست رضائے دوست ولقائے صورت مبارک باد تست ان للعارفین جنۃ بنائے آباد تست، اے فرزند دلبند قدسیاں مشتاق تو شدہ اند، جبروتیاں ولاھوتیاں منتظر اقدام تو اند زود باش و ایں جہان فانی را بہمت عالی در گذار و بیک طرفۃ العین بما در آویز۔ چوں آں فرزند با وقار از اجداد بزرگوار ایں حرف اشتیاق آثار استماع فرمود در جوابش چنیں عرضداشت با جد بزرگوار اشتیاق و شوق حیدر بجز امیدن دراں عالم زیادہ ازاں ست کہ در حیز تحریر و تقریر نیاید ـــ

اما ...... (جاری)

نفوس قدسیہ کو اپنی نشستگاہ پیش فرمائی، اور خود باادب ان حضرات کے قدموں کے پاس بیٹھ گئے۔ اسوقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت غوث پاک نے اپنے لخت جگر کے متعلق یوں زبان کشائی کی، اے فرزند سعادتمند! صدہا آفریں ہو تجھ پر کہ اس ذلیل و گمراہ دنیاوی زندگی میں تو نے حق تعالے کے احکام کے بجالانے میں سر مو روگردانی نہیں کی۔ اور نہ ہی کسی قسم کی کسر اٹھا رکھی اب "لاخوف علیھم ولاھم یحزنون" کی نعمت عظمیٰ تجھے عطا کی گئی ہے۔ عرش و کرسی و لوح و قلم، ملک ملکوت تیرے دیدار کے مشتاق ہیں۔ دوست کی خوشنودی اور دوست کا دیدار تجھکو مبارک ہو۔" ان للعارفین جنۃ" تیرے ہی لئے آباد ہے۔ اے فرزند دلبند حور و ملائک و قدسیاں تمہارے دیدار اور تمہاری آمد کے مشتاق ہیں، لہٰذا عالی ہمتی سے اس عالم فانی کو چھوڑ کر فوراً ہم سے ملو۔ جب اپنے اجداد بزرگوار سے آپ نے ان اشتیاق آمیز کلمات کو سنا تو اپنے جدِّ محترم سے عرض کیا اس بندے کو اُس عالم میں پہنچنے کی جو خواہش و آرزو ہے، وہ تحریر اور بیان سے بالاتر ہے۔ لیکن ـــــ ؟

(جاری)

فصل الخطاب

بین الخطاء والصّواب

تصنیف:

سلطان المرشدین، شیخ الشیوخ، حافظ القرآن المبین

حاجّ البلد الامین حضرت سیّد شاہ عبد اللطیف

المعروف بہ شاہ محی الدّین قادری

المشہور بہ حضرت قطبؔ ویلور قدس سرہ

ترجمہ:-

مولوی حافظ ابو النعمان بشیر الحق قریشی ادھونی

استاذ دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطبؔ ویلور

فصل الخطاب کی موجودہ قسط درج ذیل موضوعات ومباحث پر مشتمل ہے:-

- اسرار وحقائق کے دقیق معانی عامۃ الناس سے پوشیدہ رکھنا ضروری ہے۔
- علم باطنی کا حصول مرشد روحانی اور شیخ مربّی کے بغیر ناممکن ہے۔
- صوفیائے کرام کے بعض اقوال ظاہری شریعت کے خلاف معلوم ہوں تو ان کے لئے تاویلات اور احتمالات کی گنجائش ہے۔
- صوفیائے کرام کا انکار کرنے والا اور اولیائے عظام پر طعن کرنے والا سوء خاتمہ سے دوچار ہونے کا خوف ہے اور ان کے ساتھ بغض وعناد رکھنا بدبختی اور عذاب میں مبتلا ہونے کی نشانی ہے۔

دسواں مقدمہ

اسرار و حقائق کے دقیق معانی عوام سے پوشیدہ رکھنا ضروری ہے تاکہ یہ چیزیں انہیں تشکیک و انکار اور علماء صوفیہ کی تکفیر و تضلیل تک نہ پہنچا دیں۔ چنانچہ کلموا الناس الخ اور دعوا ما ینکرون کی حدیثیں اسی حقیقت کی نشان دہی کر رہی ہیں۔

سند العلماء مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی سورۃ النساء کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

اس سورۃ میں مقصود بیان یہ ہے کہ حقائق امور اُخرویہ، مباحث ذات و صفات، مسئلہ قضا و قدر، جبر و اختیار، توحید وجودی، توحید شہودی، مشاجرات صحابہ اور احکام شرعیہ کی حکمتیں جو لوگوں کی عقل و فہم سے بالاتر اور ان کی سمجھ بوجھ سے باہر ہے، ان مسائل کے بارے میں زیادہ سوالات کرنا نہایت قبیح اور مذموم ہے۔ اس لئے کہ لوگ (ان حقائق کے دقیق معانی نہ سمجھنے کی بناء پر) انکار کر بیٹھتے ہیں۔ ورنہ کم از کم (یہ مسائل و مباحث) اکثر کے ذہن میں تشکیک کا باعث ہوتے ہیں۔ حالانکہ ایمان ان چیزوں سے متعلق زیادہ تحقیق و تفتیش کرنے اور ان امور و مسائل کی کمیات و کیفیات کی تفصیلات جاننے پر موقوف نہیں ہے۔ اور یہی وہ خطرناک مرض ہے جو اس امت میں گمراہ فرقہ بندی اور عقائد میں بگاڑ کا باعث بن کر ایک عالم کے ایمان کو ہوا میں اُڑا دیا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے مذکورہ سورہ میں اس صورت حال (مذکورالصدر مسائل و اُمور میں تحقیق و تفتیش اور کثرت سوال و مباحثہ) کی قباحت بیان کی ہے تاکہ لوگ اس قسم کے مسائل میں الجھنے سے احتراز کریں اور گمراہی و ضلالت کے بھنور میں نہ پھنس جائیں۔

صاحب "اجلۃ التائید فی شرح ادلۃ التوحید" فرماتے ہیں :-

اہل باطن کا یہ فرمان کہ اسرارِ ربوبیت کا افشاء اور اظہار کفر ہے۔ اس خیال کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا گیا کہ ان معانی و حقائق اور دقائق تک عوام کے فہم کی رسائی نہیں ہو سکیگی، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت دی کہ جس کسی نے لوگوں کے روبرو ایسی نئی اور نامانوس بات کہہ دی جسے ان کا فہم اخذ نہ کر سکا تو یہ صورت حال بعض لوگوں کے لئے فتنہ ہو گی اور یہی چیز اولیائے کرام کے انکار اور بالخصوص ان کی تکفیر کا باعث ہو گی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک بعض علوم پوشیدہ صورت میں

جن سے عارف باللہ نفوس ہی واقف ہوتے ہیں، اور جب وہ ان علوم و معارف و حقائق کو اپنی زبانوں پر لاتے ہیں تو وہی لوگ ان علوم کا انکار کرتے ہیں جو اللہ کے تعلق سے مبتلائے فریب ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ علمائے سلف اہلِ استعداد ہی کو ان حقائق و معارف کی طرف رہنمائی کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے: جس نے یہ دولتِ علم کسی نااہل کو عطا کی تو گویا اس نے یہ نعمت ضائع کر دی، اور جس نے کسی صاحبِ استعداد سے اس نعمت کو چھپایا تو ظلم کیا۔ اور اس علم کے باب میں عوام کے نقصان اٹھانے کا سبب یہ ہے کہ جب وہ کسی حیثیت اور جہت سے سمجھ نہیں پا رہے ہیں تو وہ ان حقائق کو یا تو قبول کریں گے یا قبول نہیں کریں گے۔ اگر قبول نہ کریں تو اس علم کے عارفین کا انکار کریں گے اور بعض اوقات ان کے قتل اور ان کی تکفیر و اہانت پر جری و بے باک ہو جائیں گے۔ بیشتر عوام اسی نوع کے ہیں۔ اگر قبول کریں تو اس علم کی پہنائیوں کو سمجھ نہ سکیں گے اور کبھی اپنے لئے ربوبیت کا دعوے کریں گے اور کبھی اپنی ربوبیت کے زعم میں اباحیت اعمال کے مرتکب ہونگے۔ اس دعوے کے ساتھ کہ ان کے لئے ربوبیت حاصل ہے۔ نیز اس ادعا کے ساتھ کہ یہ امور ان کے اندر عموماً ظلمت و تاریکی کا باعث نہیں ہوتے۔ حالانکہ یہ تمام دعوے اور مزعومات بے سروپا اور گمراہی و باطل ہیں۔ بھلا انہیں الوہیت کیونکر حاصل ہو سکتی ہے جبکہ وہ اپنی ذات سے موجود نہیں بلکہ ان کا وجود غیر کا رہینِ منت ہے۔ اسی طرح وہ نفسِ وجود ہی نہیں ہیں۔ غرض وہ نہ تو اپنی شخصیتوں اور نفوس کے خالق ہو سکتے ہیں نہ زمین و آسمان کی تخلیق کے مالک بن سکتے ہیں۔ پھر بھلا ان کے اندر بظاہر جو جو اعمال قبیح اور شنیع ہیں کیونکر اثر انداز نہیں ہو سکتے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے ان اعمالِ شنیعہ کو اپنے نفس کی ظلمت و کثافت کے سبب خفیا کر لیا ہے۔ اگرچہ انہیں اس کا احساس و شعور نہیں ہے۔ اسی لئے محققین نے فرمایا:

ہر وہ حقیقت جس کو شریعت نے رد کر دیا ہو وہ باطل ہے اور ہر وہ شریعت جو اپنے عامل کو اپنے اسرارِ حقیقت کی طرف مائل نہ کرے وہ معطل اور بیہودہ ہے۔

امام ربانی مکتوبات کی جلد ثالث مکتوب ۹۵ میں اسرارِ الٰہیہ کے اخفاء سے متعلق فرماتے ہیں، اگر اس نظام کا تھوڑا حصہ جو اس بارگاہ سے مربوط ہے ظاہر کیا جائے، یا ایک اشارہ بھی جو ان معاملات سے، جو اس کارخانہ سے وابستہ ہے ظاہر کیا جائے تو شہ رگ کاٹ دی جائے اور گردن اڑا دی جائے۔ جب حضرت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' ان بعض علوم و معارف کے اظہار کے سلسلہ میں جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کئے تھے قطع البلعوم کہتے ہیں تو دوسروں کے تعلق سے کیا کہا جاسکتا ہے۔ حقائق و غوامض' اللہ کے اسرار ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے نہایت خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے' اور نا اہل اشخاص کو اس کے آس و پاس بھی پھٹکنے نہیں دیتا۔ حضرت خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات نے جو سارے عالموں کے لئے رحمت ہیں اپنے کمال معرفت اور وفور قدرت کی بناء پر یہ اسرار ابوہریرہ رضی وغیرہ کو عنایت فرمایا' اور فیض حاصل کرنے والوں کی استعداد اور قابلیت کا اندازہ کرتے ہوئے ان پوشیدہ موتیوں کو ان پر نچھاور کیا ــــ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں :-

اگر تو واقعی عاشق صادق ہے تو ان اسرار و رموز کو بر سر عام بیان نہ کر۔ کیا نہیں دیکھا غلبۂ سکر اور مستیٔ عشق سے سرشار ہو کر حلاج نے ایک راز فاش کیا جس کے سبب سولی پر چڑھایا گیا۔

یہی وہ محل ہے جس کے تعلق سے صاحب احیاء امام حجۃ الاسلام "ابواب مداخل شیطان" میں فرماتے ہیں:

عوام کا حق صرف یہ ہے کہ وہ ایمان لائیں اور اطاعت کریں اور اپنی عبادات میں اور اپنی معاش و روزگار میں مشغول رہیں' اور علم کو علماء کے لئے چھوڑ دیں پس ایک عامی اگر زنا یا چوری کرے تو اس کے لئے اس بات سے بہتر ہے کہ وہ علم میں گفتگو کرے پس بے شک جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے بارے میں اتقانِ علم کے بغیر گفتگو کرے تو وہ انجانے طور پر کفر میں مبتلا ہو جائیگا؛ اس کی مثال اس شخص کے مانند ہے جو تیرنا نہیں جانتا اور سمندر کی موج پر سوار ہو اور عقائد و مذاہب کے باب میں شیطانی مکائد کی کوئی حد ہی نہیں۔

گیارھواں مقدمہ

علم ظاہری بلکہ حجامت اور پارچہ بافی کا پیشہ بھی استاذ کے بغیر ہاتھ نہیں آسکتا تو علم باطنی کسی مرشد روحانی اور شیخ مزکی کے بغیر کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟

مثنوی

کس بعلم ظاہر ار حق بین بدی
فخر رازی رازدار دین بدی

اگر کوئی شخص صرف علم ظاہری سے حق بین اور حق شناس ہوسکتا تو امام فخر الدین رازی "رازدین" ہوتے۔

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی "الانتباہ فی سلاسل الاولیاء" میں شیخ تاج الدین سنبھلی

خلیفۂ خواجہ محمد باقی سے حکایت نقل کرتے ہیں کہ شیخ ابو علی دقاق قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا:

جو درخت کہ بذاتِ خود اگتا ہے اس کے لئے عموماً پھل نہیں ہوتا اور اگر پھل ہو بھی تو وہ بے لذت ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی سنت اور عادت اسی اصول وضابطہ پر چل رہی ہے کہ خارج میں ظاہری سبب موجود ہے جیسا کہ ظاہری توالد اور تناسل، والد اور والدہ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح معنوی توالد بھی ہے جس کا حاصل ہونا مرشد روحانی اور شیخ مربی کے بغیر دشوار اور مشکل ہے اور الرسالۃ المکیہ" میں ارشاد فرمایا: جس شخص کے لئے روحانی مرشد اور شیخ مربی نہ رہے تو شیطان ہی اس کا شیخ و مرشد ہے۔

شیخ برکۂ ہمدانی سے صاحب "نفحات" روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص تھا جس نے اپنے فرزند سے کہا تو ہمیشہ احمق ہی رہا۔ لڑکے نے کہا احمق کون ہوتا ہے اور احمقیت کیا ہے۔ باپ نے کہا جو صبح سویرے گھر سے باہر نکلے اور کہے کہ آج کے دن میں نے ایک خزانہ پالیا۔

محمد دھدار: حاشیۂ "نفحات" میں لکھتے ہیں:

اس حکایت سے مراد یہ ہے کہ جو بھی شخص طلب و جستجو کی زحمت اٹھائے بغیر اور کسی استاذ طریقت کی خدمت کئے بغیر خواہش و آرزو رکھے کہ صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کے درجات اور مراتب میں سے کسی درجہ اور مرتبہ پر فائز ہو جائے تو وہ احمق ہے۔ اولاً اس کو تو چاہئے کہ خود کو اس طلب و جستجو کے حصول کا اہل بنائے اور اپنے کو ورود فیض کے لائق بنائے اس کے بعد اس طائفہ کے درجات میں سے کسی درجہ پر پہنچنے کی امید و آرزو لئے ہوئے فضل الٰہی کا منتظر رہے اور یہی اصحاب ارادت کی پند و نصیحت ہے۔

ع ہیچ چیزے خود بخود چیزے نشد
ہیچ آہن خود بخود تیزی نشد
مولوی ہرگز نہ شد ملائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

کوئی بھی شئی خود بخود کسی شئی کا روپ اختیار نہیں کرتی اور کوئی بھی لوہا خود بخود کاٹنے والی دھار نہیں بنتا۔ مولوی نے جب تک شمس تبریزی کی غلامی اختیار نہ کی مولانائے روم نہ کہلا سکا۔

بارھواں مقدمہ

صوفیاء سے جو بھی منقول رہے اگر وہ ظاہری شریعت کے خلاف ہو تو اس کے لئے تاویلات اور احتمالات ہیں۔ مولانا باقر آگاہ مدراسی "ایقاظ الغافلین" میں فرماتے ہیں کہ امام یافعی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ صوفیائ

سے جو کچھ منقول اور منسوب ہے اگر وہ بادی النظر میں ظاہری شریعت کے خلاف معلوم ہو رہا ہے، تو اس کے لئے تاویلات اور احتمالات کی گنجائش ہے اول یہ کہ ہم ان اقوال کا انتساب صوفیاء کی جانب صحیح نہیں سمجھتے جب تک کہ کسی روایت صحیحہ سے ان کا ثبوت نہ ہو۔ دوم یہ کہ ثبوت ملنے کے بعد ان صوفیاء کی طرف سے ان اقوال کے لئے مناسب اور موافق تاویل تلاش کی جائے گی۔ آخر ش کوئی بھی احتمال، اور تاویل نہ پائی گئی تو یہ کہا جائے کہ شاید اہل باطن کے نزدیک ان اقوال کی تاویل ہو۔ سوم یہ کہ ان کا صدور صوفیاء سے جذب وسکر اور محو کی حالت میں ہوا ہوگا اور جذب وسکر کی بے خبری مباح غیر ماخوذ ہے کیونکہ آدمی اس حالت وکیفیت میں غیر مکلف ہے۔ پس ان مخارج ومحامل اور احتمالات کے بعد بھی صوفیاء کے ساتھ بدگمانی کرنا عدم توفیق سے ہوگا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے بے نصیبی، سوء قضا اور ہر قسم کی بلاؤں سے پناہ چاہتے ہیں۔

صاحب "تاریخ الخلفاء" شیخ جلال الدین سیوطیؒ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ عمر بن حفص کی روایت ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے مجھ سے فرمایا، جب تم کسی مسلمان سے کوئی ایسا جملہ اور کلمہ سنو جس کا تم اچھا احتمال نہ پاؤ تو اس کو کسی بری چیز پر محمول نہ کرو۔

امام ربانی شیخ احمد سرہندی مکتوبات جلد سوم ایک سو سترویں مکتوب میں رقمطراز ہیں:

اگر کسی سے کوئی ایسا لفظ صادر ہوا ہے جس کا ظاہری معنی علوم شرعیہ سے مطابقت نہیں رکھتا ہے تو قدرے غور وفکر کے ذریعہ اس کے ظاہری معنی کو دوسرے معنی کی طرف منتقل کردینا چاہیئے، اور کسی بھی مسلمان کو متہم نہیں کرنا چاہیئے۔ جب شریعت مطہرہ میں فحش اور بے حیائی پھیلانا اور کسی فاسق کو رسوا اور ذلیل کرنا حرام اور ناجائز ہے تو محض اشتباہ کی وجہ سے کسی مسلمان کو رسوا اور ذلیل کرنا کیونکر جائز ہوگا۔ اور یہ کونسی دینداری ہے کہ ایک شہر سے دوسرے شہر اس کی منادی کرتے پھریں، خیر خواہی اور دینداری کا تقاضہ تو یہ ہے کہ کسی شخص سے کوئی ایسا جملہ یا کلمہ صادر ہوا ہے جس کا ظاہری معنی علوم شرعیہ کے خلاف نظر آئے تو دیکھنا چاہیئے کہ اس کا قائل کون ہے۔ اگر کوئی ملحد اور زندیق آدمی ہے تو اس کا رد کرنا چاہیئے اور اس کی بات کی اصلاح میں کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ اور اگر اس کا کہنے والا کوئی مسلمان ہے اور اللہ ورسول پر ایمان رکھتا ہے تو اس کی بات کی اصلاح میں کوشش کرنا چاہیئے اور اس کے لئے

ایک صحیح احتمال اور تاویل تلاش کرنا چاہیئے۔

فقیہ علی مہایمی "المحاضر النصیحہ" میں فرماتے ہیں صوفیاء کے کلام کی تاویلات اور احتمالات بیان کرنا ایک عظیم ترین نیکی ہے جیسا کہ حلاج کے کلام میں امام غزالی اور امام رازی نے کیا۔ امام رازی نے بعض صوفیاء کے قول الشکر شرک (شکر گذاری شرک ہے) کی تاویل فرمائی اور شیخ شہاب الدین نے مظفر القریشی کے قول الفقیر لایحتاج الی اللہ (فقیر اللہ کی طرف محتاج نہیں ہوتا) کی تاویل فرمائی تاکہ لوگ ان کے اخلاق سے فائدہ اٹھائیں اور ان کے اعمال وافعال میں ان کی تقلید کریں۔ بسا اوقات ایسے کام کی برکت سے ان کے احوال کا کچھ اثر لوگوں میں سرایت کرتا ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ جس چیز کا علم نہیں اس کے متعلق فتویٰ دینے سے احتراز کرنا چاہیئے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء میں بعض بزرگوں سے یہ قول نقل کیا ہے۔ بے شک تم میں سے جو آدمی فتوے دینے میں سرعت اور تیزی دکھاتا ہے۔ وہ سرعت سے دوزخ کی طرف پہونچ رہا ہے۔

تیرھواں مقدمہ

صوفیائے کرام کے علوم و معارف کا انکار کرنے والا اور اولیائے عظام پر طعن و تشنیع کرنے والا اپنے آخری وقت میں سوء خاتمہ کے خوف کے سوا دوسری چیز نہیں رکھتا۔ اور ان بزرگ ترین حضرات کے ساتھ بغض و عداوت رکھنا ذلت وخواری اور عذاب وعقاب میں مبتلا ہونے کی علامت اور نفاق وبدبختی کی نشانی ہوگی۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی "کتاب الیواقیت والجواہر" میں لکھتے ہیں کہ شیخ مجدالدین فیروزآبادی مصنف القاموس (اللغت) نے فرمایا:

فہم وکشف میں صوفیاء کے بلند درجات و مراتب کے پیش نظر کسی بھی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے ظاہری خیال سے ان پر کوئی عیب لگائے اور ان کا انکار کرے۔ اس طائفہ کے کسی بھی فرد سے کوئی ایسی بات ہم تک نہیں پہنچی کہ بے شک اس نے انہدام دین سے متعلق کسی چیز کا حکم دیا ہو۔ اور نہ ہی کسی نے وضو سے منع کیا اور نہ ہی نماز سے روکا اور نہ ان کے علاوہ اسلام کے فرائض ومستحبات میں سے کسی بھی فرض اور مستحب سے منع کیا۔

اور فرماتے تھے صوفیائے کرام علوم کے درجات اور مقامات میں کبھی کبھی ایسے مقامات مجہولہ تک پہنچ جاتے ہیں جن کی وضاحت کتاب اللہ سے ہوتی ہے اور نہ سنت رسول سے لیکن اکابر علمائے باعمل اپنے حسن استنباط اور صالحین کے ساتھ حسن ظن کے

باعث ان کے اقوال اور ارشادات کو دقیق اور لطیف انداز سے قرآن و حدیث پر پیش کرتے ہیں لیکن ہر کوئی شخص ایسا نہیں ہوتا کہ جب کوئی کلام سنے جس کو وہ سمجھ نہیں پا رہا ہے تو انتظار اور توقف و احتیاط سے کام لے، بلکہ اس کے کہنے والے کے انکار کرنے اور عیب لگانے میں جلد بازی سے کام لیتا ہے، اور انسان جلد باز اور عجلت پسند پیدا کیا گیا ہے۔

نیز اسی میں رقمطراز ہیں کہ شیخ الاسلام مجد والدین فیروز آبادی لکھتے ہیں :-

اللہ تعالیٰ نے جس طرح اولیائے کرام کو کرامتوں سے سرفراز فرمایا جو کہ معجزات کی فرع ہیں، اسی طرح انہیں ایسی عبارتیں عطا کیا ہو جن کے سمجھنے سے ارباب فکر و نظر کی عقل عاجز ہے تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔

شیخ الاسلام مخزومی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ کسی بھی عالم کو صوفیاء کا رد اور انکار کرنا جائز نہیں جب تک کہ وہ خود ان کے طریقہ پہ نہ چلا ہو اور ان کے اقوال و افعال کو قرآن و حدیث کے خلاف نہ پایا ہو۔ اور لیکن ان کے اقوال و افعال کی اشاعت بہر انکار کرنا اور ان کو برا بھلا کہنا جائز نہیں۔ اور اس موضوع پہ تفصیل سے کلام کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ صوفیائے کرام کی تردید اور انکار کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کم از کم ستر امور سے واقف رہے جس کے بعد ہی اس کو انکار کرنا سہل ہوگا۔

ان امور میں سے یہ بھی ہے کہ وہ رسولوں اور ان کے مختلف درجات کے مطابق معجزات میں بصیرت رکھتا ہو اور ولیوں اور ان کے مختلف مراتب کے مطابق کرامتوں کی معرفت میں کمال رکھتا ہو اور ان پر ایمان رکھتا ہو۔ اور یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ بے شک اولیائے کرام بجز اس چند معجزوں کے جن کا استثناء کیا گیا ہے تمام معجزات میں انبیائے کرام کے وارث ہیں۔

ان امور میں سے یہ بھی ہے کہ وہ سلف اور خلف کی تمام کتب تفاسیر کا مطالعہ کیا ہو، تاکہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے اسرار سے معرفت حاصل رہے۔ اور ائمہ مجتہدین نے جن چیزوں سے استنباطات کیا ہے ان کی اساس اور بنیاد سے واقف ہو اور تفسیر و تاویل کو ان کے تمام شرائط اور ضوابط کے ساتھ جانتا ہو اور عرب کی بولیوں اور لغات کے عبر حقیقی معانی و مجازات اور استعارات کی معرفت میں تبحر و کمال رکھتا ہو تاکہ اس کی رسائی مقصد تک ہو سکے۔

ان امور میں یہ بھی ہے کہ وہ صفات خداوندی سے متعلق آیات کریمہ اور احادیث نبویہ کی معانی میں سلف اور خلف کی جو کتابیں رہی ہیں وہ اس کے مطالعہ

ہیں رہی ہوں اور اس چیز سے بخوبی واقف رہے کہ کس نے ظاہری معنی کو لیا ہے اور کس نے تاویل کی ہے اور ان میں ایک دوسرے سے کسکی دلیل راجح ہے۔

ان امور میں یہ بھی ہے کہ وہ اصولِ دین اور اصول فقہ کے علم اور ائمۂ کلام کے استنباطات کی بنیادوں سے پوری طرح واقف ہو۔

ان امور میں یہ چیز بھی انتہائی ضروری اور اہم ہے کہ وہ صوفیائے کرام کی اصطلاحات سے پوری طرح واقف اور باخبر ہو، جن سے یہ حضرات کلام کرتے ہیں۔ تجلی ذاتی وصوری ذات کیا ہے، ذات الذوات حضرات اسماء وصفات کی معرفت اور حضرات کے درمیان فرق و امتیاز، احدیت اور واحدیت کے درمیان فرق و امتیاز، ظہور وبطون، اور ازل وابد کے راز کی معرفت غیب وکون اور شہادت وشئوں کے عالم کی معرفت، اور ماہیت وحقیقت اور جذب ومحبت کے علم کی معرفت بکمال طریق احسن حاصل رہے اور یہ بصیرت بھی رہے کہ جذب وسکر میں کون صادق ہے امتیاز کر سکے تاکہ اس کے ساتھ نرمی کی جاسکے اور کون کاذب ہے تاکہ اس کا مواخذہ کیا جاسکے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت ساری چیزیں ہیں پس جو عالم، صوفیاء کی مراد ہی کو نہ جانتا ہو بھلا وہ کیونکر ان کے کلام کی شرح وبسط بیان کر سکتا ہے، یا ان مسائل کے اندر جن میں ان کی مراد کچھ اور ہے بھلا کیونکر وہ ان کی تردید کر سکتا ہے۔

نیز اسی میں رقمطراز ہیں شیخ عزالدین بن عبدالسلام فرماتے تھے، وہ چیز جو تمہاری رہنمائی کرتی ہے، وہ یہ کہ بے شک اہل طریقت قواعد شرعیہ ہی پہ قائم ہیں اور ان سے ہٹ کر نہیں ہیں۔ جو بھی کرامات اور خوارق عادات امور کا ظہور ان کے ہاتھوں سے ہوا ہے ان میں سے کوئی چیز بھی کسی ایک کے ہاتھ سے صادر نہیں ہوگی، اگرچہ کہ وہ علم کی انتہا پہ پہنچ جائے لیکن جب تک کہ ان کے طریقے پہ نہ چلا ہو۔

شیخ مجدالدین فیروزآبادی فرماتے تھے، کہ ارباب فکر ونظر کے لئے جائز نہیں کہ وہ صوفیائے کرام پہ اعتراض کرے۔ اس لئے کہ ان کے علوم ومعارف ارباب فکر ونظر کے علوم وفنون پہ فوقیت رکھتے ہیں اور شیخ محی الدین ابن عربی کی ذاتِ گرامی ان صوفیائے کرام میں سے ہے جن پہ جمال الٰہی سے حق منکشف ہوا۔ پس قیامت تک ان کے مواضع سجود انوار سے چمکتے رہیں گے اور جو شخص ان کے مثل بزرگ کو خطاکار کہنے یا کافر کہنے کے درپے ہوا تو یقیناً یہ چیز اس کی جہالت وحرمان نصیبی اور اس کی بے عقلی اور اس کے ضعف ایمان اور اس کی زبان کی بیہودہ گوئی سے بے پروائی کا نتیجہ ہے۔

احیاء: کتاب العلم کے آٹھویں باب میں امام غزالی نے کسی عارف باللہ کا یہ قول نقل کیا، جو فرماتے تھے:

جس کسی کو بھی اس طائفہ کے علم کا کچھ حصہ بھی نصیب نہیں ہوا تو اس کے سوء خاتمہ کا خوف ہے اور اس علم کا ادنیٰ حصہ یہ ہے کہ اس کی تصدیق کی جائے اور اس کے اصحاب کو تسلیم کیا جائے۔ اور یہ حقیقت بالکل اسی طرح ہے کہ اگر کوئی شخص علم شریعت حاصل کرنے میں منہمک و مشغول نہیں ہوا، تو اس کے گمراہ ہو جانے کا خوف ہے۔

اور مولانا اسمٰعیل دہلوی صراط مستقیم کے پہلے باب میں ثمراتِ طریق ولایت کے بیان میں لکھتے ہیں: طریق ولایت کے لوازمات میں سے یہ بات ہے کہ صاحب حال کے بدسگال دشمن پہ بدبختی اور عذاب کا ظہور ہوتا ہے اور یہی معنی ہیں اس روایت کے من عادیٰ ولیًا فقد اذنته بالحرب (جس کسی نے میرے دوست سے دشمنی وعداوت کی۔ اس کے لئے میری طرف سے اعلانِ جنگ ہے)

اور اولیائے انبیاء کے بیان میں لکھتے ہیں:

اگر خوب غور کیا جائے تو یہ حقیقت نمایاں ہوگی کہ ان بزرگوں کے امثال کے ساتھ الفت رکھنا محبت کرنے والے کے ایمان کا نشان اور اسکے متقی ہونے کی علامت ہے۔

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب

اور ان بزرگوں کے امثال کے ساتھ بغض وعناد، دشمنی کرنے والے کے نفاق کی علامت اور اسکے بدبخت ہونے کی نشانی ہے، اور اس حدیث میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے لا یحبه الا مومن تقی ولا یبغضه الا منافق شقی متقی و پرہیزگار مومن ہی اللہ کے ولی سے محبت کرے گا اور بدبخت منافق ہی اس کے ساتھ بغض وعناد رکھے گا۔

(جاری)

غایۃ التحقیق

تصنیف

قدوۃ السالکین سلطان المرشدین شیخ الشیوخ
حاجی الحرمین حافظ القرآن حضرت مولٰنا
محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری نقوی
المعروف بہ حضرت قطبِ ویلور قدس سرہٗ

ترجمہ وتلخیص :-
مولوی حافظ ابو النعمان بشیر الحق قریشی دھونی
استاذ دار العلوم لطیفیہ

۱۸

سوال ۹

اظہار و بیان اصطلاحات عرفاء ذوی الاحترام بر ذات عالم متبحر و شیخ مستقل موقوف است یا نہ؟

جواب ۹

سوال نہم آنکہ در اہل سنت و جماعت صوفیہ صافیہ کہ برگزیدہ انام و بقیہ اسلاف کرام اند برائے تشویق و تفہیم و تربیت و تعلیم از بطون قرآن مجید و احادیث شریف بلکہ از ظواہر ان استنباط و استخراج نمودند چہ در سلوک و معاملات و چہ در حقائق و مکاشفات اصطلاحات بسیار مقرر کردند، و جرائد و دفاتر محرر نمودند۔ چنانچہ ائمۂ مجتہدین و صنادید علماء متبحرین در اصطلاحات علوم دین مثل تفسیر و حدیث و اصول و فقہ و ادوات آں ہمچو نحو و صرف و اشتقاق و معانی و بیان و غیر ان صحائف کثیرہ و دواوین بسیطہ و قصیرہ تصنیف و تالیف کردہ اند و ہیچ ذو دین این را بدعت مذموم نخواہد گفت۔ اگر ست بدعت واجب و مندوب خواہد بود کما صرح بہ

سوال ۹

صوفیائے ذوی الاحترام کی اصطلاحات کی تشریح اور توضیح، عالم متبحر اور مرشد مستقل کی ذات پر موقوف ہے یا نہیں۔؟

جواب ۹

نویں سوال کا جواب یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت میں صوفیہ صافیہ جو کہ برگزیدۂ انام اور اسلاف کرام کا بقیہ نمونہ ہیں، انہوں نے تعلیم و تربیت، اور ذوق و شوق پیدا کرنے کے لئے قرآن کریم اور احادیث کے غوامض و دقائق ہی سے استنباط نہیں کیا بلکہ ان کے ظواہر سے بھی استخراج کیا ہے۔ اور کیا سلوک و معاملات اور کیا حقائق و مکاشفات دونوں ہی باب میں بہت ساری اصطلاحات مقرر کی ہیں اور کئی تصنیفات و تالیفات تحریر کی ہیں جیسا کہ ائمہ مجتہدین و جلیل القدر علمائے متبحرین نے علوم دین جیسے تفسیر، حدیث، اصول، فقہ اور ان کے علوم آلیہ مثلاً نحو، صرف، اشتقاق، معانی اور بیان وغیرہ کی اصطلاحات کے بارے میں متعدد چھوٹی بڑی کتابیں مرتب اور تصنیف کی ہیں اور کسی دین آشنا نے اس کو قابل ملامت بدعت نہیں گردانا ہے۔ اگر بدعت ہی ہے تو اس کو بدعت واجبہ

الائمۃ فی تقسیم البدعۃ کذا فی ایقاظ الغافلین لمولوی محمد باقر آگاہ۔

علم ظاہر و اصطلاحات آں بلکہ علم حیاکت و حجامت بے استاد بدست نمی آید، پس علم باطن و اصطلاحات آں بے شیخ چگونہ میسر گردد، ہر مردے و ہر کارے مثل مشہور ہست۔ مثنوی

ے کس بعلم ظاہر ار حق بیں بدی
فخر رازی راز دارِ دیں بدی

مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی در انتباہ: از شیخ تاج الدین سنبھلی کہ خلیفہ خواجہ محمد باقی ہست حکایت می کند کہ قال الشیخ ابو علی الدقاق قدس سرہ الشجرۃ التی تنبت بنفسہا لاتثمر لماوان کان لہا ثمر تکون بغیر لذۃ وسنتہ اللہ تعالیٰ جاریۃ علیٰ انہ لابد من السبب فکما ان التوالد والتناسل الصوری لا یحصل بغیر الوالد والوالدۃ کذلک التوالد المعنوی حصولہ بغیر المرشد متعذر و قال فی الرسالۃ المکیۃ من لاشیخ لہ فالشیطان شیخہ۔ انتہی۔

اور مندوب ہونا چاہئے۔ جیساکہ بدعت کی تقسیم میں ائمۂ کرام نے اسکی تصریح کی ہے۔ اسی طرح مولوی محمد باقر آگاہ نے ایقاظ الغافلین میں بیان کیا ہے۔

علم ظاہر اور اس کی مصطلحات بلکہ پارچہ بافی اور نائی کا پیشہ بھی استاد کے بغیر ہاتھ نہیں آتا تو پھر علم باطن اور اسکی اصطلاحات سے علم و آگہی بغیر مرشد کے کیونکر میسر ہوسکتی ہے۔ لکل فن رجال ہر مردے و ہر کارے مثل مشہور ہے۔

مثنوی ے اگر کسی شخص کو محض علم ظاہری سے خدا شناسی نصیب ہوسکتی تو امام رازی دین کے رازدار ہوتے۔

"انتباہ" نامی کتاب میں مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی شیخ تاج الدین سنبھلی خلیفہ خواجہ محمد باقی سے حکایت کرتے ہیں کہ شیخ ابو علی الدقاق قدس سرہ نے فرمایا:- جو درخت بذات خود اگتا ہے اس کے لئے پھل نہیں ہوتا۔ اگر پھل ہو بھی تو وہ بدمزہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی سنت و عادت بھی اسباب کے وجود اور لزوم پر جاری ہے جیسا کہ ظاہری توالد و تناسل والدین کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی طرح ولادت معنوی کا حصول بھی بغیر مرشد کے دشوار اور مشکل ہے اور الرسالۃ المکیہ میں فرماتے ہیں، جس شخص کا کوئی مرشد و مربی نہیں، شیطان اس کا مرشد ہے۔

و جہالت از اصطلاحاتِ صوفیہ سببی است از اسباب طعن طاعناں صاحب نفحات در احوالِ شیخ می فرماید کہ سبب طعن طاعناں یا تقلید و تعصب است یا عدم اطلاع بر مصطلحات وی یا غموض معانی و حقایقی کہ در مصنفات خود درج کردہ است انتہی یا حمل کلام بر معنی مشترک و ملتبا در کمانی حاشیۃ النفحات طبع دھرار۔ ازیں بیان ہویدا کردید کہ برائے تعلم اصطلاحات عرفا شیخ علم باطن باید۔ چنانچہ برائے تعلم اصطلاحات علماء استادِ علم ظاہر باید۔

سوال نمبر ۱۰

معانی آیہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید، وان اللہ علی کل شیئ محیط وحدیث خلق الانسان علی صورتہ وغیرہا و ماوراء تاویلات کتب اعتقادی کہ نزد عرفاء متحقق است بجا است یا نہ ؟

جواب ۱۰

سوال دہم آنکہ معانی آیہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید وکریمہ ان اللہ علی کل شیئ محیط وحدیث شریف ان اللہ خلق

طعنہ زن افراد کی تشنیع اور طعن کے اسباب میں سے ایک سبب صوفیاء کی اصطلاحات سے لاعلمی اور عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔

صاحب نفحات " شیخ ابنِ عربی کے حالات میں فرماتے ہیں، ناقدین کی تنقید اور تشنیع کا سبب تقلید اور تعصب ہے، یا صوفیاء کی اصطلاحات سے لاعلمی و ناآشنائی ہے۔ یا پھر ان حقائق و معانی کی باریکیاں اور پیچیدگیاں ہیں جو ان حضرات نے اپنی تصانیف میں بیان کی ہیں۔

یا اس طعن و تشنیع کا باعث صوفیاء کے کلام کو معنی مشترک یا قریب الفہم معنی پر حمل و انطباق ہے۔

سوال نمبر ۱۰

آیت نحن اقرب الیہ من حبل الورید اور ان اللہ علیٰ کل شیئ محیط اور حدیث خلق الانسان علی صورتہ وغیرہا اور کتب اعتقادی کی تاویلات جو صوفیائے کرام کے نزدیک متحقق اور ثابت ہیں، وہ صحیح ہیں یا نہیں ؟

جواب ۱۰

دسویں سوال کا جواب یہ ہے کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید اور ان اللہ علیٰ کل شیئ محیط کی آیت اور حدیث شریف ان اللہ خلق

آدم علی صورتہ وغیرہا کہ اہل باطن باوجود
تسلیم معانی اہل ظاہر قائل آنہا اند بجا
است و شریعت غرّا رد آنہا نمی کند
ولیکن افہام عوام از فہم آنہا قاصر اند
کما مر فی الجواب الخامس والسابع۔

سوال ۱۱

حدیث انا من نور اللہ و
کل شیئ من نوری وانا
عرب بلا عین وانا احمد بلا میم وغیرہا
صحیح اند یا نہ ؟

جواب ۱۱

سوال یازدہم انکہ حدیث انا
من نور اللہ وکل شیئ من نوری را بعضے از
عرفاء درکتب خود بقلم آوردہ و صاحب
فیض عام درصفحہ چہل ونہم معنی آں را
حوالہ قلم ایں چنیں نمودہ است ' یہ یہی
جاننا چاہیئے کہ مراد اس حدیث سے یہ ہے کہ ظہور
سرور عالم کا اللہ کے نور سے ہے لیکن نہ بطریق
تجزی وانتقال واستحالہ کے۔کیونکہ یہ
صفات اجسام کثیفہ کے ہیں۔نہ بیچون و
بےچگونہ کے بلکہ بطریق فیض کے ہے جیسا
ظہور شخص کا آئینہ میں دیکھو تو شخص اپنی

آدم علی صورتہ اور ان کے علاوہ دیگر آیات
واحادیث کی بابت صوفیا وکرام اہل ظاہر
کے بیان کردہ معانی کو تسلیم کر لینے کے ساتھ
ساتھ جن معانی کے قائل ہیں وہ صحیح اور درست
ہیں اور شریعت انکی تردید نہیں کرتی ہے لیکن ان
معانی کو سمجھنے سے عوام کی عقلیں قاصر ہیں جیسا
کہ پانچویں اور ساتویں جواب میں ذکر کیا گیا ہے۔

سوال ۱۱

انا من نور اللہ وکل شیئ من نوری وانا عرب
بلا عین وانا احمد بلا میم کی حدیثیں صحیح ہیں یا نہیں؟

جواب ۱۱

گیارھویں سوال کا جواب یہ ہے کہ بعض صوفیاً
نے اپنی تصانیف میں حدیث انا من نور اللہ وکل شئ
من نوری کو نقل کیا ہے اور صاحب فیض عام
نے اس کا معنی ومفہوم صفحہ ۴۹ میں اسطرح
بیان کیا ہے :۔

یہ یہی جاننا چاہئے کہ مراد اس حدیث سے
یہ ہے کہ ظہور سرورِ عالم کا اللہ کے نور سے ہے لیکن
نہ بطریق تجزی وانتقال واستحالہ کے۔کیونکہ یہ
صفات اجسام کثیفہ کے ہیں' نہ بےچون وبے
چگونہ کے بلکہ بطریق فیض کے ہے جیسا ظہور شخص
کا آئینہ میں دیکھو تو شخص اپنی ذات اور صفات

ذات اور صفات پر جیسے کا تیسا باقی
ہے۔ پھر ظہور اس کا جو آئینہ میں ہوا ہے
سو محض بطریق فیض کے ہے نہ بطریق
تجزی و استحالہ و انتقال کے پس نسبت
اس شخص کی عکس کے ساتھ عینیت کی بھی ہے،
غیریت کی بھی۔ ویسا ہی سرورِ عالم کی نسبت
کو اللہ کے ساتھ جاننا چاہیئے۔ انتہیٰ

ہرچند سند ایں حدیث بلفظہ در کتب
قدماء عارفان و محدثان یافتہ نشد اما قیصری
مضمون ایں حدیث بصیغۂ دیگر در فصل
ثامن مقدمہ شرح فصوص آوردہ است
حیث قال علیہ السلام اول ما خلق اللہ
نوری واراد العقل کما یؤیدہ قولہ اول ما خلق اللہ تعالیٰ العقل

و شیخ الہند عبدالحق محدث
دہلوی نیز ایں حدیث را بصیغۂ دیگر بجیزے
تبدل در اول جلد مدارج رقم فرمودہ است
کہ ہمہ اشیاء مظاہر آں نور و مجلای آں
ظہور اند۔ قول وے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
انا من نور اللہ والمومنون من نوری و
فی روایۃ من نور اللہ والمومنون منی،
اشارت بآں است و تخصیص بمومنین
اتفاقی و بموافقت مقام است، و چوں
نزول کرد بوجود کونی پیدا کردہ شد

پر جیسے کا تیسا باقی ہے۔ پھر ظہور اس کا جو
آئینہ میں ہوا ہے سو محض بطریق فیض
کے ہے نہ بطریق تجزی و استحالہ و
انتقال کے۔ پس نسبت اس شخص کی عکس
کے ساتھ عینیت کی بھی ہے۔ غیریت
کی بھی۔ ویسا ہی سرورِ عالم کی نسبت کو
اللہ کے ساتھ جاننا چاہیئے۔ انتہی۔

اس حدیث کی سند ان الفاظ کے ساتھ
اگرچہ کہ محدثین و عارفین سلف کی تصانیف
میں مل نہ سکی لیکن قیصری نے اس حدیث کے
مضمون کو دوسرے الفاظ میں شرح فصوص کی
آٹھویں فصل میں حوالۂ قلم کیا ہے۔

چنانچہ لکھا ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے،
پہلی چیز جو خدا نے پیدا کی وہ میرا نور ہے اور آپؐ
نے نور سے عقل مراد لی ہے چنانچہ اسکی تائید آپ
کے اس ارشاد سے ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی اولین تخلیق
عقل ہے۔ شیخ الہند عبدالحق محدث دہلوی نے بھی
مدارج کی پہلی جلد میں اس حدیث کو کسی قدر تغیر کے
ساتھ نقل کیا ہے کہ تمام اشیاء اسی نور کے مظاہر
اور تجلیات ہیں۔

آپ کا ارشاد ہے میں اللہ تعالیٰ کے نور سے
ہوں اور مومنین میرے نور سے ہیں، اور دوسری

بوساطت وسے عقول ونفوس ولوح و قلم وعرش وکرسی و افلاک وکواکب و ارکان ومعادن ونباتات وحیوانات و انسان کہ نسخہ جامعہ حقائق کونیہ ہست، انتہی۔

و حدیث انا احمد بلا میم را نیز بعضے از بزرگاں درکتب خود ہا آوردہ و معنی آں موافق شریعت غرّا بیان نمودہ اند۔ ولیکن ایں حدیث درکتب معتبرۂ صوفیہ ومحدثین یافتہ نشد۔ وحدیث اَنَا عَرَبٌ بلا عین اصلی ندارد۔

معہذا درلفظ عرب حرف با غیر مشدد است و در رب مشدّد پس نسبت ایں حدیث بجناب افصح العرب والعجم غلط بود اگرچہ بعضے عرفاء معنی آں را موافق شریعت بقلم آوردہ اند۔

(جاری)

روایت یوں ہے من نور اللہ والمومنون منی۔ یہ اسی حدیث کی طرف اشارہ ہے اور مومنین کے ساتھ تخصیص وتقیید اتفاقی اور مقتضائے حال کے موافق ہے۔

اور جب نورِ الٰہی نے اپنے تکوینی وجود کے اعتبار سے تنزل فرمایا تو اس کی وساطت سے عقول، نفوس، لوح، قلم، عرش، کرسی، افلاک، کواکب، ارکان، معادن، نباتات، حیوانات، اور انسان پیدا ہوئے۔ مذکورہ امور میں انسان تمام حقائق کونیہ کا جامع نسخہ ہے۔ نیز بعض بزرگوں نے حدیث انا احمد بلا میم کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کا معنی شریعت مطہرہ کے موافق بیان کیا ہے لیکن مستند صوفیاء اور محدثین کی کتابوں میں یہ حدیث نہیں پائی گئی۔

اور حدیث انا عرب بلا عین کی کوئی اصل نہیں ہے، اس کے علاوہ بھی لفظ عرب میں حرف "ب" غیر مشدد اور رب میں مشدد ہے۔ لہٰذا افصح العرب والعجم کی جانب ایسی حدیث کی نسبت کرنا غلطی ہوگی۔ اگرچہ کہ بعض صوفیاء نے اسکے معنی بھی موافق شریعت بیان کیا ہے۔

(جاری)

حیاتِ جاودانی

از: فضیلت مآب حضرت مولنا ابو الحسن صدر الدین
سیّد شاہ محمد طاہر صاحب قادری دامت برکاتہم بی اے
ناظم دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

حمد وثنا اس ذاتِ ذو الجلال والاکرام کے لئے ہے جو خالق کائنات ہے۔ دُرود وسلام اس رسولِ اکرم حبیبِ اعظم پر جو رحمۃ للعالمین ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرماکر بلند و بالا مرتبہ عطا کیا اور کثرتِ علم سے سرفراز فرمایا جو کسی بشر کو حاصل نہیں ہوا۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے: جب ماں کے پیٹ میں بچہ قرار پاتا ہے، تو پہلے چالیس دن نطفہ کی صورت میں ہوتا ہے اور پھر چالیس دن علقہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ پھر بعد چالیس دن کے خون کی بوٹی کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس وقت اللہ کے حکم سے ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے تاکہ اس میں رُوح پھونکے اور اس کے بعد پھر چار باتیں لکھنے کا حکم ہوتا ہے۔ اوّل اس کا رزق۔ دوسری اس کی عمر۔ تیسری آیا کہ وہ جنتی ہے۔ چوتھی آیا کہ وہ دوزخی ہے۔ چنانچہ وہ اپنی عمر میں ایسے اعمال وافعال انجام دیتا ہے جو جنتیوں کے اعمال جیسے ہوتے ہیں اور پھر آخر عمر میں تقدیر کا لکھا غالب آتا ہے اور وہ دوزخیوں کے اعمال جیسے کرنے لگتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے یا پھر وہ شخص دوزخیوں جیسے اعمال کرنے لگتا ہے اور اپنی آخری عمر میں جنتیوں کے جیسے اعمال کرنے لگتا ہے اور وہ جنت میں داخل کیا جاتا ہے۔ اس طرح آخر کار تقدیر کا لکھا غالب آتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے
کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مسلمان پر مسلمان کے پانچ حقوق ہیں :-
اول یہ کہ کسی مسلمان کو دیکھیں تو سلام
کریں یا کوئی اسے سلام کرے تو اس کا جواب دے،
دوسرا یہ کہ اگر کوئی دعوت دے تو اسکی دعوت
کو قبول کرے۔ تیسرا یہ کہ اگر کوئی بیمار ہو جائے
تو اس کی عیادت اور مزاج پرسی کی جائے۔
چوتھا یہ کہ اگر کوئی چھینکے تو سننے والا
یرحمك الله کہے۔ اور پانچواں یہ کہ اگر کوئی
انتقال کر جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھے،
اور جنازہ کے ساتھ چالیس قدم جائے۔

ایکمرتبہ حضور پر نور نبی کریم نے
حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت
کیا۔ اے جبرئیلؑ! کیا کبھی تمہیں دنیا میں
کسی فوری کام کے لئے آنا ہوا تھا؟
حضرت جبرئیل نے عرض کیا۔ ہاں یارسول اللہ
ایسا چار مرتبہ مجھے بڑی عجلت کے ساتھ دنیا
میں آنا ہوا۔ پہلی مرتبہ جب حضرت ابراہیم
خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آتش کدہ
نمرود میں پھینکا جارہا تھا اس وقت میں،
عرش الٰہی کے نیچے تھا۔ حکم الٰہی ہوا کہ میں
فوراً زمین پر پہنچوں اور اس آتشکدۂ نمرود
کو گلزار بنا دوں اور اس طرح سے حضرت
ابراھیم خلیل اللہ کی حفاظت کروں۔
دوسری مرتبہ جب حضرت ابراھیم
خلیل اللہ نے اپنے لخت جگر حضرت اسمٰعیل
ذبیح اللہ کی قربانی دینی چاہی تو اس وقت
میں عرش الٰہی کے نیچے تھا حکم الٰہی ہوا کہ میں
فوراً زمین پر جاؤں اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام
کے گلے پر چھری پھر جانے سے پہلے انہیں
بچالوں تو میں فوری طور پر پہنچا اور چھری
کو پلٹ دیا اور وہ اپنا کام نہ کر سکی۔
تیسری بار۔ یارسول اللہ، میں جب
عرش الٰہی کے نیچے تھا تو حکم الٰہی ہوا کہ حضرت
یوسف علیہ السلام کے بھائیاں انہیں کنوئیں
میں ڈالنے سے پیشتر میں وہاں پہنچ جاؤں اور
کنوئیں سے پتھر نکال کر اس پر انہیں بٹھا دوں،
چنانچہ میں فوری طور پر پہنچا اور یہ کام انجام
دیا۔
چوتھی بار۔ جب غزوۂ احد میں آپ کے
دندان مبارک شہید ہوئے اس وقت بھی میں
عرش الٰہی کے نیچے تھا۔ حکم الٰہی ہوا آپ کے دندان
مبارک کا خون زمین پر گر جانے سے قبل اپنے

ہاتھوں میں لے لوں۔ چنانچہ اس موقعہ پر بھی میں فوراً زمین پر پہنچا اور آپ کا خون نیچے گرنے سے قبل اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان تھا، اگر آپ کے دندان مبارک کا خون زمین پہ گر جاتا تو زمین بنجر ہو جاتی اور اس کے اندر کوئی چیز نہ اگتی۔

ایکمرتبہ نورِ مجسم حبیب کبریا، سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا، اے جبرئیل تم کتنی دیر میں زمین سے عرش تک پہنچ سکتے ہو؟ حضرت جبرئیل نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرا ایک قدم زمین پہ، اور دوسرا قدم آسمان پہ بس میں پہنچ جاتا ہوں۔

یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا دیکھیں کہ آپ کیسے پہنچتے ہیں۔ حضرت جبرئیل پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں کہ عرش کا پردہ ہل رہا ہے۔ آواز آئی کہ اے جبرئیل! پردہ ہٹاؤ۔ آپ نے پردہ ہٹایا تو کیا دیکھ رہے ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں۔ حضرت جبرئیل فرمانے لگتے ہیں یا رسول اللہ! یہ معاملہ تو آپ جانے اور رب تعالےٰ جانے۔

مولانا رضا خاں صاحب بریلی اپنی تصنیف لطیف میں رقمطراز ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مرتبہ جسمانی معراج حاصل ہوئی اور بیس مرتبہ عالم رُویا میں عرش و کرسی و جنت اور آسمانوں کی سیر فرمائی۔

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرنا چاہا تو اپنا عمامہ حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے سر پہ رکھا۔ اس وقت ان کی عمر چار سال تھی۔ حضرت بی بی فاطمہ رضؓ کیا دیکھتی ہیں کہ آسمانوں پہ کیا کچھ چل رہا تھا، انہیں جنت کے مناظر اور زمین کے اندر کے خزانے وغیرہ اور اپنے آگے پیچھے، اور دائیں بائیں ساری چیزیں نظر آ رہی ہیں۔ حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم وضو سے فارغ ہوکر جیسے ہی اپنے عمامہ کو آپ کے سر سے اٹھا لیتے ہیں تو یہ تمام چیزیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کو قیامت تک آنے والے واقعات اور حالات کا علم عطا فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو کثرت علم عطا فرمایا کسی اور بشر کو عطا نہیں کیا۔ آپ کے علم اور دیگر انبیائے کرام اور اولیائے عظام کے علم میں وہی مناسبت ہے جو ایک مشکیزے میں بھرے ہوئے پانی اور اس کے منہ کو رسی سے

باندھنے کے بعد جو تری اور بھیگا پن ظاہر ہوتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بھرے ہوئے مشکیزہ میں پانی کی طرح ہے تو دیگر مخلوقات کا علم اس تری اور بھیگے پن کے مثل ہے، جو مشکیزہ کے منہ پر ظاہر ہوتا ہے۔

(تحفۃ المرسلہ الی النبیؐ)

حضرت شاہ محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری المعروف بہ حضرت قطب ویلوریؒ نے اپنی شاہکار تصنیف "جواہر السلوک" میں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت سے متعلق یہ لکھا ہے کہ ارباب فکر و نظر کے علم کی جہاں انتہا ہے وہاں سے اولیاء اللہ کے علم کی ابتداء ہوتی ہے۔ اور جہاں اولیاء کے علم کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے انبیائے کرام کے علم کی ابتداء ہے اور جہاں انبیائے کرام کے علم کی انتہا ہے وہاں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی ابتداء ہے اور آپ کے علم کے سمندر کی کوئی حد اور انتہا ہی نہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے متعلق خود زبان نبوت کا یہ ارشاد گرامی ہے مجھے اولین و آخرین کا علم عطا کیا گیا۔ نیز فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علی کرم اللہ وجہہٗ اس کا دروازہ ہیں۔

علمائے امت جو مقام ولایت پر فائز رہے ہیں وہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے سیراب ہوئے ہیں۔ اور یہ سلسلہ تا قیام قیامت جاری و ساری رہے گا۔ چنانچہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میری روحانی تربیت براہ راست حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور مجھ پر اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم ترین احسان ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ میرے والد اور مرشد حضرت شمس محمد بن ابی حمائل حالت بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار فرماتے تھے اور جب بھی آپ کی خدمت میں کوئی شرعی مسئلہ پیش ہوتا تو فرماتے تھے کہ پہلے میں اس مسئلہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتا ہوں پھر کچھ دیر تک سر جھکائے رہتے اور اس کے بعد سر اٹھاتے اور کہتے کہ اس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا۔

حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی کو اللہ تعالیٰ نے جب پیدا فرمایا،

تو آپ کی صحبت کے لئے ایکہزار اولیاء واتقیاً کو پیدا فرمایا۔ اور آپ کو تمام اولیائے کرام کا سردار اور سرتاج بنایا۔ آپ صاحب کشف و کرامات تھے۔ بے شمار کرامتیں آپ کی زندگی میں ظہور پذیر ہوئیں اور آج بھی آپ کے فیوض و برکات اور تصرفات کا سلسلہ جاری وساری ہے۔

حضرت سید شاہ ابو الحسن محوی قادری ویلوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "بیعت غائب و حاضر" میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابو الحسن علی القرشی نے فرمایا:

"میں نے چار ایسے اولیاء اللہ کو دیکھا جو اپنی قبروں میں اس طرح تصرف فرما رہے ہیں جس طرح اپنی حیات میں تصرف فرماتے تھے۔ اول شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، دوم شیخ معروف کرخیؒ۔ سوم شیخ عقیلؒ۔ چہارم شیخ ابن قیس رضی اللہ عنہم۔

حضرت غوث الثقلین کی نوک قلم سے کئی ایک معرکۃ الآراء بلند پایہ علمی اور عرفانی تصانیف معرض وجود میں آئیں اور آپ کی مجلس وعظ میں ستر ستر ہزار آدمی شریک ہوا کرتے تھے اور آپ کے مواعظ حسنہ کا اثر لوگوں پر عجیب ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت غلام محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقی علیہ الرحمہ ویلوری نے بعد فراغت نماز اللہ کے دربار میں عجز وانکسار کے ساتھ یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ جو بھی میرے جانشین وسجادہ نشین ہوں گے انہیں تو قطبیت کے درجہ پہ فائز فرما۔

اسی شب محبوب سبحانی غوث صمدانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ خواب میں بشارت دیتے ہیں کہ اے میرے فرزند اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعا قبول فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں آپ کو یہ علم عطا فرمایا کہ کہاں بغداد اور کہاں ویلور حضرت ذوقی علیہ الرحمہ دعا کرتے ہیں تو آپ معلوم کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قبولیت سے بھی معلوم کراتے ہیں اور اسی شب خوشخبری بھی دیتے ہیں۔

حضرت غلام محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقی ویلوری سے مولانا روم کے ابیات کی تشریح پوچھی جاتی تو آپ کچھ دیر کے لئے اپنے سر کو جھکا لیتے اور سر اٹھاتے ہوئے فرماتے کہ مولانا روم نے ان ابیات کا یہ معنی بتلایا ہے' کہاں ویلور اور کہاں مولانا جلال الدین رومی کا مزار مبارک، حضرت ذوقی مراقب ہوتے ہیں'

اور صاحب کتاب کی رُوح سے مطالب اخذ کرتے ہیں۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال سے ستر سال قبل یہ پیشین گوئی کی کہ یہاں ایک بچہ پیدا ہوگا جو مجھ سے تربیت حاصل کرے گا۔ چنانچہ اسی طرح آپ کے وصال کے ستر سال بعد حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے اور حضرت موصوف سے باطنی تربیت حاصل کی۔ مولانا جلال الدین رومی نے اپنی مثنوی میں لکھا ہے کہ حضرت ابوالحسن خرقانی کا یہ معمول تھا کہ آپ ہر روز صبح کے وقت حضرت بایزید بسطامی کی مزار پر تشریف لے جاتے اور چاشت کے وقت تک کھڑے رہتے۔ حضرت بایزید کی روح پر فتوح ایک مثالی شکل میں نمودار ہوتی اور ایسا تصرف فرماتی کہ آپ اپنے اشکالات ابھی پیش بھی نہیں کرتے کہ خود بخود آپ کے قلب و ذہن سے شکوک کا ازالہ ہو جاتا اور حقائق منکشف ہو جاتے۔

حضرت مولانا رکن الدین محمد سید شاہ ابوالحسن قادری قربی ویلوری علیہ الرحمہ اور بعد ازاں حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقی ویلوری علیہ الرحمہ نے اپنے بعد آنے والے پانچ پشت کے حالات مراقبہ سے معلوم فرمایا اور حضرت مولانا رکن الدین سید شاہ محمد قادری ویلوری علیہ الرحمہ کی پیدائش پر تہنیت نامے بھی لکھے ہیں اور اس کا ذکر حضرت شاہ محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری المعروف بہ قطبؒ ویلور علیہ الرحمہ نے اپنے مکتوبات میں ذکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب امت محمدیؐ کو یہ علم اور شرف عطا فرمایا ہے تو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و فضل، شرف و بزرگی اور مرتبہ و مقام کا کیا کہنا۔ آپ کو تو سارے انبیاء اور اولیأ اور ساری مخلوقات میں افضل و اعلیٰ اور ممتاز و برگزیدہ فرمایا ہے اور ان سب بزرگوں کے علمی و روحانی زرین کارنامے زندۂ جاوید ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان برگزیدہ ہستیوں کو بھی زندۂ جاوید بنایا ہے اور انہیں حیاتِ جاودانی حاصل ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عمل صالح

از
جناب سید شاہ عثمان قادری عرف فصیح پاشاہ بی کام (حیدرآبادی)
نائب ناظم
دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

حضور اکرم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جس دین اسلام پہ چلنا سکھایا اس پہ ثابت قدمی سے چلنے کے لئے قرآن کریم ہے جو اللہ کا کلام ہے۔ اور حدیث شریف ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں۔ اگر مسلمان ان دونوں کی پیروی کریں تو ضرور فلاح پائیں گے۔ اور مزید آپ نے یہ بھی کہا کہ اگر کوئی میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کی بھی پیروی کرے تو فلاح پائے گا بایھم اقتدیتم اھتدیتم

آپ سے قبل بھی کئی پیغمبر اور رسول آئے مگر اس دنیائے فانی سے ان کے رخصت ہونے کے بعد ان کی امت نے ان کی پیروی چھوڑ دی اور گمراہ ہو گئے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے آپ کے بتائے ہوئے "الصراط المستقیم" کو مضبوطی سے پکڑا اور اسی پہ عمل پیرا رہے۔ اگر کسی چیز کا ثبوت قرآن و حدیث میں نہ پاتے تو سب مل کر بہت ہی غور و فکر کے بعد ایسی راہ نکالتے جو قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہو۔ اس طرح اصحاب کرام نے امّت کے لئے بڑی سہولتیں صراط مستقیم کے باب میں پیدا کر دیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی کرنے اور ہر دو دنیاؤں میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے عمل صالح اختیار کرنا ہوگا۔ انسان کو تمام چیزوں کی آزادی دی گئی ہے اور اس پہ اتنا ہی بوجھ ڈالا گیا ہے جتنا کہ وہ برداشت کر سکے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا قرآن میں اللہ نے جابجا عمل صالح کی تاکید فرمائی ہے۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا :۔

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ۔

ترجمہ: اور خوشخبری سنا دیجئے آپ اے پیغمبر ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور کام اچھے کئے اس بات کی کہ بے شک ان کے واسطے بہشتیں ہیں کہ بہتی ہونگی

ان کے نیچے سے نہریں والذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک اصحب الجنۃ ھم فیھا خلدون ۵ (سورۃ البقرۃ)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پہ ایمان لاویں اور نیک کام کریں ایسے لوگ اہل بہشت ہوتے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ان الذین امنوا وعملوا الصالحات کانت لھم جنت الفردوس نزلاً۔ سورہ کہف۔

ترجمہ: بے شک وہ لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کی مہمانی کے لئے فردوس کے باغ ہوں گے۔

الا الذین امنوا وعملوا الصالحات فلھم اجر غیر ممنون: (سورۃ التین پارۂ عم)

لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ان کے لئے اس قدر ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔

الا الذین امنوا وعملوا الصلحت و تواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔ سورۃ العصر

ترجمہ: مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے (کہ یہ کمال ہے) اور ایک دوسرے کو (اعتقاد) حق پہ قائم رہنے کی فہمائش کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہیں۔

مندرجۂ بالا آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایمان لانے کے فوری بعد عمل صالح کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور عمل صالح کرنے کے عوض میں جنت الفردوس کی خوشخبری دی گئی ہے، جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے احکام کی تعظیم کرو، اور اللہ کی مخلوق سے محبت کرنے والے بنو۔

ہر قدم پہ ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ ہم کو ہمارے لئے کیا کرنا ہے۔ ایک کمرے کی زندگی سے لے کر بڑی سے بڑی سوسائٹی میں بھی ہمیں عمل صالح کا خیال رکھنا ہے۔ ہمارے تیئں دو اعمال ہیں:-

ایک بدنی اعمال، دوسرے مالی اعمال۔

بدن کے اعمال میں سب سے بڑا عمل نماز کا ادا کرنا ہے اور مالی اعمال میں سب سے بڑا عمل زکوٰۃ دینا ہے

انسان کے عمل سے ہی اسکا ارادہ اور مقصد ظاہر ہوتا ہے اور چونکہ اس کا مقصد ہی اس کے دل و دماغ کا آئینہ دار ہے تو وہ انسان کس انداز فکر کا حامل ہے ہم کو معلوم ہوتا ہے۔

اسی لئے ہم کو نیک ارادہ کرنا ضروری ہے اور اگر ہم نیک مقصد اور ارادہ کے ساتھ حق اللہ اور

حق العباد کی عمل آوری کریں تو یہی عمل صالح ہوگا۔
زندگی کے ہر موڑ پہ اور ہر حال میں
ہم کو شر سے بچنا اور نیکی کو اپنانا ہے۔ مزید ہم پہ
اللہ نے جو حلال کیا ہے اس کو حلال سمجھنا اور
اس پہ عمل کرنا اور جس کو حرام قرار دیا ہے اس
سے پرہیز کرنا، اس کے علاوہ نیک عمل جیسے
رحمدلی، سچائی پیار و محبت کی ضرورت بھی ہے،
بڑوں کا ادب، چھوٹوں پہ شفقت، نظر اندازی
انصاف اور نرم دلی سے کام لینا چاہیئے۔ اور
اس کے برخلاف اس کے برعکس بُری عادتوں سے
پرہیز کرنا چاہیئے۔ جھوٹ، چوری، نفرت ظلم و
ستم، غیبت، بے وفائی، منافقی، دغا بازی،
بغض و عداوت، معاشرے میں بدنظمی پیدا کرنا
اور غریبوں کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کرنا،
یہ سب اسلام میں ممنوع ہی نہیں بلکہ ان کو سختی
سے روکا گیا ہے۔

عمل صالح کی تفسیر بہت ہی طویل ہے۔
عمل صالح ایسا عمل ہے جس سے انسان نہ صرف وہ
بلکہ اللہ کی تمام مخلوق سب چین و سکون کی زندگی
بسر کر سکیں۔ ایسی زندگی بسر کرنے ہی کو اسلامی زندگی
کہتے ہیں۔ اور خود اسلام امن کا نام ہے۔ اسلام
میں رہنا اور اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں پر

چلنا اور تمام معاشرے کی ترقی میں کوشاں رہنا
ہی عمل صالح ہے۔

قرآن میں آیا ہے ان صلاتی ونسکی
ومحیای ومماتی للّٰہ رب العالمین۔

ترجمہ: بے شک میری عبادت میری قربانی
میری زندگی اور موت سب اللہ کے لئے ہے۔

اس طرح ہر عمل انسان کا صرف اللہ کی
خوشنودی کے لئے ہے۔ اس طرح زندگی کے ہر کام
میں اللہ سے راضی برضا رہنا اور ہر وقت اللہ
کی رضا اور ہم نشینوں کا خیال کرنا ضروری
ہے اور اللہ نے عمل صالح کرنے والوں کو ان
کے عمل کی بنا پر ان کے نام دئے ہیں۔ صالحین
متقین، مفلحین، مصلحین، صابرین، شاکرین
محسنین، صادقین وغیرہ وغیرہ۔

اس کے برعکس جس نے عمل صالح نہیں کیا
اور خدا کی نافرمانی کی ان کو اللہ نے اس طرح
پکارا ہے:۔ کافرین، مشرکین، ظالمین،
مفسدین، غافلین، منافقین وغیرہ وغیرہ۔

عمل صالح سے دور کرنے اور عمل سوء اختیار
کرنے پر آمادہ کرنے والے شیاطین بھی ہیں، اور
انسان کا نفس بھی ہے۔ یہ دونوں ہر وقت انسان
کو گمراہ کرنے اور خدا سے دور کرنے اپنا جال پھیلاتے

ہیں۔ اچھے اچھے بزرگوں کو انہوں نے اپنے فریب اور دھوکے سے اپنے جال میں پھانس لیا۔ اسی لئے اللہ نے اور اس کے رسول نے شیطان کے فریب سے اور اپنے نفس کی برائی سے بچنے کے لئے ہم کو کئی دعائیں سکھائی ہیں۔ سورۂ فاتحہ پوری دعا ہی دُعا ہے۔ جس میں بندہ اللہ سے دعا کرتا ہے۔ اے اللہ! تو ہم کو صراط مستقیم پر چلا اور اُن لوگوں کے راستہ پر چلا جن پر تیرا انعام ہوا ہو۔ ان لوگوں کے راستہ پر نہ چلا جن پر تیرا غضب ہوا اور جو گمراہ ہو گئے۔ دنیا کی دیگر قوموں نے ملک کی ترقی اور جنگوں میں ان کی کامیابی کے لئے دعا کی ہے لیکن اسلام نے جو سب سے پہلے دُعا سکھائی ہے وہ صراط مستقیم پر چلانے کی دُعا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ تمام مسلمان ایک گلہ کے مانند ہیں جس میں ہر شخص اپنے دوسرے بھائی کا ذمہ دار ہے اور قابل بازپرس ہے۔

صراط مستقیم پر چلنے اور اس پر قائم رہنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعائیں سکھائی اس میں صراط مستقیم کی دُعا، علم نافع کی دُعا عقل کامل کی دُعا، عمل صالح کی دعا، دین و دنیا کی سلامتی کی دُعا وغیرہ سب شامل ہیں۔ اس کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اپنے عمل اور اپنے قول سے ایک جامع و مکمل اسوۂ حسنہ پیش کیا اور صحابۂ کرام نے بھی خود کو اس نمونہ میں ڈھال کر امت کے سامنے اپنے آپ کو پیش کیا۔ اگر مسلمان اس پر عمل کریں گے تو ضرور فلاح پائیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو عمل صالح کی ترغیب کے ساتھ ساتھ افعال قبیحہ کے ارتکاب پر توبہ رجوع الی اللہ کا حکم دیا کیونکہ آپ اس امر سے بخوبی واقف تھے کہ غلطیاں کرنا یا غلطیوں کا سرزد ہو جانا انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا بہترین بنی آدم وہ لوگ ہیں جو گناہ کے بعد فوراً توبہ کریں۔ آدمی گناہ کرنے سے ماخوذ نہیں ہوتا۔ بلکہ ترک توبہ سے ماخوذ ہوتا ہے، اور آدمی توبہ کرنے سے ایسا ہوتا ہے، جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ مگر شرط اس میں یہ ہے کہ ریا اور نام و نمود کے واسطے نہ ہو۔ خالصًا مخلصًا اللہ کے واسطے ہو، تو توبہ بے شک قبول ہوتی ہے۔ اللہ مجھ کو اور آپ کو عمل صالح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۸۰

مکتوبات حضرت قطب ویلور قدس سرہ

از: ادارہ

قدوۃ السالکین حضرت مولانا حافظ شاہ محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری نقوی المعروف بہ قطب ویلور قدس سرہ العزیز نے اپنے مریدین و خلفاء اور علم دوست حضرات و متعلقین کے نام جو مکاتیب روانہ فرمایا تھا ان کا بیشتر حصہ علمی عرفانی اور فقہی مسائل اور معلومات پر مبنی ہے۔ ذیل میں تین مکتوبات کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے، جو حضرت موصوف نے مدار الامراء مولوی حاجی عبدالوہاب صاحب دیوان نواب کرناٹک اور محمد امام الدین مہکری بخشی بنگلور اور جناب بہاؤ الدین صاحب کے نام فارسی میں تحریر فرمایا تھا

مکتوب بنام مدار الامراء مولوی حاجی عبدالوہاب صاحب دیوان نواب کرناٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ سلام سنت سنیہ کے بعد۔!

خدمت شریف میں عرض ہے کہ مورخہ ۲۴ جمادی الاول ۱۲۶۵ھ کا مکتوب شریف جو کمال لطف و کرم کے ساتھ فقیر کے نام ارسال کیا تھا دستیاب ہوا۔ خیریت و کیفیت کی خوشخبری اور حج بیت اللہ و زیارت مدینہ منورہ سے شرف یاب ہونے کی آگاہی اور دولت پہنچنے کی خبر پر مشتمل رہنے کی وجہ سے دل کو مسرتیں اور شادمانیاں حاصل ہوئیں۔

این کار دولت ہست اکنوں تاکرا رسد

آپ کی آمد سے ان بے جان شہروں کے جسم میں جان آگئی۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک

دنیا اور آخرت دو متضاد چیزیں ہیں۔ ایک کو اختیار کرنا دوسرے کو ترک کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کلا بل تحبون العاجلۃ وتذرون الاٰخرۃ تم تو دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے ما الدنیا والاٰخرۃ الا ضرتان ان رضیت احداھما سخطت الاخریٰ دنیا اور آخرت کی مثال دو

سوکن جیسی ہے۔ ایک خوش ہوی تو دوسری ناراض ہو گی۔

اسی طرح خودی اور خدائی بھی باہم متضاد رکھتے ہیں۔ مثنوی

تا تو از خودی نگردی دور دور
یار کے بینی تو اندر خود حضور

میرے جد و مرشد سید عبداللقادر جیلانی رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا اپنے ملفوظ شریف میں فرماتے ہیں الدنیا لہما بدل وھو الاخرۃ والخلق لھم بدل وھو الخالق عزوجل یعنی دنیا کا ایک بدل ہے اور وہ ہے آخرت اور مخلوق کے لئے ایک بدل ہے اور وہ ہے خالق عزوجل۔

یہ بڑی انوکھی بات ہے کہ فقیر آں مخدوم کو اہل دنیا کے لباس میں مرد آخرت پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ فقیر کے گمان کو صحیح و راست ثابت کرے گا اور جناب عالی مرتبت کو اللہ والے آدمی بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کے ہر کام میں برکت اور بھلائی عطا فرمائے اور آپ کے وجود سے اسلام کی رونق باقی رکھے۔ آمین۔

آنجناب کی شخصیت اسلام کے لئے رونق کا باعث اور مسلمانوں کی حفاظت و پناہ کا سبب ہے۔ اور آپ کی بھلائی ان سب کی بھلائی ہے اور آپ کے لئے دعا کرنا گویا ان سب کے لئے دعا کرنا ہے جس کی وجہ سے یہ فقیر مسکین صرف فقر و مسکنت کے نام اور قبولیت کے احتمال پیہ نظر رکھتے ہوئے خود کو دعا سے غافل نہیں رکھتا ہے اور بے اختیار اللہ تعالیٰ سے دعا میں مشغول ہو جاتا ہے اور مجیب الدعوات سے جذب و کشش اور قرب کے لئے سوال کرنے والا اور امید رکھنے والا ہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

---

(۲)

مکتوب بنام
محمد امام الدین مہکری بخشی بنگلور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلام مسنون کے بعد خاطر شریف پر واضح ہو کہ ۹ ارجمادی الاول اور رجب المرجب ۱۲۶۵ھ کو لکھے ہوئے مکاتیب الفت جو کمال لطف و مہربانی کے ساتھ فقیر کے نام روانہ کئے گئے تھے موصول ہوئے اور مندرجہ مضامین اور خیریت و کیفیت کی خوشخبری اور بالخصوص محل شریف کی صحت اور خیریت سے آگاہی ہوی۔ الحمد للہ علی ذلک

آپ نے استفسار فرمایا تھا کہ زکوٰۃ اور

نفقہ ہر دونوں فرض ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ زکوٰۃ کو اسلام کی بنیاد میں داخل کیا گیا اور نفقہ کو خارج ؟

سعادت آثار !

توحید و رسالت پر ایمان فرض ہے اور نماز بھی فرض ہے۔ کفر گناہ ہے اور نماز کا ترک کرنا بھی گناہ ہے۔ اس کے باوجود ان کے درمیان مشرق و مغرب کی طرح دوری ہے اور تارکِ نماز ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا۔

اسی طرح صحرا کے درختوں کے پتے حلال ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دارالحرب میں سود بھی حلال ہے۔

مردار اور غصب کی ہوی چیز اور خنزیر حرام ہے اور خنزیر مردار کا غصب بھی حرام ہے۔

اور زکوٰۃ کا مال مسکینوں کو پہنچانا اور بیت المال میں داخل کرنا ہے اور اہل و عیال اور بچوں پر مال کا خرچ کرنا بھی فرض ہے۔

لیکن ان کے درمیان بھی بہت بڑا فرق ہے۔ زکوٰۃ میں مال خرچ ہوتا ہے اور نفقہ میں بھی مال خرچ ہوتا ہے۔ ایک (زکوٰۃ) غیر مرغوب ہے جس میں نفس کا کوئی دخل یا حصہ نہیں ہوتا۔ دوسرا (عیال پر خرچ) مرغوب اور محبوب ہے نیز زکوٰۃ کے اندر شہروں اور لوگوں کی مصلحت ہے اور نفقہ میں اہل و عیال اور بچوں کی مصلحت ہے اور دونوں کے درمیان کافی فرق ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب کے زمینداروں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم کی آیت کے حکم کے مطابق زکوٰۃ حاصل کرنے کے لئے جنگ کی، اور اموال زکوٰۃ کو قوت و طاقت کے ذریعہ حاصل کیا اور زکوٰۃ کو شریعت کی اساس اور بنیاد خیال کیا۔ اسی لئے زکوٰۃ کو خانۂ اسلام کا پایہ اور ستون کہا گیا۔

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ توحید و رسالت کی شہادت، اقامت صلوٰۃ، ادائے زکوٰۃ، حج بیت العتیق اور صیام رمضان۔

اسلام کو ایک ایسے گھر سے تشبیہ دی گئی ہے جس کے یہ ستون ہیں اور ان کے اوپر اس گھر کی بنیاد قائم ہے۔

دل میں بہت سی باتیں ہیں، لیکن وقت کی عدم مساعدت کے باعث زبانِ قلم ان کی ترجمانی سے قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو باقی رکھے اور آپ کے امور میں خیر و برکت عطا فرمائے۔

آمین -!

مکتوب بنام محمد بہاؤالدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد سلام مسنون کے واضح خاطر شریف ہوئے کہ التفات نامہ جو اس مسکین کے نام کمال لطف و کرم کے ساتھ ارسال کیا تھا، باصرہ نواز ہوا۔ خیریت و کیفیت کی خوشخبری اور غربا پروری اور سادات کرام کی خبر پر مشتمل رہنے کے باعث دل کو خوشیاں و مسرتیں حاصل ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہارے اُمور میں خیر و برکت عطا فرمائے اور اسی ذات جل جلالہ سے تمہاری سلامتی اور تمہاری عافیت طلب کی گئی ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے الناس عیال اللہ واحب الناس الی اللہ من احسن الی عیالہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عیال ہیں اور اللہ کے نزدیک انسانوں میں وہی سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے جو اس کے عیال کے ساتھ احسان اور حسن سلوک سے پیش آئے۔

اللہ تعالیٰ اگرچہ کہ اہل و عیال نہیں رکھتا لیکن اہل و عیال کے رزق کی ذمہ داری جسطرح صاحب عیال پر ہوتی ہے، اسی طرح اللہ نے بھی محض اپنے فضل و کرم کی وجہ سے خود کو انسانوں کے رزق کی کفالت کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ اور آیۂ کریمہ وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا کے بموجب اپنے اوپر مخلوق کے رزق کی کفالت لازم کر لیا ہے۔

اس لحاظ سے مخلوق اس کے اہل و عیال کے مقام میں ہے اور جو شخص بھی کسی کے اہل و عیال کی جان و مال کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کرتا ہے تو وہ صاحب عیال کے نزدیک بہت ہی محبوب اور پسندیدہ ہے۔

اسی طرح سارے انسان جو اللہ تعالیٰ کے عیال کے مانند ہیں، ان کے ساتھ خیر خواہی اور نیک سلوک کرنے والا اور ان کی خدمت کرنے والا بھی اللہ کے نزدیک بہت ہی محبوب اور پسندیدہ ہے۔

جب عام انسانوں کے ساتھ خیر و بھلائی اور حسن سلوک سے پیش آنے کا عنداللہ یہ مرتبہ اور مقام ہے تو سادات کرام جو کثیر البرکات اور انسانوں کا خلاصہ ہیں اور سرورِ دین و دنیا علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتحیات کے اجزاء ہیں، ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا کیا مرتبہ اور مقام ہوگا۔ اللھم اجعلنا من محبیھم بحرمۃ سید المرسلین علیہ وعلیھم الصلوٰۃ والتسلیمات۔

حق سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ آنجناب کے ظاہر کو شریعت غرّا کے ارکان اور ملتِ زہرا کے احکام سے آراستہ فرمائے۔ اور آں مکرم کے باطن کو دنیا و ما فیہا سے جو ملعونہ خدا ہے خلاصی عطا فرمائے تاکہ ان دو کرامت سے صاحبِ دولت کو مشرف فرمائے۔

ایں کار دولت است اکنوں تا کرا رسد

المرء مع من احبہ آدمی کا حشر اسی چیز کے ساتھ ہوگا جس سے وہ بہت زیادہ محبت رکھتا ہے۔

محل شریف میں سلام مسنون پہنچائیں آنمخدوم کے لئے قاضی الحاجات سے ولد صالح کی دعا کی گئی ہے، اللہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں رہو۔

فتویٰ اہم

ذیل کا فتویٰ قدوۃ السالکین حاج البلد الامین شاہ محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری المعروف بہ قطبؒ ویلور علیہ الرحمہ نے مولٰنا عبد القادر صاحب نامی ایک عالم کے تعلق سے صادر فرمایا تھا جن کے عقائد سے متعلق وانمباڑی کے علماء و فضلاء اور سنّی عوام نے استفسار کیا تھا۔

از ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا عبد القادر میرے مکان میں سالہا سال رہے۔ انہوں نے میرے روبرو کہا تھا کہ میں ملاحدہ کو گمراہ اور کافر بولتا ہوں۔ اولیائے وجودیہ کو نہیں۔ اگر اسی طرح وہ ملاحدہ کو کافر کہہ رہے ہیں تو بے شک ھدایت پر ہیں۔ اور اگر اولیائے وجودیہ کو کافر کہہ رہے ہیں تو بے شک وہ گمراہ ہیں۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی، شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری، شیخ فرید الدین عطار، مولانا جلال الدین رومی، شیخ شمس الدین تبریزی، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، شیخ کبیر صدر الدین قونوی، خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز، سید جعفر مکی، شیخ عبد الکریم جیلی، شیخ شرف الدین داؤد قیصری، خواجہ عبید اللہ احرار، مولانا نور الدین جامی، مولانا عبد الغفور لاری، خواجہ عبد الباقی، مولانا شاہ ولی اللہ، بحر العلوم ملک العلماء مولانا عبد العلی لکھنوی، سند العلماء مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، شیخ سید جفری ملیباری، سید علوی ملیباری، سید شاہ کمال الدین گلوری، امام فخر الدین رازی، قاضی ناصر الدین بیضاوی، علامہ میر شریف جرجانی، مولانا شمس الدین طیبی، ملا جلال الدین دوّانی، شیخ الہند عبد الحق محدث دہلوی، مولانا باقر آگاہ مدراسی،

یہ سب علماء اور اولیاء وحدت الوجود کے قائل ہیں۔

وجود یہ ہیں ملحد اور غیر ملحد کا فرق یہ ہے، ملحد وزندیق وہ ہے جو خدا اور عالم میں فرق نہ کرتا ہو۔ بندے کو خدا، حادث کو قدیم ملوث کو منزّہ، حرام کو حلال اور نجس کو پاک سمجھے۔

اور جو خدا اور عالم میں فرق کرے اور شریعتِ مطہرہ کی قید میں رہے اور لوگوں کو نماز، روزہ، تلاوتِ قرآن، ذکرِ الٰہی، خوفِ خدا، رجا تقویٰ اور صلاح کی جانب بلائے تو وہ صحیح العقیدہ مومن ہے اور الحاد و زندیقہ سے پاک اور بری ہے، جیسا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنے مکتوب میں تحریر کیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ مومن کو کافر بولنے والا بالفعل کافر ہو جاتا ہے تو پھر یہ مومنوں کے پیشوا اور دین کے اکابرین کو کافر کہنے والا کیسے کافر نہیں ہوگا؟ اور وہ محبت اور اقتداء کے لائق کیونکر ہو سکتا ہے۔ گالی دینا بہت برا کام ہے اور سب گالیوں میں بڑی اور بری گالی کسی مسلمان کو کافر کہنا ہے۔ اور اہل سنت وجماعت کے اکابرین کو ایسی بری گالی دینا سنیوں کا کام نہیں۔ پھر سنی علماء کی تحقیر کرنا اور مومنوں کو کافر قرار دینا گویا اہل سنت وجماعت کے مذہب کو بگاڑنا اور سنیوں میں اختلاف اور پھوٹ ڈالنا ہے۔ اتفاق بہت بڑی دولت ہے۔ حیوانوں میں ہاتھی، اونٹ، بیل اور بکریاں، انبوہ اور گروہ میں مل جل کر چرتے ہیں، اور چیونٹیاں قطار در قطار چلتی ہیں اور مطلب و مقصود حاصل کرتی ہیں۔

دولت ہمہ از اتفاق خیزد
بے دولتے از نفاق خیزد

رب العالمین مومنوں کے ایمان کی حفاظت فرمائے اور اہل سنت وجماعت کے طریقہ پر چلائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۴۸۶ / ۵۹۲ م

قصیدۂ متبرکہ

از: حضرت ذوقی علیہ الرحمہ

قدوۃ السالکین حضرت غلام محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقی ویلوری رحمۃ اللہ علیہ کو سردار اولیاء سرخیل اصفیاء شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ والہانہ عشق و محبت، اور بے پایاں الفت و عقیدت تھی جس کا اظہار آپ نے اپنے مختلف و متعدد قصائد کے اندر کیا ہے حتیٰ کہ آپکی اکثر و بیشتر تصانیف میں چند اشعار ضرور ایسے پائے جاتے ہیں جو حضرت غوث الثقلین کی منقبت میں موزوں کئے گئے ہیں۔ درج ذیل فارسی قصیدہ جو ایک قلمی نسخہ "النشائے لطف اللطفی" میں مندرج ہے، اس قصیدہ کا منظوم ترجمہ جناب ڈاکٹر سید وحید اشرف یم اے، پی ہیچ ڈی ریڈر عربی فارسی دانشگاہ مدراس نے بڑی سلاست و روانی، برجستگی و شیفتگی اور حسن و لطافت کے ساتھ ہے۔

همی نالم بدرگاهِ تو اے سلطانِ عالی شاں
تو خواہی کرد رحم آخر بدیں دلخستۂ حیراں
گہے گریم، گہے نالم، گہے رنجم، گہے سوزم
نہ کس دارم من بے دل، نہ دل دارم من بے جاں
چو کشتی بے سروپایم، چو لنگر غرقہ در یم
تو اے نوح کرم دریاب ماندم سخت طوفاں
منم بے جان تو جانم دہ دل فگارم تو مرہم نہ
مرا آں دہ کہ ہست آں بہ مراں محروم از احساں

بڑی ہے آپکی درگاہ اے سلطان عالیشاں
کرم سے آپ کے ہو بہرہ ور دلخستۂ حیراں
کبھی گریاں، کبھی نالاں، کبھی رنجاں، کبھی سوزاں
میں بے کس ہوں، میں بیدل ہوں میں ہوں بیچارہ و بے جاں
میں ہوں غرقاب جیسے لنگر کشتی ہو دریا میں
مدد کیجے مری کشتی ہے اور ہے سختیٔ طوفاں
میں بے جاں ہوں مجھے دو جاں دل زخمی کو مرہم دو
کرو لطف و کرم مجھ پہ، کرو مجھ پہ ذرا احساں

برات ناامیدی دارم ازدہر ای امید از تو
اگر نہ دہی مراد من کہ خواہد داد در دوران
رسانیدم بدرگاہِ تو خود را تا تو بنوازی
چہ گوئی از در چو نتو کریمی باشدم حرماں
الا ای ابر رحمت قطرۂ چندے کرامت کن
کہ شد کشت امیدم خشک یک جو نیست در انبان
بجز او پیش کس نالم چرا یاری ز کس جویم
توئی زخم مرا مرہم توئی درد مرا درماں
تو نیر و بخش و دستم گیر و کارم ساز و مرہم نہ
ضعیفم ناتوانم مستمندم خستہ ام نالاں
جہانے کشتہ سیراب از زلال التفاتِ تو
مرا یارب چرا ماندی از یناں تشنہ و عطشاں
اگر کاری و کرداری ندارم در خورِ فضلت
نہ آخر مجرماں را نیز لطفت می برد احزاں
چہ خواہی از منِ عاصی چہ جوئی از من مجرم
چہ کار آید ز دستِ من کہ باشد در خورِ احساں
من ار چہ نیستم شیرے سگِ کوئے توام آخر
سگانِ خویش را نیز استخوانے می دہی از خواں
ہر آں دردیکہ در دل دارم واز درد آں نالم
ترا گویم کرا گویم کہ بخشد جز نوازش درماں
تو سلطانی و کبیر اولیا منقاد فرمانت
چو نامیدا ز حواشی کار باید جست از سلطاں

میں ہوں دنیا سے ناامید اور امید ہے تم سے
نہیں دنیا میں کوئی ہے ہمارا اے شہ جیلاں
کرم کی بھیک لینے آپ کی درگاہ میں آیا ہوں،
کوئی بھی آپ کے در سے نہیں جا سکتا ہے حرماں
خدارا چند قطرے ابرِ رحمت کے ہوں مجھ پہ بھی
مری کھیتی ہے سوکھی اور خالی ہے مرا انباں
تمہارا در نہ چھوڑوں گا، نہ چھوڑوں گا تمہارا گھر
تمہیں ہو زخم کا مرہم اور میرے درد کا درماں
میری اب دستگیری کیجیے، بگڑی بنا دیجیے
ضعیف و ناتواں و بےکس و بےچارہ ہوں نالاں
نگاہِ لطف سے ہے آپ کے سیراب اک دنیا،
فقط میں رہ گیا ہوں کیوں ابھی تک تشنہ و عطشاں
اگر میں آپ کے الطاف کے لائق نہیں آقا
گنہگاروں پہ بھی تو ہے مگر ابرِ کرم باراں
میں عاصی ہوں میں مجرم ہوں نہیں رکھتا کوئی توشہ
نہیں کچھ پیش کر سکتا ہوں جو ہو لائقِ احساں
نہیں میں شیر ہوں مانا، تمہارے در کا کتا ہوں
ہے اک ٹکڑا تمہارے خواں کا اسکو نعیم جاں
وہ زخمِ دل کہ جسکے درد سے میں نالہ کرتا ہوں
تمہیں اس درد کے درماں، تمہیں اس درد کے درماں
تمہیں سلطاں ہو سب ولیوں کے، وہ ہے مرتبہ عالی
غلاموں سے نہ بن آئے تو چلتے ہیں سوئے سلطاں

زعالم خود ترا دانم بہر دردی ترا خوانم
چرا جویم ز انجم نور چوں خورشید شد تاباں
بمشکل بس حیرانم تو خواہی کردن آسانم
نخواہی ماند حیرانم بمشکل خستہ دل زنیساں
اگر گوہر شد از دستم تو خواہی دادنم دریا
وگر گل رفت از جیبم تو خواہی دادنم بستاں
چو تو خورشیدی وانگاہ طبعم رنجد از ظلمت
چو تو سلطانی وانگاہ جانم ترسد از حرماں
توئی از غم نگہبانم توئی مرہم نہ جانم
ترا جویم ترا گویم ز رنج دل ز درد جاں
من آخر کافر نعمت نیم اے شیخ دریا دل
برحمت برکشد ہم کافراں را لطفت از زنداں
نشاں دادند از نور تو انجم اہل ظلمت را
ازاں اول کہ گردد آفتاب طلعت رخشاں
کدامیں کس گذر یابد بجز ذات تو در مخدع
کہ بنہد تو غیر یار قدم بر گردن گرداں
ہر آنکس کو شود ملک تو ملک عزتش بخشے
ہر آں جانی کہ شد آں تو کی دارد غم یک آں
ہر آنکو شد سگ درگاہ تو کی افتد اندر غم
غلام خسرو جیلاں وانکہ ترسد ز خسراں
بدیں مردہ جان دادی وجانش را تواں دادی
ازیں رو داد محی الدیں ترا نام ایزد سبحاں

پڑے جب کوئی مشکل آپ سے فریاد کرتا ہوں
نہیں حاجت ہے نور انجم و مہر و مہ تاباں
ہے مشکل سخت، منزل ہے کٹھن، حیران و ششدر ہوں
کرو دور اب یہ حیرانی، کرو مشکل مری آساں
عوض میں ایک موتی کے سمندر تم سے ملتا ہے
اگر اک پھول ہو ضائع تو دے دیتے ہو تم بستاں
تم ایسے مہر کے ہوتے ہوئے مجھ پر یہ تاریکی
تم ایسا شاہ جاں بخش اور پھر بھی مری جاں ترساں
نگہباں ہو مرے غم کے، ہو مرہم تم مری جاں کے
تمہیں کو ڈھونڈتا ہوں میں بوقت رنج و درد جاں
میں کوئی کافر نعمت نہیں اے شیخ دریا دل
رہا ہو قید سے کافر بھی گر ہو آپ کا فرماں
تمہارا نور دکھلاتے ہیں تارے اہل ظلمت کو
کہ پہلے آپ ہی کے نور کا سورج ہوا رخشاں
مہالک سے گذر جانا تمہارا کام ہے آقا
تمہیں ہو یہ کہ جسکا ہے قدم بر گردن گرداں
گدائی میں تمہاری یہ میسر عزت شاہی
غلامی میں تمہاری آ کے ہے مسرور ہر اک جاں
تمہارے در کا کتّا پاتا ہے ہر غم سے چھٹکارا
غلام شاہ جیلاں اور ہو شرمندۂ خسراں؟
کیا پھر دین کو زندہ اور جان دیں کو تابندہ
محی الدین کہلائے گئے از جانب یزداں

مقامی یافت برتر بو محمد صالح از لطفت
چناں کاں بو المعالیؒ یافت دشواری بجز و آساں
زمین صحبت گاہ طواف خانۂ کعبہ
دل شیخ عدیؒ معمور شد از رحمت رحماں
بدست شیخ حمادؒ از تو باز آمد توانائی
مظفر را ظفر بخشیدی و برہاندی از خذلاں
اگرچہ خرقہ پوشیدی ز دست بوسعید اول
سعیداں را تو پوشاندی در آخر خرقۂ احساں
ہر آں سیبے کہ در دست تو آید نغز تر باشد
ہر آں سیبے کہ دست ظلم ساید افتدش کرماں
ابو غالب ز فضلت یافت درد خویش را ازالہ
کہ طفل ناتوان او توانی یافت بے پایاں
بقبقاب تو جان قافلہ رست از اندوہ
باحسان تو شد طبع روافض راغب ایماں
اگر خواہم ترا عیسیٰ روا باشد کہ در یک دم
دمیدی در عظام مردہ بر مانند عیسیٰ جاں
چو ترسا را ولایت بخشی اے شاہ ولایتہا
اگر دزدی بیابد رتبت از تو ہست جای آں
بجز تو سلب حال مرد غیبے خود کہ بتواند
کہ در غیب شہادت کرد سلطاں مر ترا بیدل
ز سقف افتادنش بود آگہی ای آنکہ از ہر سر
ازاں سی صد نفر را وارہانیدی تو از احزاں

مقام اونچا ہوا ہے بو محمد صالح کا تم سے
کہ جیسے بو المعالیؒ کی ہوئیں دشواریاں آساں
بفیض صحبتے گاہ طواف خانۂ کعبہ
دل شیخ عدیؒ کو مل گیا تھا روح کا ساماں
توانا ہو گیا تھا ہاتھ جب حماد کا پھر سے
مظفر نے ظفر پائی تمہارا ہی تھا سب فیضاں
اگرچہ خرقہ پہنا تھا ز دست بو سعید اول
سعادتمندوں کو پہنایا تم نے خرقۂ احساں
تمہارے ہاتھ میں سیب آ کے ہو جاتا ہے شیریں تر
اگر ہاتھوں میں ظالم کے ہو اس میں پڑتے ہیں کرماں
ہوا زائل تمہارے فیض سے درد ابو غالب
تواں پائی تھی طفل ناتواں نے انکے بے پایاں
تمہارے فیض سے جانوں نے پایا غم سے چھٹکارا
تمہاری رہبری سے تو روافض کو ملا ایماں
مسیحا میں کہوں تم کو تو جائز ہے کہ اک دم میں
تن مردہ کو زندہ کر دیا تم نے شہ جیلاں
جو ترسا کو ولایت بخش دے وہ شاہ والا ہو
بنا دے چور کو بھی جو ولی ایسے ہو تم سلطاں
کرامت مرد غیبی کی جو کرے سلب وہ تم ہو
کیا خالق نے ہے غیب شہادت پہ تمہیں نگراں
ہوئی پہلے ہی تم کو آگہی اس چھت کے گرنے کی
کہ تھے سہ صد نفر تحت اسکے جنکی بچ گئی تھی جاں

بسوی بوالحسن دیدی بلطف و عطش کردی
ز مقسوم آگاہیش دادی در گہ جولاں
نگاہ قہر تو بغداد اضمحلال بیند
نگاہ لطف تو زایل شد اضمحلالِ بے پایاں
توئی گاہ بلایا در توئی در کار یاری گر
توئی بر سروراں سرور توئی سر زمرۂ اقراں
کہ باشد جز تو مالک بر دل ہر عامی و خاصی
عمرؓ را وانمودی از کمال ملک خود برہاں
بمحنت یافت ایں ابوالمعالی از تو آسائش
بظلمت تافت بر خضر حسینی چشمۂ حیواں
تو اندوہ فراواں راہمی بزدائی از دلہا
تو درد لا دوا را دور می فرمائی از ابداں
بجسم ناقہ جاں دادی زغن را جان تو بربودی
نماندی ابر باراں را کہ بارد بر سر یاراں
زعباد و ابوبکر ار چہ سلب حال فرمودی
ہم آخر دیدۂ رحمت کشادی جانب ایشاں
عنایتہائے تو بے حد کراماتہائے تو بے مر
تو محنت می بری از انس و رحمت می کنی بر جاں
چو از بہر غزا بستی کمر واہیتی خنجر
دریدی سینۂ دشمن بریدی حنجر شیطاں
کشیدی از علائق وا ز ارادت و ز ہوا خود را
پس آنکہ ملک کردی ملک فقر و مخزن عرفاں

تمہاری اک نگاہِ لطف پہنچی بوالحسن پہ جب
پلٹ دی ان کی کایا، روح ان کی ہوگئی جولاں
نگاہِ قہر سے بغداد قہرستان ہو جائے
نگاہِ مہر سے ہو جائے یہ شہر ایک مہرستاں
مصیبت میں تمہیں یارو، بوقت کار، یار یگر
ہو سرور سروراں کے تم، تمہیں سر زمرۂ اقراں
تمہاری تو حکومت ہے دلوں پہ بھی مرے آقا
عمرؓ پہ کر دیا ظاہر کمال ملک خود برہاں
شفا بخشی تمہارے فیض نے ابن المعالی کو
شہا خضر حسینی کو دکھایا چشمۂ حیواں
مٹا دیتے ہو تم دل سے سبھی اندوہ و رنج و غم
جو دردِ لا دوا بھی ہو تو بن جاتے ہو تم درماں
بجسم ناقہ جاں ڈالی، زغن کی جاں اڑا ڈالی
دیا حکم ابرِ باراں کو نہ برسے بر سرِ یاراں
یہ تھے عباد و بوبکرؓ، حال جن کا سلب فرمایا
پھر اُن کو دے کے واپس حال ان کو کر دیا شاداں
کرم ہے آپ کا بے حد، کرامت آپ کی بے شک
مٹاتے ہو غم انساں بڑھاتے ہو سرورِ جاں
غزا پہ جب ہوئے آمادہ لے کر ہاتھ میں خنجر
کیا شق سینۂ دشمن، بُریدہ حنجر شیطاں
کیا ترکِ تعلق خواہشوں سے اور مرادوں سے
تسلط میں کیا پھر ملک فقر و مخزنِ عرفاں

بقبض و بسط امر جزو کل فرمان تو نافذ
رواں بر خسروان دین و دنیا مر ترا فرماں
مگس در ہیچگہ ننشستہ بر جسم شریف تو
کہ ہستی نائب شاہ رسل بیشک و بے نقصاں
مقام خسروان دنیوی را بہ مقام تو
ہماں نسبت کہ باشد خاک را با گنبد گرداں
درآں حالیکہ وارد میشدی وارد زحق بر تو
بیکدم راندہ از بغداد و در ششتر زدی جولاں
بدزداں رہ راست فرمودی و راہ راست بنمودی
کشیدی جان شاں را در اطاعت از رہ عصیاں
نشستی سیدی زمار و از مکان خود نہ جنبدی
سخنہای تو بود از قوت دل ہمچناں یکساں
زبس از حب حق پر شد دلت وز غیر او خالی
غم اولاد آساں گشتہ بر تو ہم غم اخواں
زبس کاتش بزد شوق الٰہی در دل و جانت
ہمی شد از تن پاک تو در سرما عرق ریزاں
ز دریائے کمالت سر برون آوردہ را گوہر
نہ چوں آں یم یم جوشاں نہ چوں آں در در غلطاں
گدائی کز تو نانی یافت خوانی یافت پر نعمت
نقیبے کز تو زجری دید اجرے دید بے پایاں
رسیدہ بر درت ہر سائل و از دل در افشاند
بخوان وعظ جاں بخشت ہم از انس و ہم از جاں

بقبض و بسط امر جزو کل فرمانِ تو نافذ
رواں ہے دین و دنیا کے شہوں پر آپ کا فرماں
تمہارے جسم پہ ہرگز نہ مکھی بیٹھ سکتی تھی
کہ تم ہو نائبِ شاہِ رسل بے شک و بے نقصاں
تمہارے رتبے اور شاہان جہاں میں ہے وہی نسبت
جو نسبت ہے مقامِ خاک کو با گنبد گرداں
نزولِ جذبۂ حق آپ کی حالت پہ یہ بھی تھا
در بغداد سے ششتر کو اک دم میں ہوئے جولاں
ہوئے جویائے راہِ حق تمہاری وجہ سے رہزن
مطیع حق کیا ان کو، چھٹا ان سے رہِ عصیاں
جو ہوتا سامنے سانپ آپ اپنی جا سے نہ ہٹتے
کہ ہو جاتا تھا وہ بھی آپ کی حالت سے کچھ حیراں
تمہارا دل تو تھا معمور بس حبّ الٰہی سے،
نہ اس میں غیر کی الفت نہ اس میں غیر کا ارماں
اثر یہ تھا تمہارے آتش شوقِ الٰہی کا
کہ سرما میں تمہارا جسم ہوتا تھا عرق ریزاں
تمہارے بحرِ خوبی سے ہوئے دس گوہر خوبی،
نہ وہ یم ہے یم جوشاں نہ وہ دُر ہیں دُرِ غلطاں
تمہارے خوان کا ٹکڑا بھی نعمت سے فزوں تر ہے
غلامی میں تمہاری زجر بھی ہے اجرِ بے پایاں
جو سائل آپ کے در پہ گیا دُرِ بے بہا پایا
تمہارا وعظ تھا جاں بخش سب کو جن ہو یا انساں

نوازشہای یزدانت کشد بر پایۂ رفعت
تجلیات سبحانت کشد بر مسند رجحاں
ابوحفص عمر حالی کہ اندر خواب می دیدش
نشد در گاہ بیداری ز تو یک ذرہ پنہاں
گرہ می داد یحییٰ ابن نجاح آں رشتہ خود را
چو سررشتہ بدستت بود وامی کردیش ہر آں
سخن می بود از عین علو با مردم قافت
نہ با آنہا کہ تا عصیاں گذر دارند با طغیاں
توای سرچشمۂ رحمت اگر آبے نمی دادی
فرو می سوختت کو رتاج دیں را شعلۂ نیراں
ابوالفتح آنچہ آنجا گوش کرد اینجا تو شنیدی
کہ فتح کار او بود از تو اندر حضرت سبحاں
علیؒ در خواب دید و بر تو ظاہر شد بہ بیداری
کہ بود از کشف بر تو خواب بیداری ہمہ یکساں
کدامیں کس کہ از درگاہ تو برگشت بے بہرہ
کدامیں شیخ کو را خود نبودہ سوئے تو جولاں
کہ بنماید بجز تو اشتر گم گشتہ در وادی
کہ بخشد تنگدستاں را بجز تو گنج بے نقصاں
چو عصفور و چو موش آنکس کہ گستاخی کند با تو
نہ در تن ماندش جاں و نہ در دل ماندش ایماں
کہ خواہد یک قراصنہ کرد بر ہفتاد تن قسمت
نہ ایں کار آید از سیف و نہ ایں کار آید از کنعاں

خدا کی یہ نوازش ہے کہ بخشا پایۂ رفعت
تجلی تم کو لے جاتی ہے تا بہ مسند رجحاں
ابوحفص عمر نے خواب میں جو کچھ کہ دیکھا تھا
وہ بیداری میں بھی تم سے نہ تھا اک ذرہ بھی پنہاں
گرہ دیتے تھے یحییٰ بن نجاح جب اپنے رشتہ کو
اُسے تم کھولتے جاتے تھے ہر اک لمحہ ہر اک آں
عیاں کرتے تھے راز روح اُن پہ جو تھے اہلِ دل
نہ اُن پہ جو تھے عصیاں میں ملوّث با سرِ طغیاں
نہ دیتے آب رحمت تم اگر اے چشمۂ رحمت
تو تاج دین جل کر راکھ کرتا شعلۂ نیراں
سنا ابوالفتح نے جو کچھ وہاں، تم نے یہاں دیکھا
تمہارے واسطے سے پایا اُس نے از در سبحاں
علیؒ پہ خواب میں اور تم پہ بیداری میں تھا ظاہر
تمہارے واسطے ہے خواب اور بیداری سب یکساں
نہیں کوئی تمہارے در سے جو بے بہرہ واپس ہو
مشائخ خود تمہارے ہی کرم کے رہتے ہیں جویاں
خبر دی اشتر گم گشتہ کی اک آن میں تم نے
دیا ہے تنگدستوں کو بھی تم نے گنج بے نقصاں
ہے گستاخ آپ کا مانند چوہا اور گوریا۔
نہ اس کے تن میں جاں ہے، اور نہ اسکے دل میں ہے ایماں
کیا تقسیم ستّر آدمی میں یک قراصہ کو
نہ کر سکتا ہے یہ سیف اور نہ کر سکتا ہے یہ کنعاں

که گیرد مفلس کشتی نشیں را دست در محنت
که سازد کافر عزلت گزیں را چاره در زنداں
نبودی انتفاع خلق گر وابسته ذاتت
که دیدی تاب خورشید تو جز بر قاف دیر شہلاں
چکیدا از شیر چندیں گونه عین معرفت بر تو
که ہم گفتن تواں فرقاں و ہم گفتن تواں قرآں
ہر آں راہب که رو در حضرتت آورد و مسلم شد
ہمش ایماں عطا کردی و ہم عرفان و ہم ایقاں
بجو چشم صد فقیه سایل از اندوه شد سایل
بجوش آورده دریائے کرم دادی دُر و مرجاں
چو واشد کور دستار تو واشد صبر از دلہا
بخود باز آمدی و شد عصا به سوئے صفہاں
توئی زنده کن طیر عجیب و ہم بمیرانی
طیور اخضر آید پیش تو از روضۂ رضواں
زگفت عبد وہاب ار چه نبود از فنوں خالی
کجا معمور می گردد چو از گفتنت دل ویراں
بیک تعظیم غوث انداختی پا بر سر ہر سر
سراں پائے شریعت را نہاده بر سر و چشماں
به بند افتاد بو الفضل از خطا و ہم تو برہاندی
خلیفه از جواب عطشه اتت آشفته و حیراں
چو از شیخ جلیل بشنید بو القاسم کراماتت،
یقیں دانست کاندر اولیا کس جز تو نی خاقاں

بلا بیں مفلس کشتی نشیں کی دستگیری کی
کیا تھا کافر عزلت گزیں کا چاره در زنداں
تمہاری ذات سے وابستہ گر ہوتا نہ نفع خلق
نہ پاتا کوئی نور مہر سوائے قاف شہلاں
پلایا تم کو عین معرفت کا شیر اس درجہ
بجا ہے گر کہیں فرقاں تمہیں یا ہم کہیں قرآں
وہ راہب جو مسلماں ہو کے پہنچا آپکے در تک
جِلا دی اس کے ایماں کو، دیا عرفان اور ایقاں
ہُوئے سائل جو سو فقہا کہ تھے سب مبتلائے غم
ہوا بحر کرم جوشاں، دیا سب کو دُر و مرجاں
کھُلا جب کور دستار آپ کا دل ہو گئے بے تاب
ہوئے پھر صاحب تمکیں، عصا بھیجا بہ اصفاہاں
کیا طائر کو زندہ اور اس کی جان بھی لے لی
تمہارے پاس آتے تھے طیور روضۂ رضواں
زبانِ عبد وہاب اس قدر تاثیر کیا رکھتی
یہ تھی بات آپ کی، معمور کرتی جو دلِ ویراں
جو کی تعظیم غوثِ وقت کی، تو ہو گئے سرور
سراپائے شریعت کو رکھا تھا بر سر و چشماں
تمہارے فیض سے بو الفضل زنداں سے ہوئے آزاد
خلیفہ ہو گیا ششدر و آشفتہ و حیراں
سنا شیخ جلیل سے جب ابو القاسم نے اے آقا
کرامت آپ کی، تو کہہ دیا آپ ہیں سلطاں

توئی معروف بحر و بر ہم از معروف بالاتر
مسخر گشتہ زیرِ دست حکمت سر بسر کیہاں
اگر پاسِ شریعت را نبودی حامی کلی
ز اسرار ضمائر چوں نگفتی از سرائدان
بامر مصطفےٰ و مرتضیٰؓ در دامن سائل
فشاندی لعل و گوہر از لب تر ہمچو بحر و کاں
اگر شیخ عطا محروم گشتی از عطائے تو
ز سیلاب عنا رستن نبودے ہرگزش امکاں
مراد مردم محفل تو بخشی درگہِ بخشش
تو آساں می کنی دشوار بر انسان کہ احساں
چو تابی تاخت از خورشید ذاتت بر شہاب الدین
شہاب آسا درخشاں دل و جان وے درخشاں
توئی تا روزِ محشر ضامن کارِ مریدانت
ازیں معنی خبر می داد حماد از رہِ عرفاں
عطا بر بو الحسن با والدش کردی چو پیش آمد
کہ مہماں بود می شاید عطائی کرد بر مہماں
چو گاہ نیم شب مہمان خوان التفات شد
بمرد غیب بہری دادی اے بحر کرم از خواں
بلای وقت بیداری بخواب اندرختی چوں شد
گدای حضرتت ز آشفتہ جانی بے سر و ساماں
کسے کو روئے تو بیند نہ بیند روئے غم ہرگز
ازیں رو رستہ آں مدفون کہ میکرد از لحد افغاں

ہو بحر و بر میں تم معروف جتنا اس سے بالا ہو
تمہارے ہاتھ میں تو ہے مسخر سر بہ سر گیہاں
یہ تھا پاس شریعت ورنہ لوگوں کو بتا دیتے
دلوں کا حال اور اسرار لوگوں کے جو تھے پنہاں
بحکم مصطفےٰ و مرتضےٰؓ، دامن میں سائل کے
لٹاتے لعل و گوہر اپنے لب سے مثل بحر و کاں
عطا سے آپ کی محروم رہتے گر عطا صاحب
تو پھر سیلاب غم سے تھا رہائی کا نہ کچھ امکاں
تمہاری بزم میں ہر شخص پاتا ہے مراد اپنی
تمہارے لطف سے ہو جاتی ہیں سب مشکلیں آساں
شہاب الدین پہ تھا آپ ہی کے مہر کا پرتو
شہاب آسا ہوا دل اُن کا اور انکی جاں ہوئی رخشاں
قیامت تک ضمانت تم نے لی اپنے مریدوں کی
خبر حماد عارف نے یہ دی ہے از رہِ عرفاں
تھا فیضان بو الحسن پر بھی اور ساتھ انکے پدر پر بھی
کہ دونوں آپکے پاس آئے اور تھے آپکے مہماں
تھی آدھی رات اور مہمان کو کھانے کی حاجت تھی
غذا بھیجی بمرد غیب یہ تھی خاطر مہماں
دکھا کر خواب میں اپنے گدا کو وہ بلائے جاں
کیا دفع بلا اُن سے جو تھے آشفتہ و حیراں
تمہیں جو دیکھ لے ہرگز نہ دیکھے چہرہ وہ غم کا
چھڑایا اس کو غم سے لحد سے جس نے کیا افغاں

عمر را عمر می شد صرف در حکمت بہ بیداری
کہ در خواب از نشان شان تو آگاہ بودش جاں
زمادر زادن و آں شیر خوردن ہر دو در ذاتت
بود بر احتشام و رفعت و اجلال تو برہاں
ہر آں کو آن تو باشد چہ باک از این و آں اورا
بود منصور ہر جیشے کہ ہستی اندر و خاقاں
تو بینی نور رحمانی بجائے نور شیطانی
کہ ہست از فضل رحماں فوات ذلت دہ شیطاں
تو قطب عالم و محکوم فرمان تو کہ تا مہ
تو شاہ اولیا و حلقہ در گوش تو این و آں
سلامت کردہ ماہ و سال و حال خود بیاں کردہ
غلامت گشتہ انس و جان و حسبۃ انس تو از جاں
نہاں شیخ صدقہ بہر تو پیدا بود زاں باعث
بدو گفتی جواب آنچہ کہ او می داشت در پنہاں
مرض از بو محمد بردی و نیروش افزودی
بخادم از غضب دیدی زپا افتاد شد نالاں
بقا را از فروغ تو بقا افزود ہا در ظاہر
ندائے موذنت جنبش بعرش افگندہ در رمضاں
کہ داند جز تو امر غوث اے غوث ہمہ عالم
کہ گوید جز تو وصف قطب اے قطب ہمہ دوراں
غلام تست ذوقیؔ بے سروساماں در افتادہ
بگیر شی دست و مبند اینچنین اش بے سروساماں

عمر نے صرف کی تھی عمر بس تحصیل حکمت میں
ہوئے تھے خواب میں واقف تمہاری شان سے اے ذیشاں
ولادت اور قصہ شیر خواری کا تمہاری ہے
تمہاری شان و آن و رفعت و اجلال پہ برہاں
تمہارا ہو گیا جو اس کو این و آں کا کیا ڈر ہے
وہ اس لشکر پہ بھی فاتح ہو جسکا شاہ ہو خاقاں
ہو غائب نور شیطانی، اور دیکھو نور رحمانی
ہے تم پہ فضل یزداں کا کہ تم سے بھاگتا شیطاں
ہو تم وہ قطب عالم جس کا محکوم کہ تا مہ
ہو تم وہ شاہ جسکے زیر فرماں سب ہیں این و آں
بیاں کرتے ہیں ماہ و سال احوال اپنے خود تم سے
تمہاری مہربانی چاہتے ہیں سارے انس و جاں
تمہاری بزم میں جو شیخ صدقہ آئے بہ نہانی
دیا تم نے جواب ان باتوں کا جو دل میں تھی پنہاں
کیا دفع بو محمد کا مرض اک آن میں تم نے
غضب سے دیکھا خادم کو تو فوراً ہو گیا نالاں
بقا صاحب نے ظاہر میں بقا پائی تھی تم ہی سے
اذاں سن کر تمہاری ہو گیا تھا عرش بھی لرزاں
حقیقت غوث کی تم جانتے ہو غوث اعظم ہو
ہو وصف قطب سے واقف تم اے قطب ہمہ دوراں
یہ ذوقیؔ بے سروساماں تمہارا ہے غلام ادنیٰ
بنو تم دستگیر اس کے نہ رکھو بے سروساماں

ندارد ذرۂ راحت مگر مہر تو در یابد
بود چوں خاک پامال و بود چوں چرخ سرگرداں
بتو گفت آنچہ گفتنی بود اکنوں اے جہاں داور
تو دانی و کرمہائے تو و الطاف بے پایاں

نہیں راحت میسر ہے تمہارے مہر کا جو یا
مثال خاک ہے پامال، مثل چرخ سرگرداں
جو کہنا تھا وہ کہہ گذرا کہوں کیا اور اے آقا
تمہارا ہے کرم بے حد، تمہارا لطف بے پایاں

حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابی تھے۔ ابو ہریرہ کے معنی ہیں "بلی کے باپ"۔ ان کا اصلی نام عمر بن عامر تھا۔ آپ کو بچپن ہی سے بلی پالنے کا بڑا شوق تھا۔ بچپن میں بکریاں چرانے جاتے تو اپنے ساتھ بلی کو لے جاتے اور اس کے ساتھ کھیلتے تھے۔ بلی سے اتنی زیادہ محبت اور دلچسپی دیکھ کر لوگوں نے آپ کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہنا شروع کر دیا۔ اور اسی لقب سے اتنے مشہور ہو گئے کہ لوگوں کے ذہنوں سے آپ کا اصلی نام اوجھل ہو گیا۔

آپ کے والد کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ آپ بہت غریب تھے۔ غریبی کی وجہ سے آپ ایک لڑکی کے یہاں ملازم ہو گئے۔ آپ کے ذمہ یہ کام تھا کہ جب وہ امیر لڑکی سوار ہو تو یہ پیدل اسکی سواری لے کر چلیں۔

از:
سید قدیرہ حسینی ترپاتور
متعلم زمرۂ مولوی عالم دارالعلوم
لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

اس کے بعد ایک زمانہ ایسا آیا کہ اللہ کے فضل سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی غلامی کا دور ختم ہو گیا۔ اور وہی لڑکی جس کے یہاں آپ ملازم تھے وہ آپ کی بیوی بنی۔ اللہ اپنے فضل سے جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے غریب بنا دیتا ہے۔

خیبر کی لڑائی میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ نے اپنے قبیلۂ دوس کے ایک آدمی طفیل بن عمر جو مسلمان ہو چکے تھے ان کے ساتھ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اسلام لے آنے کے بعد ہر لڑائی میں حصہ لیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو مسلمان ہو گئے لیکن ان کی والدہ محترمہ ابھی تک کافرہ تھیں۔ آپ کو سب سے زیادہ یہی فکر ستاتی تھی کہ میری والدہ اگر اسی حالت میں مر گئیں تو جہنم میں

پہ چلی جائیں گی۔ اسی لئے آپ اپنی والدہ محترمہ کو بہت سمجھاتے تھے کہ وہ اسلام لے آئیں لیکن وہ بڑی ضدی تھیں اور اپنے قدیم آبائی مذہب کو چھوڑنا نہیں چاہتی تھیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو یہ بات پسند نہ تھی کہ خود تو مسلمان رہیں، اور ان کی والدہ محترمہ کافرہ رہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنی ماں سے زیادہ محبت کرتے تھے اس لئے دن رات سمجھاتے تھے۔ ایک دن بہت سمجھایا لیکن وہ اسی ضد پہ تھیں کہ اُلٹا انہیں کو برا بھلا کہنے لگیں۔ اُن کے ساتھ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بُرا بھلا کہنے لگیں کیونکہ اس کے خیال میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے اس کے بیٹے کو بہکا دیا اور باپ دادا کے دین سے چھڑا کر مسلمان بنا لیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بہت پریشان ہو گئے فوراً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا سُنایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میری والدہ محترمہ کے مسلمان ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔ ادھر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی ادھر ان کی والدہ کا سینہ اسلام کے لئے کھل گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سے اٹھ کر اپنے گھر پہنچے تو یہ منظر دیکھ کر شاداں و فرحاں ہوئے کہ ان کی والدہ نہاد ھو کر مسلمان ہونے کے لئے تیار بیٹھی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ، جیسے ہی گھر پہنچے ان کی والدہ محترمہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گئیں۔ اسی وقت مارے خوشی کے اُلٹے پاؤں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور فرمایا۔ یا رسول اللہ خوش خبری سنیئے، آپ کی دعا قبول ہو گئی، اللہ نے میری والدہ کو اسلام کی نعمت سے نوازا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت حد سے زیادہ تھی۔ ایک لمحہ کے لئے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہونا گوارا نہ تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد سے لے کر وفات نبویؐ تک ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سایہ کی طرح رہتے تھے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر آپ کو چین و سکون نہیں رہتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرورت سے کہیں تشریف لے گئے واپس لوٹنے میں کافی دیر ہو گئی تو صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم بہت گھبرا گئے کہ کہیں ہماری عدم موجودگی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایذا نہ پہنچے، اس خیال سے ہم سب آپ کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے، اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا اور انصار کے ایک باغ کے

کے پاس پہنچا تو خیال ہوا کہ باغ کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جائے لیکن اندر جانے کا راستہ کہیں دکھائی نہ دیا۔ دیوار میں ایک سوراخ نظر آیا، تو اسی میں گھس کر اندر پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چاروں طرف دیکھنے لگے۔ حسن اتفاق کہ اسی باغ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز تھے۔ جمالِ نبویؐ کو دیکھ کر اطمینان ہوا۔ حضرت ابوہریرہؓ غریب ومفلس ہونے کے باوجود آپ کو اپنی غریبی دور کرنے کی فکر نہ تھی۔ مختلف صحابۂ کرام تجارت، زراعت وغیرہ میں مشغول رہا کرتے تھے، لیکن آپ دن ورات کا اکثر حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہتے اور زبانِ نبوت کے ارشادات کو ضبطِ ذہن کرنے میں مصروف اور منہمک رہا کرتے تھے۔ حضور اکرمؐ جو بھی فرماتے اس کو بھول جانے کے ڈر سے لکھ بھی لیا کرتے تھے۔ جس وقت پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی ہوتا تھا اس وقت بھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر جاتے تو بھی آپ رضی اللہ عنہ ساتھ نہ چھوڑتے تھے، گھر تک چلے جاتے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اندر علم حاصل کرنے کے شوق کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔ آپ حدیث کا علم حاصل کرنے کے استنے زیادہ آرزومند و خواہشمند رہتے تھے، جتنا کہ ایک بخیل دولت کا حریص ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے اور دین کی باتیں پوچھنے سے دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جھجکتے تھے۔ لیکن آپ کو جو بات بھی پوچھنا ہوتی فوراً پوچھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، یا رسول اللہؐ قیامت کے دن کون ایسا خوش نصیب ہوگا جو آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ حقدار ہوگا، آپ کی زبان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال سنا تو فرمایا علم حدیث کا جو جذبۂ شوق تمہارے اندر موجود ہے اسے دیکھ کر پہلے ہی مجھے خیال تھا کہ یہ سوال تم سے پہلے کوئی نہیں کرے گا۔ اس کے بعد حضور اکرمؐ نے ان کو بتلایا کہ سات شخص ایسے خوش نصیب ہیں جن کو خدا اپنے سایہ میں رکھیگا جس دن اسکے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا یعنے قیامت میں سایہ سے مراد عرش ہے۔

ایکؔ وہ منصف سردار، دوسؔرا وہ جوان جو عہد شباب میں جو کہ غلبۂ شہوت اور ہوائے نفسانی کا زمانہ ہے، بندگی رب میں مشغول رہے۔

تیسؔرا وہ مرد جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے یعنی بار بار جماعت کے واسطے مسجد میں جاتا ہے۔

اور منتظر رہتا ہے کہ کب نماز کا وقت ہو اور مسجد میں پہنچ جائے۔ پانچویں وہ دو مرد جو خدا کے واسطے آپس میں محبت کرتے ہیں اور ہر وقت اس محبت پر ثابت رہتے ہیں۔ خواہ اکٹھے ہوں یا جدا۔ پانچواںؐ وہ مرد جس کو مالدار خوبصورت عورت نفسانی خواہش کی تکمیل کے لئے بلائے لیکن اس نے کہا میں خدا سے ڈرتا ہوں۔ چھٹا وہ مرد جس نے خیرات کی تو اس کو چھپایا یہاں تک کہ اس کا بایاں ہاتھ نہیں جانتا کہ اس کے داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ساتواں وہ مرد جس نے تنہائی میں خدا کو یاد کیا اور خدا کے خوف سے اس کی آنکھیں جاری ہوگئیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ حدیثیں حضرت ابوہریرہ کو معلوم تھیں۔ بہت ساری حدیثیں حفظ تھیں۔ آپ کی بیان کی ہوئی حدیثوں کی تعداد ۵۳۷۴ بتائی جاتی ہے۔ آپ سے روایت کرنے والوں کی تعداد تقریباً ۸۰۰ آٹھ سو سے متجاوز ہے۔

ایک مرتبہ مروان نے جو ایک شہر کا حاکم تھا آپ کا امتحان لینا چاہا' اس لئے آپ کو بلوا لیا اور اپنے ایک لکھنے والے کو تخت کے نیچے کاغذ قلم دے کر سمجھا دیا۔ اور آپ سے حدیثیں پوچھنا شروع کیا۔ حضرت ابوہریرہ حدیثیں بیان کرتے جاتے تھے اور وہ کاتب جو چھپا ہوا تھا لکھتا جاتا تھا۔

اس طرح آپ نے بہت سی حدیثیں بیان کیں۔ ایک سال کے بعد پھر مروان نے آپ کو بلوایا اور کہا کہ وہی حدیثیں بیان کرو جو پچھلے سال بیان کی تھیں' آپ نے اس مرتبہ بھی ٹھیک اسی ترتیب سے حدیثیں سنا دیں اور مروان کو آپ کے حافظہ پر انتہائی تعجب ہوا۔

حضرت ابوہریرہؓ کو یہ بزرگی اور بڑائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبول و مستجاب دعا سے ملی تھی۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار آپ نے کہا تھا کہ یا رسولؐ اللہ مجھے آپ کی باتیں یاد نہیں رہتی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوہریرہ اپنی چادر پھیلاؤ۔ آپ نے چادر پھیلا دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنے دونوں دستِ مبارک ڈالے اور فرمایا اس کو سینے سے لگاؤ۔ آپ نے چادر سینے سے لگائی۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں اس کے بعد پھر کبھی کوئی حدیث نہیں بھولا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو باتیں انہوں نے سنی وہ ان کو مرتے دم تک یاد تھیں۔

ایک بار ایسا ہوا کہ کچھ لوگ بیٹھے دعا کر رہے تھے۔ باری باری سب نے دعا کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک دعا پر آمین کہتے جاتے تھے۔ آخر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی :۔

اے اللہ! جو کچھ میرے ساتھی مجھ سے پہلے مانگ چکے ہیں وہ مجھے دے اور اس کے علاوہ ایسا علم عطا کر جو پھر کبھی نہ بھولوں۔ جب آپ دُعا کر چکے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کیسے قبول نہ ہوتی، اللہ نے قبول فرمایا اور سچ مچ اللہ نے آپ کو ایسا علم دیا جو کبھی نہ بھولے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو علم حاصل کیا تھا اسے اور لوگوں تک پہنچایا جس کی وجہ سے ان کا نام قیامت تک عزت و احترام کے ساتھ لیا جائے گا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کو بہت اچھا بدلہ عطا فرمائے گا۔

انہوں نے بھوکے پیاسے رہ کر حدیث کا علم سیکھا تھا لیکن اس کے بعد ایک ایسا زمانہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی علم کے بدولت عزت و دولت اور نیکنامی اور خوشحالی نصیب کی۔

صحابۂ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی حفاظت و تعلیم اور اشاعت میں بڑی جدوجہد اور ذوق وشوق کا مظاہرہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک قول، ایک ایک عمل، ایک ایک حرکت اور ایک ایک ادا اور اشارہ کو ذہن میں (بعض صحابہ نے تحریر و کتابت کے ذریعہ) محفوظ رکھ کر یہ مقدس ترین امانت جس پر قرآن کی تفسیر اور اسوۂ نبویؐ کی صحیح تشریح اور معرفت کا دارومدار ہے، بے کم وکاست اپنے بعد آنے والی نسلوں کے ہاتھوں میں تھما دیا۔

ان حافظین حدیث میں حضرت ابوہریرہ کی شخصیت بہت جگمگاتی نظر آتی ہے۔ آپ کا شمار مکثرین میں ہوتا ہے۔ آپ نے کثرت سے روایت حدیث کی ہے اور اشاعت حدیث کا کام بحسن وخوبی انجام دیا۔ دن اور رات اکثر اوقات میں جہاں کہیں مسلمان مل جاتے تو آپ ان تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں پہنچا دیتے۔ اور خصوصیت کے ساتھ جمعہ کے دن نماز سے قبل امام آنے تک لوگوں کے سامنے احادیث اور ان کی تشریحات بیان کرتے رہتے۔

حضرت ابوہریرہ نے احادیث کا ایک مجموعہ بھی تیار کر لیا تھا۔ چنانچہ فضل بن حسن اپنے والد حسن بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ایک حدیث سنائی تو ابوہریرہ نے اس سے لاعلمی ظاہر کی۔ حسن نے کہا یہ حدیث تو میں نے آپ ہی سے سُنی ہے۔ فرمایا اگر مجھ سے سنی ہے تو میرے نزدیک لکھی ہوئی ہوگی۔ چنانچہ ان کو اپنے ساتھ گھر لے گئے اور ایک کتاب دکھلائی جس میں احادیث درج تھیں۔ اس میں وہ حدیث

منہ تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ اگر مجھ سے سنی ہے تو وہ پاس ضروری لکھی ہوئی رہے گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' اتنے بڑے صحابی اور حدیث کے اتنے بڑے عالم ہوتے ہوئے بھی اللہ سے اور قیامت میں سوال وجواب سے اتنا زیادہ ڈرتے تھے کہ قیامت کا ذکر سُن کر چیخ مار کر بے ہوش ہو جاتے تھے۔ آپ کو عبادت کا بھی بہت شوق تھا۔ ایک تہائی رات عبادت میں گزار دیتے تھے اور انہوں نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا' ایک حصہ میں خود نماز پڑھتے' دوسرے حصے میں ان کی بی بی نماز پڑھتیں اور تیسرے حصے میں ان کا غلام نماز پڑھتا۔ اور باری باری ایک دوسرے کو جگاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ رضی اللہ عنہ' کو بہت زیادہ مانتے تھے۔ جب کوئی کھانے کی چیز آتی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' کو بلا کر کھلاتے تھے۔

زمانۂ مفلسی میں کئی کئی دن تک بھوکے پیاسے رہتے تھے لیکن اتنے خوددار اور غیرت مند تھے کہ کبھی کسی سے نہیں کہتے۔ بھوک اور پیاس کی وجہ سے غش کھا کر گر جاتے تو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ آپ کو مرگی کا دورہ پڑا ہے۔ یا آپ کے دماغ پر کچھ اثر ہو گیا ہے۔ ایسی ناگفتہ بہ اور ناقابلِ برداشت حالت میں بھی کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا تو دُور کی بات ہے۔ اپنی اس حالت کو بتانا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کئی دن سے بھوکے تھے۔ بھوک سے بہت بے تاب ہو رہے تھے لیکن کسی سے کہتے کیسے؟ آخر ان کو ایک ترکیب سوجھی۔ راستہ میں کھڑے ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ' گزرے۔ اُن سے قرآن کی ایک آیت کا مطلب پوچھا۔ انہوں نے اس کا مطلب بتایا اور چلے گئے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ' گزرے ان سے پوچھا' انہوں نے بھی مطلب بتا دیا اور چلے گئے۔ آخر میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گزرے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مطلب پوچھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے۔ آپ کو اپنے ساتھ لے گئے اور کھانا کھلایا۔ آپ رضی اللہ عنہ' کو عہدے اور منصب کا لالچ بالکل نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ' کے زمانے میں آپ بحرین کے عامل تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ' نے آپ رضی اللہ عنہ' کو بحرین کا گورنر مقرر کرنا چاہا تو آپ نے اس عہدے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

جب حضرت ابوہریرہؓ بحرین کے عامل تھے اس وقت بہت خوش حال تھے۔ لیکن خوشحالی کے زمانے میں بھی آپ امیروں کی طرح نہیں

رہتے تھے بلکہ سادگی سے زندگی بسر کرتے تھے،

حضرت ابوہریرہؓ بہت زیادہ مہمان نواز تھے اور کمائی کا زیادہ حصہ صدقہ وخیرات کر دیتے تھے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کھلانے پلانے میں بہت آگے آگے رہتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے حدیث کا علم سیکھا اور سکھایا اور تا دمِ زیست علمِ حدیث کی خدمت میں اور مسلمانوں کی فلاح و بہبودی میں مصروف ومشغول رہے۔ چاروں خلیفہ کا زمانہ پایا۔ اٹھہتر ۷۸ سال کی عمر میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

اس بزرگ ہستی کی زندگی ہم مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے نقشِ قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اصلاحِ معاشرہ

از: پی منیر احمد رازی۔ پی ٹی یم۔ ضلع چتور (آندھرا) متعلم زمرۂ ہفتم دار العلوم لطیفیہ ویلور

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے جس میں انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے رہنمائی اور ہدایت ہے۔ اور اسکی تعلیمات سے قیامت تک رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔

اسلام اپنے متبعین کو پاکیزہ معاشرت اور باہمی خلوص و محبت اور اخوت و مساوات اور حسن سلوک و حسن معاملات کی تعلیم دیتا ہے اور ان تمام امور سے احتراز و اجتناب کی ہدایت کرتا ہے جن سے ایک صالح معاشرہ کی فضا متعفن اور مسموم ہو جاتی ہے اور انسانوں کے باہمی تعلقات خراب ہو سکتے ہیں۔

چنانچہ سورہ الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی ساری باتوں کو حرام ٹھیرایا ہے جن میں بعض احکام یہ ہیں:-

برادرانہ تعلقات اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ایک دوسری جگہ نفس واحدہ سے خطاب فرمایا۔ ان کے درمیان انسانی اخوت کے ساتھ ساتھ دینی اخوت بھی جمع ہو گئی ہے۔ اس بھائی چارگی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے اجنبی بن کر نہ رہیں اور آپس میں بغض و عداوت اور عناد نہ رکھیں بلکہ محبت و الفت سے رہیں اور آپس میں کینہ نہ رکھیں، کسی کی غیبت نہ کریں۔ اور کسی پر طعن و تشنیع نہ کریں اور کسی کی عزت و آبرو پر حملہ نہ کریں۔ اور کسی کے مال و دولت اور جان پر دست درازی نہ کریں۔ حدیث شریفہ ہے: لاتحاسدوا ولاتباغضوا ولاتدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا باہم حسد نہ کرو، آپس میں بغض نہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے پیٹھ موڑو بلکہ اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی مسلمان سے قطع تعلق جائز نہیں۔ اسی بنا پر اسلام نے مسلمانوں کو باہم ایک دوسرے کے ساتھ بے رخی اور سنگدلی کے برتاؤ سے ممانعت کی ہے اور یہ تمام چیزیں قرآن و حدیث کے نصوص سے حرام ہیں۔

اگر دو مسلمان آپس میں بغض و عداوت میں مبتلا

ہو جائیں تو ان کو اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ اسلام نے تین دن کی مہلت دی ہے۔ اس کے بعد انہیں لازماً صلح صفائی کی کوشش کرنی چاہیئے جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے۔

کسی مسلمان کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے جدا رہے۔ اگر تین دن گزرنے لگیں تو چاہیئے کہ اس سے ملاقات کرے، اور اُسے سلام کرے۔ اگر اس نے اسکے سلام کا جواب دیا تو ثواب میں دونوں شریک ہوں گے اور اگر اس نے جواب نہیں دیا تو وہ اپنے گناہ کو لے کر لوٹا اور سلام کرنے والا ترکِ تعلق کے گناہ سے بَری ہو گا۔ (مشکوٰۃ)

نیز فرمایا: لا یدخل الجنۃ قاطع

قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا اور ترک تعلق و قطع رحمی کرنے والا اللہ کی رحمت و مغفرت سے محروم رہے گا۔ ارشاد نبویؐ ہے:

ہر ہفتہ میں دو مرتبہ پیر اور جمعرات کے دن بندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں، تمام بندۂ مومن کے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔ سوا اس بندہ کے جو اپنے اور اپنے بھائی کے درمیان عداوت رکھتا ہے تو فرشتوں سے کہا جائے گا۔ کہ ان دونوں کو مہلت دو، یہاں تک کہ رجوع کر لیں یعنی (آپس کی دشمنی دور کر لیں) (مشکوٰۃ)

لہٰذا جن کے مابین بغض و عداوت ہو، وہ آپس میں صلح صفائی کر لیں اور جس سے عناد ہو، اس سے معذرت طلب کرنا چاہیئے۔ دوسرے بھائی کو چاہیئے کہ معذرت قبول کر لے اور باہم صلح صفائی کر کے جھگڑا ختم کر دے تاکہ باہم مودت و محبت پیدا ہو جائے۔

باہم صلح صفائی

فاصلحوا بین اخویکم

لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو۔ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم اصلاح ذات البین کی فضیلت اور بغض و خصومت کی ہلاکت آفرینی سے متعلق فرماتے ہیں:

کیا میں تم کو نماز، روزہ اور صدقہ کے درجات سے بہتر بات کی نشان دہی نہ کروں! تو صحابہ نے عرض کیا ہاں! یا رسول اللہ۔ فرمایا آپس میں فساد و خلاف کا دور کرنا کیونکہ آپس میں فساد کا ہونا وہی مونڈھنے والا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈھنے والا ہے بلکہ دین کو مونڈھنے والا ہے۔ (ترمذی)

استہزاء

کسی مومن کو یہ زیب نہیں کہ وہ کسی شخص کا مذاق اڑائے یا اس کی تحقیر و توہین کرے یا اس کو ہدف ملامت بنالے۔ مذاق سے عداوت و دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ مذاق جس طرح زبان سے ہوتا ہے اسی طرح ہاتھ پاؤں اور اس کی نقل اتارنے وغیرہ

سے بھی ہوتا ہے۔ استہزاء میں کبر خفی اور غرور و تکبر اور لوگوں کی توہین و تحقیر کا جذبہ شامل ہوتا ہے، اور یہ حرکت اس معیار خیر و تحسین سے جو خدا اور اس کے رسول کے نزدیک ہے، جہالت کے مترادف ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے: یاایھاالذین آمنوا لایسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء عسیٰ ان یکن خیرا منھن

اے ایمان والو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔

اس جگہ صراحت کے ساتھ عورتوں کو استہزاء سے ممانعت کی گئی ہے کیونکہ عام طور پر عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑانے کی عادی ہوتی ہیں۔

بہرحال کسی انسان کی ظاہری حالت و صورت کو دیکھ کر استہزاء و تمسخر نہیں کرنا چاہئے کیونکہ وہ لاعلم ہے کہ شاید وہ اپنے صدق و اخلاص کے سبب عنداللہ اس سے بہتر و افضل ہو۔

کیونکہ جس انسان کے ظاہری اعمال و افعال کو ہم بہت اچھا سمجھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ جو اسکے باطنی حالات و قلبی کیفیات کا عالم ہے، وہ عنداللہ مذموم و مقہور ہو۔ اسی طرح جس شخص کے ظاہری اعمال و افعال برے و مذموم ہوں اسکے باطنی حالات و کیفیات اس کے اعمال بد کا کفارہ بن جائیں۔

لہٰذا کسی شخص کی ظاہری حالت کو دیکھ کر کوئی قطعی حکم لگانا درست نہیں ہے۔

طعن و تشنیع

لمز کے معنی عیب جوئی اور طعن و تشنیع کے ہیں، ارشاد خداوندی ہے:

لا تلمزوا انفسکم اپنے عیب نہ نکالو۔

دوسروں کی عیب جوئی اور طعن و تشنیع کروگے تو یاد رکھو کہ عیب سے کوئی انسان عادۃً خالی نہیں ہوتا، تم اس کے عیب نکالوگے تو وہ تمہارے عیب نکالے گا۔ عیب جوئی کرتے وقت اگر یہ سوچا جائے کہ خود اپنے اندر کتنے نقائص ہیں تو بڑی حد تک اصلاح ہوسکتی ہے۔

انسان کی سعادت مندی اس میں ہے کہ اپنے نقائص پر نظر رکھے اور ان کی اصلاح کی فکر میں لگا رہے اور جو اس طرح کرے گا اس کو دوسروں کے نقائص و عیوب نکالنے کی مہلت ہی نہ ملے گی۔

بعض علماء کا قول ہے:

وفیک عیوب وللناس اعین

(جاری)

تاریخِ اسلام کا ایک عبرت خیز واقعہ

از (نمپلی)
محمد علیخان غوری
زمرۂ رابعہ
متعلم دارالعلوم لطیفیہ
ویلور

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ مرتبت تابعی گذرے ہیں۔ آپ نے بڑے بڑے صحابہ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ حجاج بن یوسف ثقفی خراسان علاقہ کا جابر حاکم تھا اور اہل بیت کا سخت دشمن تھا اور اُس نے بہت سے صحابۂ کرام رضوان اللہ اجمعین کے خون پاک سے اپنے ناپاک ہاتھ رنگین کیا۔ حجاج کا یہ عام وطیفہ تھا جب وہ کسی بھی شخص کے بارے میں سنتا کہ یہ اہل بیت سے محبت والفت رکھتا ہے تو فوراً اس کو گرفتار کرلیتا اور خواہ مخواہ ان کے ناحق قتل سے اپنی پیاس بجھاتا تھا۔ اُس نے شامی سردار ملتمس بن احوص کے ماتحتی میں تیس ۳۰ سپاہیوں کو دے کر سعید بن جبیرؒ کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا۔ جب حجاج کے سپاہی گرفتار کرنے کے لئے پہنچے تو دیکھا کہ سعید بن جبیرؒ دربارِ خداوندی میں سجدہ ریز ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا و مناجات کر رہے ہیں۔ سپاہی اندر گئے اور آنے کی وجہ بیان کی تو آپ نے اپنے آقا و مولیٰ سبحانہٗ تعالیٰ کی تعریف و تقدیس بیان کی اور درود شریف پڑھتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

اور ان کے ساتھ چل پڑے۔ سپاہی آپؒ کو لے کر حجاج کی طرف روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں ایک راہب کے عبادت خانہ کے قریب شام ہوگئی۔ اور وہیں رات گذارنے کے لئے اقامت پذیر ہو گئے۔ راہب نے سپاہیوں سے بیان کیا کہ یہاں رات کی تاریکی میں شیر آتے ہیں، اس لئے تم لوگ عبادت خانہ میں رات گذاریں۔ سپاہی اس راہب کے عبادت خانے میں چلے گئے لیکن سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ میں مشرکوں کے عبادت خانہ میں داخل نہیں ہونگا۔ سپاہیوں نے کہا کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ شیر کہیں تم کو پھاڑ نہ ڈالیں۔ سعید بن جبیرؒ نے فرمایا میرے لئے میرے خدا کی حفاظت کافی ہے۔ سپاہیوں نے بطور طنز کہا کہ شاید آپ نبی ہیں۔ سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ میں خدا کا ایک گنہگار و خطا کار بندہ ہوں شامی سردار ملتمس نے سعید بن جبیرؒ سے قسم کھلائی کہ تم رات کہیں بھاگو گے تو نہیں؟ سعید بن جبیرؒ

قسم کھائی، رات کو اس عبادت خانہ کے راہب نے دروازہ بند کردیا اور حضرت سعیدؒ نے نماز پڑھنی شروع کی۔ رات کے آخری حصہ میں شیر آئے، اور حضرت سعید بن جبیرؒ کے قریب آکر پاؤں چاٹنے لگے۔ راہب اور سپاہیوں نے یہ تماشہ دیکھا تو بہت متاثر ہوئے اور صبح ہوتے ہی راہب ایمان لے آیا اور سپاہیوں نے عاجزی وانکساری کے ساتھ معذرت چاہی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اے خدا کے محبوب بندے! ہم ہرگز تمہیں ایذا دینا نہیں چاہتے لیکن چونکہ حجاج نے ہم کو قسم دی ہے کہ اگر تم سعید بن جبیرؒ کو میرے پاس نہ لائے، تو حکم عدولی کے جرم میں تمہیں سزا دی جائے گی۔ یہ سن کر حضرت سعید بن جبیرؒ مسکرانے لگے اور فرمایا تم مجھے بلا تکلف لے چلو، خداوندِ قدوس کا جو فیصلہ ہوگا وہ ضرور پورا ہوگا۔ اس کے بعد آپ سپاہیوں کے ہمراہ روانہ ہوگئے۔ جب دار السلطنت کے قریب پہنچے تو آپؒ نے سپاہیوں سے کہا مجھے ایک رات کی مہلت دے دو تاکہ اپنے مالک حقیقی کی عبادت دل کھول کر لوں۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ میری موت قریب آچکی ہے۔ سپاہیوں نے آپ کو باخوشی اجازت دے دی۔ آپؒ نے غسل کیا اور ساری رات عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔

تمام سپاہی حضرت سعید بن جبیرؒ کی قسمت پر کفِ افسوس ملتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو آپ سپاہیوں کے ہمراہ حجاج کے قلعہ تک پہنچے۔ شاہی سردار نے حجاج کو سعید کے آنے کی خبر دی۔ حجاج تو حضرت سعید بن جبیرؒ کا منتظر ہی تھا۔ یہ سنتا ہی تھا کہ خوش ہوکر بولا کہ جلدی حاضر کرو، اس کے قتل کے بعد ہی میں کھانا کھاؤں گا۔ یہ سنتا ہی تھا کہ ملتمس ہوش کھو بیٹھا۔ اور ناچار حضرت سعید کو حجاج کے سامنے پیش کیا اور آہستہ یہ بھی کہا کہ جس دن سے ہم نے انہیں گرفتار کیا ہے، اب تک انہوں نے نہ کچھ کھایا اور نہ پیا۔ صرف ذکر الٰہی میں مشغول رہے ہیں۔ لیکن حجاج نے اس سردار کے کہنے کی کچھ پروا نہ کی اور سعید کی طرف غصہ سے دیکھ کر کہا تیرا نام کیا ہے؟ حضرت سعیدؒ نے کہا، جبیر کا بیٹا سعید ہوں۔ حجاج نے کہا نہیں تو شکستہ اور ذلیل کا بیٹا شقی ہے۔ آپ نے فرمایا میری ماں میرا نام تجھ سے بہتر جانتی تھی۔ حجاج نے کہا تو بھی بدبخت ہے اور تیری ماں بھی گمراہ ہے۔ حضرت سعید نے کہا غیب کا علم جاننے والا تو نہیں بلکہ کوئی اور ہے۔ حجاج نے کہا میں تجھے ایک دہکتی اور جوش مارتی آگ کا عذاب دوں گا۔ سعیدؒ نے جواب دیا کہ اگر میں جانتا کہ یہ عذاب تیرے قبضہ میں ہے تو

میں تجھ کو اپنا خدا بنا لیتا۔ پھر حجاج نے سوال کیا، محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ سعید نے جواب دیا، وہ ساری دنیا و آسمان کے لئے رحمۃ للعالمین ہیں۔

حجاج مزید دریافت کرتے ہوئے پوچھا علیؓ کے متعلق کیا کہنا ہے، وہ جنت میں ہیں یا دوزخ میں؟ حضرت سعید بن جبیر نے جواب دیا اگر میں وہاں کے رہنے والوں کے متعلق جانتا تو بتاتا، کہ حضرت علیؓ کہاں ہیں۔

حجاج نے کہا خلفاء اربعہ کے متعلق تم اپنی رائے پیش کرو۔ سعید نے کہا میں ان کا نگہبان نہیں ہوں۔ حجاج نے پوچھا تجھے کون زیادہ محبوب ہے اور کونسے خلیفہ سے زیادہ محبت رکھتے ہو؟

سعیدؒ نے جواب دیا جو خدائے تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ حجاج نے دریافت کیا، خدا کو کونسا خلیفہ زیادہ محبوب ہے؟ سعیدؒ نے کہا اس کا علم بھی اسی کو ہے جو ان کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ حجاج نے کہا تو ہنستا کیوں نہیں؟

سعید نے کہا کیا وہ مخلوق ہنسنے کے قابل ہے جو مٹی سے بنی ہے۔ حالانکہ اس مٹی کو کھانے کے لیئے آگ بھی موجود ہے۔

حجاج نے کہا ہم کیوں ہنستے ہیں؟ سعید نے کہا، سب دل برابر نہیں ہوتے۔

حجاج نے اس کے بعد بے حد اشرفیاں دکھایا سعیدؒ نے انہیں دیکھ کر کہا۔ اگر یہ مال تو نے دوزخ اور محشر کی مصیبتوں کا فدیہ دینے کے لئے جمع کیا ہے؟ تو مبارک ہے۔

حجاج نے اس کے بعد آپ کے سامنے سامان لہو و لعب پیش کیا تو سعیدؒ نے کہا حقیقی خرابی اور ہلاکت تو اس کو ہے جو دوزخ میں داخل کیا جائے۔ حجاج نے پوچھا اے سعید تمہیں کس طرح قتل ہونا پسند ہے تاکہ میں تم کو اسی طرح قتل کروں؟

سعیدؒ نے جواب دیا اے حجاج قتل کا طریقہ تجھ کو پسند کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جس طرح تو مجھ کو قتل کریگا اللہ تعالیٰ آخرت میں اسی طرح تجھ کو قتل کرے گا۔ اسکے بعد حجاج نے کہا اگر تو کہے تو معاف کر دوں؟ سعید نے کہا تیری معافی سے کہیں زیادہ قیمتی خدا کی معافی ہے۔

حجاج نے جلاد سے کہا اسے لے جاکر قتل کردو۔ سعید جب دروازے سے نکلے تو ہنسے کسی نے اس ہنسی کی اطلاع حجاج کو دی۔ حجاج نے انہیں پھر بلایا، اور ہنسی کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا مجھے تیری بے باکی و گستاخی اور خدا کے حلم و بردباری پہ

ہنسی آگئی۔

حجاج نے جھنجلا کر حکم دیا کہ اس کو یہیں میرے روبرو قتل کر دو۔ چنانچہ جب سعید کو قتل کے لئے بٹھایا گیا تو قبلہ کی طرف منہ کر کے فرمایا:

(کلّ نفسٍ ذائقۃ الموت انّی وجّہت وجھی للذی فطر السّمٰوٰتِ والارض حنیفًا وّما انا من المشرکین۔)

حجاج نے کہا ان کا منہ قبلہ کی طرف سے پھیر دو۔ آپؒ نے فرمایا وللّٰہِ المشرقُ والمغربُ فاینما تولّوا فثمّ وجہ اللّٰہِ اور پورب پچھم سب اللہ ہی کے لئے ہے (یعنی خدا کی رحمت تمہاری طرف ہے) حجاج کو اور بھی غصہ آگیا اور حکم دیا کہ اس کو زمین پر اوندھا ڈال دو۔

حضرت سعید نے اس وقت فرمایا:۔

مِنھا خلقنٰکم ومِنھا نعیدُکم ومنھا نخرجکم تارۃً اُخریٰ (ہم نے تمہیں زمین ہی سے پیدا کیا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور پھر اسی سے دوبارہ نکالیں گے)۔

حجاج نے قتل کا حکم دیا تو آپ نے کلمۂ شہادت پڑھا اور دعا کی کہ اے پروردگار! میرے بعد اس کو کسی اور کے قتل پر قدرت نہ دے۔

جلاد نے تلوار سے آپ کا سر علیحدہ کر دیا۔ ان للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت سعیدؒ کا سر مبارک اپنے جسم سے علیحدہ ہونے کے بعد بھی کلمۂ شہادت پڑھتا رہا۔ اور یہ حیرت انگیز منظر سب لوگ دیکھتے رہے۔ یہ دہشت ناک واقعہ شعبان سنہ ۹۰ ہجری میں پیش آیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۴۹ سال تھی۔ اور آپ کی شہادت کے بعد حجاج مشکل سے صرف پندرہ دن زندہ رہا۔ اور مرض الموت میں بار بار چونک کر کہتا تھا کہ مجھ سے سعیدؒ اپنے قتل کا سبب دریافت کرتے ہیں۔

آخر کار اس دنیائے فانی سے "مالی و سعید بن جبیر" ہی کہتے کہتے دم توڑ دیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین